۴۸۶

فلاح دین و دنیا

کا

دوسرا حصہ

اسلامی زندگی

جس کو

اپنے

اہتمام سے

ابو المظفر سید محمد انوار ہاشمی مالک خواجہ بک ڈپو

نے

محبوب المطابع دہلی میں چھپوا کر

نظامیہ ادارہ الاشاعت دہلی نے شائع کیا

۴۸۶

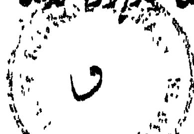
اسلامی زندگی

جس میں

اہل سنت وجماعت کے عقائد کے ماتحت اسلامی معاشرت سے تعلق رکھنے والے ان تمام ضروری اور نازک مسائل کو نہایت تحقیق وتصدیق کے بعد معتبر کتب سے جمع کیا گیا ہے جن کی اس پرآشوب زمانہ میں مسلمانوں کو سخت ضرورت ہے

مؤلفہ

ترجمان فطرت مولنا سید ظہور احمد صاحب وحشی شاہجہانپوری



و

مولنا سید ناظر احمد القادری

جسکو

ابوالمظفر سید محمد انوار ہاشمی

مالک خواجہ بک ڈپو۔ نظامیہ دارالاشاعت۔ ورسالہ دین ودنیا دہلی نے شائع کیا

بار اول — مئی ۱۹۲۶ء — قیمت تین روپے

فلاح دین و دنیا

کا دوسرا حصہ

اسلامی زندگی

تلافی مافات

فلاح دین و دنیا نے مسلمانوں میں جو مقبولیت حاصل کی اس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ چند روز ہی میں اس کتاب کے کئی ایڈیشن شائع ہوگئے۔ اس مقبولیت کی صرف یہ وجہ ہے کہ فلاح دین و دنیا درحقیقت مسلمانوں کے لئے ایک نہایت مفید اور کارآمد کتاب ہے۔

فلاح دین و دنیا کے پہلے ایڈیشن میں بہت سی خامیاں رہ گئی تھیں جس کی اصلاح اور ترمیم محترم مولانا سید ظہور احمد صاحب چشتی نے دوسرے ایڈیشن میں فرمادی۔ صرف اصلاح ہی نہیں فرمائی بلکہ قدیمانہ طرز بیان کو بھی جس سے موجودہ اردو داں طبقہ مانوس نہیں ہے مولانا موصوف نے نہایت سلیس اور بامحاورہ اردو کا جامہ پہنا دیا۔ غرض یہ کہ مناسب ترمیم اور اصلاح کے بعد کتاب کا دوسرا اور تیسرا ایڈیشن شائع کیا گیا۔

اس اصلاح و ترمیم کے بعد بھی میں کتاب سے مطمئن نہ ہوا اور میرے نزدیک ضرورت عامہ کے لحاظ سے یہ کتاب اب بھی نامکمل تھی۔ کیونکہ اس میں بہت سے ایسے مذہبی مباحث جن سے واقف ہونا ہر مسلمان کے لئے صرف ضروری ہی نہیں ہے بلکہ فرض ہے۔ نظرانداز کردئے گئے تھے چنانچہ میں برابر اس خیال میں تھا کہ اس کتاب میں ان تمام ضروری مضامین کا اضافہ کیا جائے جن سے واقف ہونا مسلمانوں کے لئے ضروری ہی نہیں بلکہ فرض ہے۔ اور جو اسلامی معاشرت سے تعلق رکھتے ہیں۔ تاکہ یہ کتاب مسلمانوں کی کامل رہنما بن سکے اور کسی مسئلہ کے

متعلق انہیں علما کے دروازوں کی خاک نہ چھاننی پڑے اور وہ بڑی بڑی ضخیم عربی اور فارسی کی کتابوں سے بے نیاز ہوجائیں۔

خدا کا شکر ہے کہ اس نے مجھے اس خدمت کی توفیق عطا کی اور اس کمی کی تلافی کرسکا جسے میں فلاح دین و دنیا میں عرصہ سے محسوس کر رہا تھا۔ میں ترجمان فطرت مولٰنا سید ظہور احمد صاحب وحشی شاہجہانپوری کا بے حد ممنون منت ہوں کہ انہوں نے اس کتاب کے نازک ترین مسائل کو جو ۶۲ سے صفحہ ۱۷۶ تک ہیں سپرد قلم کرکے میری دیرینہ آرزو کو پورا کیا اور میں مولٰنا سید زاہد القادری صاحب کا بھی بیحد شکرگذار ہوں کہ انہوں نے اس کتاب کے ان ضروری مضامین کو جو صفحہ ۹ سے صفحہ ۶۵ تک اور صفحہ ۱۰۰ سے صفحہ ۲۹۲ تک ہیں تحریر فرما کر کتاب کو مکمل کیا۔ ترجمان فطرت مولٰنا سید ظہور احمد صاحب کی ذات گرامی اس کتاب کے مستند ہونے کا کافی ثبوت ہے۔ اور مولٰنا سید زاہد القادری صاحب بھی ان مشہور علما میں سے ہیں جن کے تعارف کی چنداں ضرورت نہیں۔ پس مجھکو اور آپ کو اور تمام برادران اسلام کو ان دونوں بزرگ ہستیوں کا بے حد شکرگذار ہونا چاہیئے کہ انہوں نے فلاح دین و دنیا کو درحقیقت کتاب بنانے میں انتہائی سرگرمی اور مستعدی سے کام لیا ہے۔

میں اپنی اس ناچیز خدمت کو برادران اسلام کے روبرو اسلامی زندگی کے نام سے پیش کر رہا ہوں۔ میری دعا ہے کہ برادران اسلام اس سے فائدہ اٹھائیں۔ اور ان سے التجا ہے کہ وہ اپنے علمی خادم کو بھی دعائے خیر سے یاد رکھیں۔ فقط

آپ کا خادم

محمد انوار ہاشمی

مالک خواجہ بک ڈپو۔ و رسالہ دین و دنیا دہلی

فہرست مضامین اسلامی زندگی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونستعینہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اسلامی زندگی

انسان کے فرائض واعمال میں سب سے مقدم فرض یہ ہے کہ اُس کا اور اُس کے خالق ومالک کا جو تعلق ہے اسکو سمجھنے، ذہن نشین کرنے اور پیش نظر رکھنے کی کوشش کرے اور جس ہادیٔ محترم کے ذریعہ سے اسکو خالقیت اور مخلوقیت کے مدارج معلوم ہوئے ہیں اس کے احسانات کو بھی نظر انداز نہ کرے پس ہم سب سے پہلے خدا اور بندے کے تعلق اور رسول اور اُمتی کے تعلق کی نسبت چند سطریں لکھتے ہیں:۔

خدا اور بندے کا تعلق

قرآن مجید کی جن آیتوں سے خُدا اور بندے کا تعلق ظاہر ہوتا ہے وہ یہ ہیں:۔

اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ۔ (پارہ ۲ سورۂ بقر رکوع ۱۹)

تمہارا معبود وہی خدائے واحد ہے اُسکے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ رحمٰن ہے رحیم ہے۔

هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ۔

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ تمام جہان کا بادشاہ ہے پاک ذات ہے تمام عیبوں سے بری ہے امن دینے والا ہے نگہبان ہے زبردست ہے،

(پارہ ۲۸ سورۂ حشر رکوع ۳) مقتدر ہے اور بڑی عظمت رکھتا ہے۔"

هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ وہی اللہ ہر چیز کا خالق، ہر چیز کا موجد اور

(پارہ ۲۸ ۔حشر۔ رکوع ۳) طرح طرح کی صورتیں بنانیوالا ہے۔

هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ وہ زندہ ہے اور اُسی نے کارخانۂ عالم کو

(پارۂ ۳ سورۂ بقر۔ رکوع ۲) سنبھال رکھا ہے۔

لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ زمین اور آسمانوں میں جو کچھ بھی ہے سب

(پارہ ۲۴ س زمر رکوع ۶) اللہ ہی کا ہے۔

وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ (پارہ ۷ سورہ انعام رکوع ۸) اُسکے بندوں پر بس اُسی کا حکم غالب ہے۔

وَاللّٰهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ اللہ جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے اور کسی کی مجال

(پارہ ۱۳ سورہ رعد رکوع ۶) نہیں کہ اُس کے حکم کو رد کر سکے"

فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (پارہ ۱۳ سورہ ابراہیم رکوع ۲) آسمان اور زمین سب اُسی نے بنائے ہیں۔

يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ خدا جسکی روزی چاہتا ہے کشادہ کر دیتا ہے

(پارہ ۱۳ س رعد۔ رکوع ۴) اور جسکی چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔

يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ (پارۂ ۳ سورۂ آل عمران رکوع ۸) وہ جسکو چاہے اپنی رحمت کے لئے خاص کر لے

وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ (پارہ ۷ سورۂ انعام رکوع ۲) وہ بڑا حکمت والا اور باخبر ہے۔

هُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ بِاللَّيْلِ وہی قادر مطلق ہے جو رات کے وقت تم پر نیند طاری

وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ کرکے تمہاری حالت مُردوں کی سی کر دیتا ہے اور

(پارہ ۷ سورۂ انعام رکوع ۸) دن میں جو کچھ تم کرتے ہو اُس سے بھی واقف ہے۔

يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ جو کچھ لوگوں کے سامنے ہو رہا ہے یا جو ان کو معلوم ہے اور

وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ جو کچھ بعد میں ہونیوالا ہے یا اُن کے علم میں نہیں ہے خدا کو

مِنْ عِلْمِهٖ اِلَّا بِمَا شَآءَ وہ سب معلوم ہے اور اللہ کے علم تک اُس کی مرضی کے

(پارہ ۳ سورۂ بقرہ رکوع ۳۴) بغیر کسی کی رسائی نہیں ہو سکتی۔

اِنَّ رَبَّکُمُ اللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ " (پارہ ۸ س اعراف رکوع ۷)

تمہارا پروردگار وہ اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔

هُوَ الَّذِیْٓ اَنْشَاَکُمْ وَجَعَلَ لَکُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَةَ " (پارہ ۲۹ س ملک رکوع ۲)

وہی قادر مطلق ہے جو تم کو عالم وجود میں لایا اور جس نے تم کو کان، آنکھیں، اور دل جیسی نعمتیں عطا کیں "

اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ (پارہ ۲۹ الملک رکوع ۱)

اُسی نے موت اور زندگی کو پیدا کیا۔

هُوَ یُطْعِمُ وَلَا یُطْعَمُ (پارہ ۷ س انعام رکوع ۲)

وہ سب کو کھلاتا ہے مگر خود نہیں کھاتا نہ کوئی اسکو کھلا سکتا ہے۔

وَهُوَ الَّذِیْ یُنَزِّلُ الْغَیْثَ مِنْۢ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَیَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ ؕ وَهُوَ الْوَلِیُّ الْحَمِیْدُ۔ (پارہ ۲۵ س شوریٰ رکوع ۳)

وہی قادر مطلق ہو کہ جب لوگونکو بارش کیطرف سے بالکل ناامیدی ہو جاتی ہو تو وہ مینھ برساتا ہے اور اپنی رحمت عام کر دیتا ہو وہی سب کا کارساز ہے اور سزاوار حمد و ثنا ہو۔

یُجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَیَکْشِفُ السُّوْٓءَ (پارہ ۲۰ النمل رکوع ۵)

جب کوئی بیقرار ہو کر اُس سے التجا کرتا ہو تو وہ اُسکی التجا کو سُنتا اور اُسکی مصیبت کو دور کر دیتا ہے

وَاللّٰہُ وَلِیُّ الْمُؤْمِنِیْنَ (پارہ ۳ آل عمران رکوع ۷)

اللہ اپنے ایمان والے بندوں سے محبت رکھتا ہے

کَتَبَ رَبُّکُمْ عَلٰی نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ (پارہ ۷ سورہ انعام)

اے بندو! تمہارے پروردگار نے تمپر رحم و کرم کرنا اور تمہیں نعمتیں دینا اپنے ذمہ مقرر کر لیا ہے

اب وہ حدیثیں لکھی جاتی ہیں کہ جن سے عبد و معبود کے تعلق پر روشنی پڑتی ہے۔

(قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) حق اللہ علی عبادہ ان یعبدہ ولا

اللہ کا حق بندوں پر یہ ہو کہ بندے اُسی کی عبادت کریں اور کسی چیز کو بھی اُسکا شریک نہ بنائیں

یبشر کو ابہ شیئًا وحق العباد علی اللہ اذا فعلوٰہ ان لا یعذبھم (صحیح بخاری عن معاذ بن جبل)	اور بندوں کا حق اللہ پر یہ کہ جب وہ اللہ کا حق ادا کریں تب وہ انہیں عذاب نہ دے۔"
(قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) یاعباد اللہ قال ربکم ادعونی استجب لکم ان الذین یستکبرون عن عبادتی سید خلون جھنم (حصن حصین)	اے اللہ کے بندو! تمہارے پروردگار کا ارشاد ہے کہ مجھ سے دعا مانگو تاکہ میں تمہاری دعا قبول کروں اور جو بدبخت تکبر کرتے ہیں عبادت سے وہ عنقریب جہنم میں داخل ہونگے۔
یقول اللہ انا عند ظن عبدی بی وانا معہ اذا ذکرنی فان ذکرنی فی نفسہ ذکرتہ فی نفسہ وان ذکرنی فی ملاء ذکرتہ فی ملاء (بخاری)	حق تعالےٰ فرماتا ہے میں اپنے بندے کے گمان سے قریب ہوں اور میں اسکے ساتھ ہوں یعنی توفیق اور رحمت اور مدد کے ساتھ ہوں پس اگر وہ مجھ کو آہستہ سے یاد کرتا ہے تو میں بھی اسکو آہستہ سے یاد کرتا ہوں اور اگر وہ مجھ کو کسی جماعت میں بیٹھکر یاد کرتا ہے تو میں اسکو جماعت میں یاد کرتا ہوں (یعنی جماعت ملائکہ میں)

یہ حدیث شرح ہے قرآن مجید کی اُس آیت کی جسمیں حق تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ اے میرے بندو! تم مجھ کو یاد کرتے رہو میں تمہیں یاد رکھونگا اور میرا شکر کرتے رہو اور ناشکری نہ کرو۔ یہ آیت دوسرے پارے میں ہے۔

ما زال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احببتہ فکنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ ویدہ التی یبطش بھا ورجلہ التی یمشی بھا ولئن سألنی لاعطینہ	اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ نفل عبادتوں کے ذریعہ سے میرا بندہ میری قربت چاہتا ہے یہانتک کہ میں اُسے محبوب بنا لیتا ہوں اور میں اُسکے کان ہوجاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اسکی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اسکے ہاتھ ہوجاتا ہوں جن سے وہ پکڑتا ہے اور اسکے پاؤں ہوجاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے اگر وہ مجھ سے

وان استعاذنی لاعیذنہ
(بخاری عن ابوہریرہ)

کچھ مانگے تو میں اسے عطا کرتا ہوں اور اگر مجھ سے پناہ مانگے
تو میں اسے پناہ دیتا ہوں۔

ان للہ ملآئکۃ یطوفون فی
الطرق یلتمسون اھل الذکر
فاذا وجدوا قوما یذکرون اللہ
تنادوا ھلموا الی حاجتکم فیحفو
نھم باجنحتھم الی السماء
الدنیا فاذا تفرقوا عرجوا
الی السماء فیسالھم ربھم و
ھو اعلم بھم منھم من این
جئتم فیقولون جئنا من عند
عباد لک فی الارض فیسالھم
ربھم ما یقول عبادی قالوا
یسبحونک ویحمدونک فیقول
ھل راونی فیقولون لا
فیقول کیف لو راونی فیقولون
فیقولون لو راوک کانوا اشد
لک عبادۃ واشد لک تحمیدا
فیقول فما یسالونی قالوا
یسالونک الجنۃ فیقول و
ھل راوھا فیقولون لا

بلاشبہ خدا کے کچھ فرشتے ہیں کہ وہ پھرتے رہتے ہیں راستوں میں اور
ڈھونڈتے ہیں خدا کے یاد کرنیوالوں کو پھر جب پاتے ہیں اُس
گروہ کو کہ جو خدا کی یاد میں مصروف ہوتے ہیں تو آپس میں
پکارتے ہیں کہ جلد آؤ اپنے مقصد کو پھر اُن ذاکرین کو وہ چھالیتے
ہیں اپنے پروں سے پہلے آسمان تک۔ پھر جب ذاکرین متفرق اور
منتشر ہوجاتے ہیں تو فرشتے آسمان پر چڑھ جاتے ہیں پھر اُن سے
اُن کا پروردگار پوچھتا ہے حالانکہ وہ ان کا حال اُن سے زیادہ
جانتا ہے کہ تم کہاں سے آئے ہو تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تیرے
بندوں کے پاس سے آئے ہیں جو زمین پر ہیں پھر اللہ تعالیٰ
اُن سے پوچھتا ہے کہ میرے بندے کیا کہتے ہیں؟ فرشتے
عرض کرتے ہیں کہ رب العزت وہ تیری تسبیح و تحمید
کرتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کیا انہوں نے مجھے دیکھا
ہے؟ فرشتے کہتے ہیں کہ نہیں ارشاد ہوتا ہے کہ اُن کا کیا حال ہو
اگر وہ مجھ کو دیکھ لیں فرشتے عرض کرتے ہیں کہ خداوندا اگر
وہ تجھے دیکھ لیں تو تیری بہت عبادت کریں اور تیری بہت
بزرگی بیان کریں پھر حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ کیا وہ مجھسے
کچھ مانگتے ہیں فرشتے جواباً عرض کرتے ہیں کہ ہاں وہ بہشت
مانگتے ہیں ارشاد فرماتا ہے کہ کیا اُنہوں نے بہشت کو دیکھا ہے
ملائکہ کہتے ہیں کہ نہیں پھر اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ کیا حال ہو

فَيَقُوْلُ فَكَيْفَ لَوْ رَاَوْهَا	اُن کا اگر وہ بہشت کو دیکھ لیں فرشتے کہتے ہیں کہ اگر وہ
يَقُوْلُوْنَ لَوْ اَنَّهُمْ رَاَوْهَا	دیکھ لیں تو اس کے لئے بہت حرص کریں اور بہت طلب
كَانُوْا اَشَدَّ عَلَيْهَا حِرْصًا	کریں پھر حق تعالے پوچھتا ہے کہ میرے بندے کس چیز سے
وَاَشَدَّ لَهَا طَلَبًا فَيَقُوْلُ مِمَّا	پناہ مانگتے ہیں فرشتے کہتے ہیں کہ دوزخ سے ارشاد ہوتا
يَتَعَوَّذُوْنَ يَقُوْلُوْنَ مِنَ النَّارِ	ہے کہ کیا انہوں نے دوزخ کو دیکھا ہے فرشتے کہتے ہیں کہ نہیں
يَقُوْلُ هَلْ رَاَوْهَا يَقُوْلُوْنَ	پھر ارشاد ہوتا ہے کہ کیا حال ہو ان کا اگر وہ دیکھ لیں
لَا يَقُوْلُ فَكَيْفَ لَوْ رَاَوْهَا	فرشتے کہتے ہیں کہ اگر وہ دوزخ کو دیکھ لیں تو اس سے
يَقُوْلُوْنَ لَوْ اَنَّهُمْ رَاَوْهَا كَانُوْا	بہت بھاگیں اور بہت ڈریں۔ پھر حق تعالے فرماتا ہے
اَشَدَّ مِنْهَا فِرَارًا وَاَشَدَّ لَهَا	کہ اے فرشتو! میں تم کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے ان کو
مَخَافَةً فَيَقُوْلُ فَاُشْهِدُكُمْ اَنِّيْ	بخشدیا۔
قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ (بخاری وسلم عن ابو ہریرہ)	

ان آیتوں اور حدیثوں سے یہ ثابت ہے کہ درحقیقت خدا اور بندے کا تعلق ہر تعلق سے زیادہ مستحکم اور ہر رشتے سے زیادہ محترم ہے پس ہر سلیم العقل انسان کا یہ فرض ہے کہ وہ صرف اللہ کو اپنا خالق اپنا مالک اور اپنا رازق مانکر اُسی کے آگے سر جُھکائے اُسی کی عبادت کرے اور ہر کام میں اُسی کی رضامندی اور خوشنودی کو پیش نظر رکھے۔ اسمیں ذرا بھی شبہ نہیں کہ خدائے برحق واحد و یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں وہ معبود حقیقی بے نیاز ہے اسکو کسی چیز کی حاجت نہیں وہ تمام مخلوق کو پالتا ہے ہر جاندار کو رزق پہونچاتا ہے ہر چیز اُسی نے پیدا کی ہے دُنیا کی تمام نعمتیں اُسی منعم کی طرف سے ہیں اور دُنیا کی ہر شے کی خلق و تربیت میں اُسی ذات لایزال کا تصرف ہے۔

رسُول اور اُمتی کا تعلق

اس باب میں بھی ہم پہلے قرآن مجید کی وہ آیتیں درج کرتے ہیں کہ جن سے رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم اور ایک مومن کا تعلق واضح ہوتا ہے۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ؕ

(پارہ ۲۶ س فتح رکوع ۱۲)

محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) خدا کے بھیجے ہوئے پیغمبر ہیں۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْہِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِہِمْ یَتْلُوْا عَلَیْہِمْ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیْہِمْ وَیُعَلِّمُہُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۝

(پارہ ۴ س آل عمران رکوع ۱۷)

اللہ نے مومنوں پر یہ بڑا احسان کیا کہ اُن کی ہدایت کے لئے اُن ہی میں سے ایک رسول بھیجا جو اُن کو خدا کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور انکو کفر و شرک کی گندگی سے پاک کرتا ہے اور کتاب الٰہی (قرآن) اور دانائی کی باتیں انکو تعلیم کرتا ہے اور اس سے پہلے یقیناً وہ صریح گمراہی میں تھے۔

اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ ۔

(پارہ ۳ س آل عمران رکوع ۱۲)

اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ ہمارے بندوں سے کہدو کہ اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو کہ اللہ بھی تم کو دوست رکھے۔

اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا ۚ

(پارہ ۷ س مائدہ رکوع ۱۲)

اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو اور نافرمانی سے بچتے رہو۔

مَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا ۝ (پارہ ۲۲ س احزاب رکوع ۹)

جس نے خدا اور اُسکے رسول کا حکم مانا اُس نے بڑی کامیابی حاصل کی۔

مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ ۚ

(پارہ ۵ النساء رکوع ۱۱)

جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم مانا اُس نے اللہ ہی کا حکم مانا۔

مَآ اٰتٰىکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَہٰىکُمْ عَنْہُ فَانْتَہُوْا ۔ (پارہ ۲۸ س حشر رکوع ۱)

رسول اللہ تم کو جو کچھ (حکم) دیں اس کو قبول کرو اور جس کام سے منع کریں اسکو چھوڑدو

مَا کَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَۃٍ اِذَا

کسی مسلمان مرد اور کسی مسلمان عورت کو

قَضَى اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَمْرًا اَنْ یَّکُوْنَ لَھُمُ الْخِیَرَۃُ مِنْ اَمْرِھِمْ
(پارہ ۲۲ س احزاب رکوع ۵)

شایاں نہیں کہ جب خدا اور اسکا رسول اُنکے بارے میں کوئی بات طے کردیں تو پھر اُسمیں وہ اپنی رائے کو دخل دیں اور اپنی مرضی سے کام لیں۔

اب چند حدیثیں لکھی جاتی ہیں:۔

(قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَمَالِہٖ وَاَھْلِہٖ وَنَفْسِہٖ۔ (نسائی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص ایماندار نہیں ہوسکتا جب تک میں اُسے اُس کے باپ اُس کے بیٹے اُسکے مال اس کے اہل اور اُس کے نفس سے زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں۔

شارحین کرام نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ بظاہر اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جبرًا دلوں پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس حدیث کا مضمون نہایت اہم ہے اور اس کی تعمیل نہایت ضروری ہے مشاہدات سے یہ بات ثابت ہے کہ کوئی قوم اُس وقت تک ترقی حاصل نہیں کرسکتی اور کامیاب نہیں ہوسکتی جب تک کہ وہ اپنے آقا اپنے سردار اور اپنے ہادی کے احکام کی پیروی کرنے میں جان تک فدا کرنے کو تیار نہ ہو۔ ؎

دررہِ منزلِ لیلیٰ کہ خطرہاست بجاں
شرطِ اوّل قدم آں است کہ مجنوں باشی

("لیلیٰ" کے گھر کے رستے میں جان تک کے خطرے ہیں بس پہلا قدم اُٹھانے کے لیئے یہ شرط ہے کہ تو مجنوں ہو۔)

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ

حضور نے فرمایا میں قسم کھاتا ہوں اُس ذات کی جسکے قبضہ میں میری جان ہے کہ تم میں سے کوئی شخص

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ نَفْسِہٖ "(بخاری عن ابن ہشام) اُسوقت تک کامل الایمان نہیں ہوسکتا جب تک میں اسکو اُس کے نفس سے بھی زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں"

مَنْ کَانَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِمَّا سِوَاھُمَا فَوَجَدَ حَلَاوَۃَ الْاِیْمَانِ (بخاری عن انس) جس شخص کو اللہ اور اُس کا رسول تمام عالم سے زیادہ محبوب ہو وہ بے شک ایمان کی شیرینی کا مزہ پائیگا۔

لِکُلِّ نَبِیٍّ دَعْوَۃٌ یَدْعُوْھَا فَاُرِیْدُ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ اَنْ اَخْتَبِیَ دَعْوَتِیْ شَفَاعَۃً لِاُمَّتِیْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ" (بخاری عن ابوہریرہ) حضور نے فرمایا ہر ایک پیغمبر کی ایک "مقبول دُعا" ہوتی ہے کہ اسکو وہ مانگتا ہے اور میں چاہتا ہوں انشاءاللہ کہ محفوظ رکھوں اپنی مقبول دُعا کو قیامت کے دن تک اپنی اُمت کی شفاعت کیلئے"

اِن تصریحات سے یہ حقیقت بالکل ظاہر ہے کہ سرورِ عالم رسولِ محترم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی محبت اور اطاعت پر ہی نجات کا دارومدار ہے پس ہر مومن کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنے آقا و مولا ہادی و رہبر کے ساتھ سچا عشق پیدا کرے اور حضور کے ہر ارشاد کی نہایت خلوص کے ساتھ تعمیل کرے لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ۔

ماں باپ کی تابعداری

قرآن مجید کے پندرھویں پارے سورۂ بنی اسرائیل میں اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ والدین کے ساتھ ہمیشہ حُسنِ سُلوک سے پیش آؤ خصوصاً اُن کے بڑھاپے کے وقت میں تو اُن کے سامنے "اُف" بھی نہ کرو اور اُن کو کسی بات پر ہرگز نہ جھڑکو اگر اُن کی کسی بات سے تم کو اختلاف ہو تو نہایت ادب کے ساتھ اُن سے عرض و معروض کرو اور اُن کے ساتھ ہمیشہ محبت و اخلاص کا برتاؤ رکھو اور اُن کے حق میں دُعائے خیر کرتے رہو اور دُعا میں یہ کہو کہ اے میرے پروردگار جسطرح اُنھوں نے مجھے چھوٹے سے کو پالا ہے اور میرے حال پر رحم کرتے رہے ہیں اسی طرح تو بھی اُن کے حال پر رحم فرما"

چھبیسویں[۲۶] پارہ سورۂ احقاف میں ارشاد ہے کہ "ہمنے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کی تاکید کی ہے اور اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ اُس کی ماں نے تکلیفیں اُٹھا کر اُسے پیٹ میں رکھا اور تکلیفیں اُٹھا کر اُس کو جنا اور اُس کا پیٹ میں رہنا اور اُس کے دودھ کا چھوٹنا کم سے کم تیس مہینے میں جا کر تمام ہوا ہے"

دوسرے پارہ سورہ بقرہ میں فرمایا ہے کہ اے مسلمانو! تم کو حکم دیا جاتا ہے کہ جب تم میں سے کسی کو اپنی موت کے آثار نظر آنے لگیں اور وہ اپنے بعد کچھ مال چھوڑنے والا ہو تو اسکو چاہیئے کہ اپنے ماں باپ اور رشتہ داروں کے لئے مناسب طور پر وصیّت کر جائے جو لوگ خدا سے ڈرتے ہیں اُن پر اُن کے قرابت داروں کا یہ بھی ایک حق ہے پھر ارشاد ہے کہ "اے میرے بندے میرا بھی شکر گزار رہ اور اپنے ماں باپ کا بھی"

اِکیسویں[۲۱] پارے سورۂ لقمان میں فرمایا ہے کہ "اے بندے اگر تیرے ماں باپ تجھ کو اس بات پر مجبور کریں کہ تو ہمارے ساتھ کسی کو شریک خدائی بنا اور یہ ایک ایسی بات ہے جسکی تیرے پاس کوئی دلیل ہو ہی نہیں سکتی تو اس میں تو ان کا کہنا نہ ماننا البتہ دُنیا کے کام میں اُن کا اچھی طرح سے ساتھ دینا (اور ہر طرح اُن کا ادب و احترام کرنا)

پانچویں پارہ سورۂ نسار میں ہے کہ اے لوگو! ماں باپ اور قرابت داروں اور پڑوسیوں اور مسافروں اور خادموں کے ساتھ عمدہ سلوک کرو"

ابوداؤد میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور دریافت کیا کہ یا حضرت کون شخص میرے حُسنِ سلوک کا زیادہ حق دار ہے؟ حضور نے فرمایا تمہاری ماں پھر تمہارے والد پھر تمہارے قریبی رشتہ دار" پھر حضور نے ایک موقع پر فرمایا کہ اُس شخص کی پیشانی خاک آلود ہو جس نے اپنے والدین کو حالتِ ضعیفی میں پایا اور اُن کی خدمت کر کے اپنے آپ کو جنت کا مستحق نہ بنایا"

صحیح مسلم میں ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ میں ہجرت اور جہاد کے واسطے آپ کے حکم کا طلبگار ہوں تا کہ خدا سے اس کا اجر پاؤں حضور نے فرمایا تمہارے والدین میں سے کوئی زندہ ہے؟ کہا دونوں زندہ ہیں۔ پھر حضور نے فرمایا تم یہ چاہتے ہو کہ نیک کام کرکے خدا سے اس کا اجر پاؤ سائل نے کہا ہاں ارشاد فرمایا تم اپنے ماں باپ کے پاس چلے جاؤ اور اُن کی خوب خدمت کرو۔

نسائی میں ہے کہ ایک شخص حضور اقدس کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا یا رسول اللہ میں چاہتا ہوں کہ آپ کی کچھ خدمت کرکے سعادت دارین حاصل کروں حضور نے پوچھا تمہارے والدین زندہ ہیں؟ کہا ہاں زندہ ہیں اور جس وقت میں گھر سے روانہ ہوا تو ان کو بے حد رنج ہوا اور وہ رونے لگے یہ سُنکر حضور اکرم نے فرمایا اے شخص تم فوراً اپنے والدین کے پاس جاؤ اور جتنا تم نے اُن کو رُلایا ہے اُتنا ہی ہنساؤ اور جہاں تک تم سے ہوسکے اُن کی خدمت کرو۔

ابو داؤد میں ہے کہ یمن کا ایک باشندہ ہجرت کرکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں آیا آپ نے پوچھا تمہارے وطن میں تمہارا کوئی بزرگ موجود ہے اُس نے کہا ہاں میرے والدین ہیں پھر آپ نے پوچھا کیا انہوں نے تمہیں ہجرت کی اجازت دی ہے؟ اُس نے جواب دیا "نہیں" حضور نے فرمایا تم اُن کے پاس واپس چلے جاؤ اور اُن سے اجازت طلب کرو اگر وہ تم کو اجازت دیں تو ہجرت کرنا ورنہ اُن ہی کی خدمت کرتے رہنا۔

ایک موقع پر حضور نے فرمایا بڑا بدنصیب ہے وہ شخص جو ماں باپ کے ساتھ حُسنِ سلوک سے پیش نہ آئے اور اُن کی نافرمانی کرے پھر فرمایا کچھ شک نہیں کہ جنت ماں کے قدموں میں ہے۔ (نسائی)

جنابہ اسماء بنت حضرت ابوبکرؓ بیان کرتی ہیں کہ شروع اسلام میں میری

ماں مُشرکہ تھیں ایک روز وہ میرے پاس آئیں تو مجھے اُن سے ملنے میں تامل ہوا پھر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے جاکر دریافت کیا کہ میری والدہ میرے پاس آئی ہیں اور وہ اسلام کی طرف راغب بھی ہیں اگر اجازت ہو تو میں اُن سے مُلاقات کروں؟ حضور نے فرمایا اے اسمار اپنی ماں کے ساتھ حُسن سلوک سے پیش آؤ۔ (ابوداؤد)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم صحنِ مسجد میں جلوہ افروز تھے کہ آپ کے رضاعی باپ (یعنی حضرت حلیمہ سعدیہ کے خاوند) آئے آپ نے اُن کے لئے اپنی چادر کا ایک کونہ بچھا دیا اور وہ اُس پر بیٹھ گئے پھر حضرت حلیمہ سعدیہ تشریف لائیں حضور اکرم نے چادر کا دوسرا کونہ اُنکے واسطے بچھا دیا اور وہ اُس پر بیٹھ گئیں (اس طرزِ عمل سے حضورؐ نے لوگوں کو یہ سبق دیا کہ والدین کا احترام کرو) (ابوداؤد)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ وسلم سے دریافت کیا کہ یا حضرتؐ والدین کی خدمت میں سے کوئی خدمت ایسی بھی ہے جسے میں اُن کی وفات کے بعد بجالا سکوں؟ حضور نے فرمایا کیوں نہیں وفات کے بعد اُن کی خدمت یہ ہے کہ اُن کے لئے دُعا اور استغفار پڑھو، اُن کے عہد و پیمان کو پورا کرو اور اُن کے احباب کی خاطر و تواضع کرو۔" (ابوداؤد)

فقہ کی تمام معتبر کتابوں میں لکھا ہے کہ والدین کا حق بہت بڑا ہے اُنکا احترام اُن کی خدمت اُن کی اطاعت اور اُن کی فرمانبرداری واجب ہے اُن کے ساتھ بدسلوکی کرنا اُن کی نافرمانی کرنا اُن سے مغرورانہ اور متکبرانہ انداز میں بات چیت کرنا ان کی توہین کرنا ان کو نام لیکر پکارنا ان کے سامنے بیہودہ باتیں کرنا یہ سب باتیں گناہ کبیرہ ہیں حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اُسکی

عمر دراز ہو اور اس کی روزی میں برکت ہو اور دنیا اور آخرت میں اس کو سعادت حاصل ہو اس کو چاہئے کہ والدین کی خدمت کرے ان کی تابعداری سے روگردانی نہ کرے اور ان کو راضی رکھنے کی کوشش کرے۔"

اولاد کی تعلیم و تربیت

"کنز الاخلاق" میں ہے کہ جس شخص نے حلال کمائی سے اپنی اولاد کو پرورش کیا اور سلیقہ سکھایا اور نیک سلوک کیا اور شادی کی بے شک وہ شخص "عباد الصالحین" (اللہ کے نیک بندوں) میں شامل ہو گیا۔"

بخاری میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا باپ کا کوئی عطیہ بیٹے کے لئے اس عطیئے سے بڑھ کر نہیں کہ اسکی تعلیم و تربیت اچھی کرے اور اولاد کی تعلیم و تربیت میں صرف کرنا صدقہ اور خیرات سے بہتر ہے۔

(ف) بعض ناعاقبت اندیش "متمول" حضرات اپنے مال و زر کی کثرت پر نظر ڈالکر یہ کہا کرتے ہیں کہ ہماری اولاد کے گزارے کے لئے ہمارا اندوختہ کافی ہے پس ہمیں اپنی اولاد کو تعلیم دلانے کی ضرورت نہیں، حقیقت یہ ہے کہ یہ خیال نہایت احمقانہ ہے تعلیم کا مقصد محض روٹیاں کمانا نہیں ہے بلکہ خیال اور عمل کی اصلاح ہے واقعات شاہد ہیں کہ جو لوگ اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت کی طرف کافی توجہ نہیں کرتے ان کی اولاد بالعموم بداخلاق بداطوار اور غیر مہذب ہوتی ہے اور والدین کے مرنے کے بعد "سرمائے" کو محفوظ نہیں رکھتی پس ہر سمجھدار شخص کو لازم ہے کہ وہ تعلیم و تربیت کا خیال رکھے "خیر الوصایا" میں ہے کہ بہترین شخص وہ ہے جو اپنی اولاد کے حقوق کو ادا کرے اور بچوں کی تعلیم و تربیت میں کوتاہی نہ کرے اور دین داری کی باتیں سکھائے" "درِ مختار" اور "ہدایہ" میں لکھا ہے کہ ہر "صاحبِ اولاد" شخص کو لازم ہے کہ اولاد کی پرورش اور تربیت میں قصور نہ کرے خواہ لڑکی ہو یا لڑکا دونو کے ساتھ یکساں محبت اور

سلوک کرتا رہے - اولاد کا نام بُرا نہ رکھے دینی اور دُنیوی تعلیم دلائے ان کے عقائد درست کرے اور بُری صحبت سے محفوظ رکھے - اگر خود اُسکو فرصت نہ ہو تو دوسرے لوگوں کو نگرانی پر مقرر کرے - جب بچّے بالغ ہو جائیں تو ان کا اچھی جگہ نکاح کرے"

امام غزالیؒ لکھتے ہیں کہ تمہاری نابالغ اولاد مثل نرم و نازک لکڑی کے ہے اگر تم اسکو سیدھا رکھوگے تو وہ سیدھی رہیگی اور اگر تم اسکو ٹیڑھا کروگے تو وہ ٹیڑھی ہوجائیگی تمہیں اختیار ہے کہ جس حالت کو چاہو اختیار کرو" (مطلب یہ ہے کہ شروع ہی سے اولاد کی بہترین تربیت کرو تاکہ آئندہ زندگی میں وہ بداخلاق نہ ہو-)

پرورشِ یتامیٰ قرآن مجید کے دُوسرے پارے سورۂ بقر میں حقتعالےٰ نے ارشاد فرمایا ہے، (نیک بندے وہ ہیں جو)

"مال دیتے ہیں اللہ کی محبت میں قرابت داروں" "یتیموں" محتاجوں، مسافروں، اور سائلوں کو" (پ۲ س بقر رکوع ۲۲) پانچویں پارے میں ارشاد ہے "یتیموں کے ساتھ عمدہ سلوک کرتے رہو- تیسویں پارے میں فرمایا ہے کہ "بھوک کے وقت کسی یتیم کو کھانا کھِلا دینا خاصکر وہ اپنا رشتہ دار بھی ہو (بہترین عمل ہے) پھر ارشاد ہے کہ کسی یتیم پر قہر نہ کرو"

صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "میں" اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنّت میں ایسے قریب ہونگے جیسے انگوٹھے کے پاس کی اُنگلی" "صحیح مسلم" میں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضور نے فرمایا جو شخص مسلمانوں میں سے کسی یتیم کو کھِلانے پلانے کے واسطے اپنے گھر لے جائے اللہ تعالےٰ اُسے جنّت میں داخل کرے گا سوائے اس صورت کے کہ اُس نے کوئی ایسا گناہ کیا ہو جو معاف نہیں ہوسکتا" شارحین کرام نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ اس حدیث کا یہ مطلب ہے کہ ایک کارِ خیر کے جس میں

جنّت کا وعدہ ہو کسی شخص کو ایسا بے خوف نہیں ہو جانا چاہیئے کہ ممنوعات کا خیال نہ رکھے۔" ترمذی میں حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے لوگو! آگاہ رہو کہ جو شخص کسی مالدار یتیم کا ولی ہو اُسے چاہیئے کہ اس کے مال کو تجارت میں لگائے (اور اسکو فائدہ پہونچائے) ایسا نہ ہو کہ یتیم کے مال کو کسی کام میں نہ لگایا جائے اور بس اُس کی زکوٰۃ ہی ادا کر کے اس کو ختم کر دیا جائے۔" مطلب یہ ہے کہ جو شخص کسی مالدار یتیم کا کفیل ہو اسکو چاہیئے کہ یتیم کے سرمائے کو تجارت میں لگا کر نہایت دیانتداری کے ساتھ اس کے نفع کو محفوظ رکھے۔"

"ابو داؤد میں حضرت علی کرم اللہ تعالےٰ وجہہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی یتیم بالغ ہو جائے تو پھر وہ یتیم نہیں رہتا اور اسکو یتیم نہیں کہنا چاہیئے۔

"کنز الاخلاق" میں لکھا ہے کہ ایکمرتبہ عید کے دِن نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ایک یتیم بچّے کو دیکھا کہ رو رہا ہے حضور نے فرمایا اے لڑکے تم کیوں روتی ہو اُس نے کہا میری امّاں اور میرے باپ نہیں ہیں، اب میں کس کے ساتھ نماز کیلئے جاؤں حضور نے فرمایا اے بچّے تو رنجیدہ نہ ہو محمّد تیرا باپ ہے فاطمہ تیری بہن ہے اور حسن حسین تیرے بھائی ہیں آ میرے ساتھ مکان پر چل۔ اسکے بعد حضور نے اسکو نہلایا کپڑے پہنائے اسکو خرمے دئے اور ہر طرح اسکی دلنوازی کی:-

"خیر الوصایا" میں حضرت ابو عبداللہ تیمیؒ فرماتے ہیں کہ اے اولاد والو! ذرا اُس بیکس کے حال پر نظر ڈالو جو باپ کے سائے سے اور ماں کے آغوشِ محبت سے محروم ہو گیا ہو اور اُسکی آرزوئیں اور تمنّائیں ناکامی اور مایوسی کے پہاڑ سے ٹکرا رہی ہوں تمہیں کیسا صدمہ ہوتا ہے جب تم ایک لمحہ کے لئے یہ خیال کرتے ہو کہ تمہارا

انتقال ہو جائے اور تمہارے بچے یتیم ہو کر دوسروں کے رحم و کرم کا انتظار کریں پس اگر تمہارے قلب میں انسانی ہمدردی، مذہبی جوش در حقوق العباد کا احترام ہے تو خدا کے لئے یتیموں کی خبر گیری کرتے رہو اور حتی الامکان اُن کی امداد و اعانت کرو "تقویم الاخلاق" میں ہے کہ ایک سچے مومن کا یہ فرض ہے کہ اگر اُس کی مالی حالت اچھی ہے اور خدائے رحیم و کریم نے اُس کو دولتمند بنایا ہے تو وہ اپنے غریب رشتہ داروں پڑوسیوں اور یتیموں کی پرورش کرے اور اُن کی خدمت سے غافل نہ ہو بھلا اس سے بڑھکر اور کونسا ظلم ہو سکتا ہے کہ تم تو عیش و آرام کے ساتھ اپنے عالیشان مکانوں میں زندگی بسر کرو اور تمہارے محلے کے غریب مسلمان اور یتیم بچے بھوک اور پیاس کی مصیبت برداشت کریں۔ اے دولتمندو! خدائے علیم و خبیر نے جان بوجھکر کسی کو امیر اور کسی کو غریب بنایا ہے اور صرف اس لئے کہ ایثار، ہمدردی اور خدا ترسی کا امتحان لیا جائے"

علامہ ابوالخیر مقدسیؒ اپنے ملفوظات میں فرماتے ہیں کہ وہ "دل" پتھر سے بدتر ہے کہ جس میں خدا کا خوف نہ ہو اور وہ شخص بہائم سے بدتر ہے کہ جسکو یتیم کے ساتھ ہمدردی نہ ہو۔ اے مسلمانو! اگر آقائے محترم رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ارشادات کا تم احترام کرتے ہو تو یاد رکھو جس نے یتیم کی کفالت کی اور اسکو مثل اولاد کے پرورش کیا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ جنت میں داخل ہوگا۔

"کیمیائے سعادت" میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم یتیموں کے حال پر رحم و کرم فرمایا کرتے تھے اور اپنے اصحاب کو بھی یتیموں کی امداد و اعانت کی طرف توجہ دلایا کرتے تھے حضور نے خود یتیمی کی حالت کا اندازہ فرمایا تھا اور آپ کے پدر بزرگوار آپ کی ولادت سے قبل ہی انتقال فرما چکے تھے اسی لئے آپ کو یتیموں کے ساتھ بے حد

ہمدردی تھی، پس طالبانِ سلوک اور حامیانِ سنت کو لازم ہے کہ وہ یتیموں کی دستگیری کریں "حقوق المسلمین" میں ہے کہ یتیم کو پرورش کرنا، اُنکی تعلیم کے لیئے کوشش کرنا اُس کے اخلاق و اعمال کی اصلاح میں سعی کرنا اور اُس کو صحیح عقیدے بتانا یہ تمام کام باعثِ خوشنودی خدا و رسول اور باعثِ خیر و برکت اور باعثِ اجرِ عظیم ہیں،

مومن کا مومن سے تعلق

"قرآنِ حکیم" کے چھبیسویں پارے سورہ حجرات میں ارشاد ہے کہ "مسلمان سب آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ دوسری جگہ فرمایا ہے کہ مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ایک دوسرے کے معاون اور حامی ہیں"۔

چوتھے پارے سورۂ آلِ عمران میں ہے کہ اے مسلمانو سب مل کر مضبوطی سے دین کی رسی کو پکڑے رہو، اور آپس میں افتراق پیدا نہ کرو، (پ ۴ سورہ آل عمران رکوع ۱۱)

بخاری میں حضرت انس رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے مسلمانو! تم میں کوئی شخص کامل الایمان نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لیئے وہی چیز پسند نہ کرے جو وہ اپنے لیئے پسند کرتا ہے،

ترمذی میں حضرت ابوہریرہ رضہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس نے فرمایا ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر پانچ حق ہیں (۱) سلام کا جواب دینا۔ (۲) بیمار پرسی کرنا۔ (۳) جنازے کے ساتھ جانا۔ (۴) کھانے کی دعوت قبول کرنا (۵) چھینک کا جواب دینا۔

"صحیح مسلم" میں حضرت ابنِ مسعود رضہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں قسم کھاتا ہوں اُس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ تم میں سے کوئی شخص جنت میں داخل نہ ہوگا جب تک کہ وہ اپنے بھائی مسلمان سے دلی محبت نہ کرے،

پھر فرمایا، اے مسلمانو! میں تمھیں ایک ایسی بات بتلاتا ہوں کہ جب تم اُسے کروگے تو آپس میں محبت کروگے، اور وہ یہ ہے کہ آپس میں ایک دوسرے کو سلام کیا کرو،

مشکوٰۃ " میں ہے کہ فرمایا حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ باہمی محبت میں ایمان والوں کی مثال ایک جسم کی سی ہے کہ جب اُس کے کسی عضو کو تکلیف ہوتی ہے تو تمام جسم بےچین ہوجاتا ہے "

حضرت سعدیؒ نے اس حدیث کے مضمون کو اس طرح نظم کیا ہے۔

بنی آدم اعضائے یکدیگرند ۔۔۔ کہ در آفرینش زیک جوہر اند

چو عضوے بدرد آورد روزگار ۔۔۔ دگر عضوہا را نماند قرار

یعنی بنی آدمؑ ایک دوسرے کے اعضا ہیں کہ پیدائش میں ایک ہی اصل سے ہیں، جب ایک عضو کو تکلیف ہوتی ہے تو دوسرے اعضا کو بھی آرام نہیں ملتا وہ بھی شریکِ درد ہوتے ہیں، پس جو مدعیِ اسلام " اپنے بھائی مسلمان کی تکلیف سے متاثر نہیں ہوتا درحقیقت اس کا دعویٔ اسلام غلط ہے، اُس کو چاہیے کہ صحیح معنوں میں مسلمان بننے کی کوشش کرے "

" ترمذی " میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا جب کوئی شخص کسی کو اپنا بھائی بنائے تو اُس کو چاہیے کہ اُس کا نام دیتہ ضرور دریافت کرلے، کیونکہ اس سے رشتہ محبت میں استحکام پیدا ہوگا، (اور خط وکتابت اور ملاقات میں آسانی ہوگی)

ابوداؤد میں ہے کہ حضور نے ارشاد فرمایا خدا کے بندوں میں سے بہت سے ایسے ہیں کہ نہ وہ نبی ہیں نہ شہید، مگر قیامت کے دن اُنکو خدا تعالیٰ کا اسقدر قرب حاصل ہوگا کہ نبی اور شہید اُن پر رشک کرینگے، صحابہؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ وہ کون خوش نصیب ہیں؟ حضور نے فرمایا وہ وہ لوگ ہیں جو خالِصًا لوجہ اللہ ایسے لوگوں سے محبت کرتے ہیں، جن سے نہ اُن کا کوئی رشتہ ہوتا ہے اور نہ کوئی قرابت ہوتی ہے نہ کوئی مال ملنے کی توقع ہوتی ہے، واللہ اُن کے چہرے پرنور ہوگا اور وہ فائز المرام ہونگے، اور جس دن ہر نفس خائف ہوگا وہ ہر قسم کے خوف وہراس سے آزاد ہونگے، اور جب ہر شخص مسترد ہوگا وہ رنج والم سے

محظوظ ہوئے (شارحین نے لکھا ہے کہ اس حدیث میں رشتہ اخوت کی طرف اشارہ ہے)

ابوداؤد میں ہے ایک مومن دوسرے مومن کا بھائی ہے، پس نہ اُس پر ظلم کرے اور نہ اُسے تکلیف پہونچائے، اور جو شخص اپنے بھائی کی ضرورت پوری کریگا۔ حق تعالےٰ اسکی ضرورت پوری کریگا، اور جو کوئی مسلم کسی مسلم کی تنگی دُور کریگا اللہ تبارک وتعالےٰ قیامت کے دن اُسکی سختی دُور کریگا، اور جو شخص کسی مسلم بھائی کی پردہ پوشی کرے گا حقتعالیٰ قیامت کے دن اُسکی پردہ پوشی فرمائیگا،

صحیح مسلم ہے کہ جو شخص کسی مومن کی اعانت کریگا اللہ اُسکی اعانت کریگا۔ اور جو شخص کسی مومن کو ضرر پہونچائیگا اللہ اُسکو ضرر پہونچائیگا، اور اے لوگو یاد رکھو جب تم اپنے کسی مسلمان بھائی کی مدد کرتے ہو تو ملائکہ تمھارے حق میں دُعا کرتے ہیں اور تمھارے نامۂ اعمال میں بہت سی نیکیاں لکھی جاتی ہیں،

تاریخ وسیر کی کتابوں سے ثابت ہے کہ صحابۂ کرام آپس میں مثل حقیقی بھائیوں کے محبت رکھتے تھے، اور جن کی مالی حالت اچھی ہوتی تھی وہ اپنے غریب بھائیوں کی امداد و اعانت کرتے تھے، کاش اس زمانہ میں بھی ایسی وحدت واخوت پیدا ہوجائے اور امداد باہمی کی تحریک کامیاب ہوجائے تو مسلم قوم میں ایک شخص بھی محتاج نظر نہ آئے،

میاں بیوی کے تعلقات

مرد و زن کے معاشرتی تعلقات کی نسبت اسلام نے جیسی پاکیزہ تعلیم دی ہے کسی مذہب نے نہیں دی،

قرآن مجید میں حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے،

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ عورتیں تمھاری پوشاک ہیں اور تم انکی پوشاک ہو،

دوسری جگہ فرمایا ہے۔

وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوا	خدا کی قدرت کی نشانیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اُس نے تمھارے لیے تمھاری ہی جنس سے تمھاری بیویاں پیدا کیں تاکہ تم کو اُن سے راحت و آرام

اِلَیْہَا وَجَعَلَ بَیْنَکُمْ مَّوَدَّۃً ۔ الآیہ | اور خدا نے تمھارے درمیان پیار اور خلاص پیدا کیا ۔

حقیقت یہ ہے کہ قدرت نے میاں بیوی میں ایک خاص کشش رکھی ہے ، روزمرہ دیکھنے میں آتا ہے کہ دو اجنبی ہستیاں جو پہلے سے آپس میں مانوس اور متعارف نہیں ہوتیں ایجاب و قبول کے مدارج طے ہونے ہی ایک دوسرے پر شیدا و فریفتہ ہوجاتی ہیں ، اور ہر رشتہ سے زیادہ گہرا تعلق اُن میں پیدا ہوجاتا ہے ، اگر یہ نظام قدرت نہیں تو اور کیا ہے ؟ پھر اس تعلق کو خوشگوار صورت میں قائم رکھنے کے لیے اسلام نے جو ہدایات کی ہیں وہ یہ ہیں ،

شوہر کے فرائض

ترمذی میں حضرت انس رضؓ سے روایت ہے کہ فرمایا حضور داعیِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے ، اے لوگو ! عورتوں سے اچھی طرح پیش آؤ ، وہ تمھارے عقدِ نکاح میں ہیں ۔ (انکی تمام آرزوئیں اور تمنائیں تمھاری ذات سے وابستہ ہیں) تمھیں اُن پر بلا وجہ سختی کرنے کا کوئی اختیار نہیں ۔ ہاں اگر وہ کوئی بڑا بھاری قصور کریں تو بیشک تم اُن پر ناراض ہوسکتے ہو ، اور اگر وہ تمھاری تابعداری کریں تو انھیں تنگ کرنے کے لیے حیلے نہ نکالو ، ورنہ خدا تعالیٰ تم سے بازپرس فرمائیگا ۔ عورتیں تمھاری رفیق زندگی ہیں ۔ اُن کے حقوق تم پر ہیں ، اور تمھارے حقوق اُن پر ہیں ، اس موقعہ پر ایک شخص نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ ؐ بیوی کے حقوق خاوند پر کیا ہیں ؛ تو حضورؐ نے فرمایا جب تم خود کھانا کھاؤ تو اُسے بھی کھلاؤ ، اور جو تم کپڑے پہنو اُسے بھی پہناؤ اور اس کے ساتھ بدزبانی سے پیش نہ آؤ ، اور اُس کے چہرہ پر کبھی نہ مارو اور اس کو ہر طرح آرام پہونچاؤ ،

پھر فرمایا مومنوں کو لازم نہیں کہ وہ اپنی بیوی سے ناراض رہیں ، بیوی کی اگر کوئی بات ناپسند ہے تو اس کی پسندیدہ خصلتوں پر نظر ڈالو کیونکہ ہر انسان میں خوبیاں اور بُرائیاں ہوتی ہیں :۔

صحیح مسلم " میں ہے فرمایا حضور اکرم ؐ نے قیامت کے دن حق تعالیٰ نے اُس

شخص کو خائن قرار دیگا جو اپنی بیوی کی خلوت گاہ " کی باتیں لوگوں سے بیان کرتا پھرے اور وہ عورت بھی خیانت کرنیوالی ہے جو خاوند کی پوشیدہ باتیں لوگوں پر ظاہر کرے "

کنزالاخلاق " میں ہے اے لوگو! عورتوں کو حقیر نہ سمجھو، اُن کے حقوق کا احترام کرو اُن سے خوش خلقی اور محبت سے برتاؤ کرو، وہ تمھارے گھر کی زینت اور تمھاری راحت اور دلبستگی کا باعث ہیں، خدا کے نزدیک اچھا وہی شخص ہے جو اپنی بیوی کے ساتھ اچھا سلوک کرے، تمھاری بیوی کے تم پر حقوق ہیں وہ یہ کہ اُس کو دینداری کی تعلیم دو، اس کا مہر ادا کرو، اُسکو کھانے پہننے کی تکلیف نہ دو اور اُس پر ظلم نہ کرو،

ترمذی میں حضرت ابو ہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب کوئی شخص کسی عورت کے ساتھ اس شرط پر نکاح کرے کہ اُسے اس کے شہر سے باہر نہ لیجائیگا تو اُسے جائز نہیں کہ بغیر بیوی کی رضامندی کے اس کے شہر سے باہر لیجائے،

ترمذی میں ہے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اے لوگو! میں حق بات کے ظاہر کرنے میں شرم نہیں کرتا۔ میں تمھیں بتاتا ہوں کہ بیوی کے ساتھ صحیح راستے کے علاوہ کسی دوسرے راستہ سے مباشرت نہ کرو کہ یہ غیر فطری عمل ہے،

نسائی میں حضرت ابن مسعود رضؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس نے فرمایا جس شخص کے دو بیویاں ہوں اور وہ اُن میں انصاف نہ کرے تو قیامت کے دن اُسکو ذلت ہوگی (مطلب یہ ہے کہ اگر تم میں انصاف قائم رکھنے کی صلاحیت نہ ہو تو دو شادیاں نہ کرو)

" ہدایات الزوجین " کے آخری باب " آداب مواصلت " میں لکھا ہے کہ جب تم بیوی سے قربت کا ارادہ کرو تو چند لمحہ پہلے اس پر اپنا ارادہ ظاہر کردو، تاکہ اُس کے جذبات برانگیختہ ہوجائیں، پھر اُس سے مخاطب ہوکر محبت آمیز انداز میں بات چیت کرو، پھر ابتدائی چھیڑ چھاڑ کرو، جب طرفین کے جذبات اشتعال پذیر ہوجائیں تو پھر

اپنے ارمانوں اور اپنی آرزوؤں کو پایہ تکمیل پر پہونچاؤ، غیر مہذبانہ حرکتیں کرنا اور وحشیانہ طرزِ عمل اختیار کرنا جائز نہیں ‘‘

بیوی سے محبت طبقات ابنِ سعد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج مطہرات کے ساتھ نہایت محبت آمیز سلوک کرتے تھے، اور فرمایا کرتے تھے اے مسلمانو! تم میں وہ اچھا ہے جو اپنی بیوی کے ساتھ اچھا سلوک کرے اور میں تم سب اچھا ہوں کہ اپنی بیویوں کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہوں، اِن ارشادات اور تعلیمات کا یہ اثر تھا کہ صحابۂ کرام اپنی بیویوں سے نہایت محبت رکھتے تھے،

بخاری میں ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ اپنی بیوی کو اسقدر چاہتے تھے کہ ایک مرتبہ جبکہ وہ مدینے سے تقریباً ۷۰ میل کے فاصلے پر تھے انہوں نے اپنی بیوی کی علالت کا حال سنا تو پیدل چلکر مکان پر آئے اور تیمارداری میں مصروف ہوئے۔

ابوداؤد میں ہے کہ حضرت صبرہؓ ایک جلیل القدر صحابی تھے، انکی بیوی کسیقدر تیز مزاج تھیں ایک روز انہوں نے حضورِ اکرمؐ سے اپنی بیوی کی شکایت کی، حضورؐ نے امتحاناً فرمایا " تو پھر اس کو طلاق دیدو " یہ سنکر حضرت صبرہؓ نے کہا یا رسول اللہؐ مدت کا ساتھ ہے اس مفارقت کو کیونکر گوارا کرونگا،

مسند امام احمد بن حنبل جلد چہارم میں ہے کہ ایک بار صحابہ حج سے واپس آرہے تھے مدینہ کے قریب پہونچے تو اُسید بن حضیرؓ جو حج کے لیے ساتھ گئے تھے ان کو ایک انصاری سے معلوم ہوا کہ اُنکی عدم موجودگی میں انکی بیوی کا انتقال ہوگیا اس خبر کو سنکر وہ بیہوش ہوگئے، اور جب ہوش آیا تو کہا آہ ایک چالیس سال کا رفیق بچھڑ گیا۔ پھر خوب روئے ‘‘

حضرت عبداللہ بن ابوبکرؓ کو اپنی بیوی عاتکہ سے اسقدر محبت تھی ایک بات بھی انکی مرضی کے خلاف نہیں کرتے تھے، ایک مرتبہ کسی شدید قصور کی بنا پر حضرت ابوبکرؓ نے انکو حکم دیا کہ عاتکہ کو طلاق دیدو، یہ حکم سنکر اطاعتِ والدین کے خیال سے طلاق

دیدی لیکن پھر نہایت مضطرب رہوئی ، اور عالم اضطراب میں ایک شعر لکھ کر اپنے حجرے میں لٹکا دیا۔ اس شعر کا مضمون یہ تھا ،

اے عاتکہ جب تک سورج چمکتا اور قُمری بولتی رہیگی میں تجھے نہ بھولوں گا ،

جب حضرت ابوبکرؓ نے اس شعر کو سُنا تو نہایت متاثر ہوئے ، اور حضرت عبداللہ کو بلا کر کہا کہ عاتکہ سے رجعت کرلو ، (اسدالغابہ)

بیوی کے فرائض

جسطرح مردوں کا یہ فرض ہے کہ وہ عورتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کریں اور اُنکے حقوق کا احترام کریں اسیطرح عورتوں کو بھی لازم ہے کہ وہ اپنے شوہر کی رضامندی اور خوشنودی کا غایت درجہ خیال رکھیں "

ترمذی " میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں حکم دیتا کہ کوئی شخص کسی کو سجدہ کرے تو یقیناً میں بیوی کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے "

شارحین نے لکھا ہے کہ شریعت اسلام میں سوائے خدا کے کسی اور کو سجدہ کرنا جائز نہیں ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میری شریعت میں "غیراللہ" کے لیے سجدہ جائز ہوتا تو میں بیوی کو حکم دیتا کہ وہ خاوند کو سجدہ کرے اس ارشاد سے ظاہر ہے کہ بیوی پر شوہر کی تعظیم و تکریم واجب ہے ،

ترمذی میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا اگر کسی عورت کا انتقال ہو اور ایسی حالت میں انتقال ہو کہ اسکا خاوند اس سے خوش ہو تو یقیناً وہ جنت میں جائیگی " پھر فرمایا عورتوں میں وہ عورت اچھی ہے کہ جس سے اُسکا خاوند راضی ہو اور وہ خاوند کی تابعدار اور فرمانبردار ہو اور اسکی مخالفت نہ کرے "

ابوداؤد میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں قسم کھاتا ہوں اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ جب کوئی شوہر محبت کے ساتھ اپنی بیوی کو اپنے پاس بلاتا ہے اور وہ نہیں آتی تو رب العزت ناراض ہوتا ہے ، اور وہ عورت اُس وقت تک گنہ گار رہے جب تک کہ اس کا خاوند اُس سے راضی نہ ہو ،

" تلخیص الصحاح " میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نیک بخت

عورت وہ ہے جو اپنے شوہر کو خوش رکھے، اُس کا احترام کرے اسکی اطاعت کرے اسکے مال کی حفاظت کرے اور اُسکی کمائی کو بیدردی کے ساتھ خرچ نہ کرے"

"کنز الاخلاق" میں ہے جس شخص کو دو چیزیں حاصل ہو جائیں وہ خوش نصیب ہے ایک تو شکرگزار زبان، دوسرے نیک بخت بیوی،

مشکوٰۃ" میں ہے کہ جس عورت نے فرائض اسلامی کو ادا کیا اور اپنے شوہر کی اطاعت کی تو اُس کے جنتی ہونے میں کچھ شبہ نہیں"

ہدایت الزوجین " میں ہے کہ عورت پر خاوند کی اطاعت واجب ہے جہاںتک ہوسکے کسی بات میں خاوند کی مخالفت نہ کرے، (بشرطیکہ وہ امر خلاف شرع نہ ہو) خاوند کی کمائی کو احتیاط کے ساتھ خرچ کرے اگر وہ متفکر اور پریشان ہو تو تسکین آمیز الفاظ کہے، اسکی اجازت کے بغیر نفلی روزے نہ رکھے، طعن و تشنیع سے پرہیز کرے۔ گھر کے خرچ کو آمدنی سے زیادہ نہ کرے کہ باعث ذلت ہے پاک و صاف رہے اور گھر کو صاف رکھے، کھانا کھاتے وقت رنج و غم کی باتیں نہ کرے اور شوہر کے بزرگوں کی تعظیم و تکریم کرے، خاوند کی برائیوں کو کسی دوسرے پر ظاہر نہ کرے خاوند کے سامنے غیر ضروری باتیں نکرے، طبقات میں ہے کہ رسول اللہ صلعم نے جب حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا نکاح کیا اور اپنے گھر سے وداع کیا تو چند نصیحتیں کیں۔ اُنہیں میں بعض یہ ہیں، (۱) اے فاطمہ! علیؓ کے گھر جاکر پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنا (۲) ہمیشہ نمازی کپڑے پہننا (۳) آنکھوں میں سُرمہ لگانا (۴) ہر بات میں سلیقہ کو مدنظر رکھنا (۵) علی کی تابعدار رہنا (۶) ہمیشہ خوشبو کا استعمال رکھنا (۷) گھر کو صاف ستھرا رکھنا،

پردہ پردہ کے متعلق قرآن مجید میں حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مسلمان عورتوں کو چاہیے کہ وہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنے حسن و زینت کو ظاہر نہ ہونے دیں۔ ہاں وہ اپنے حسن و زینت کو شوہروں پر ظاہر کر سکتی ہیں (پارہ ۱۸ سورۂ نور) دوسری جگہ ارشاد ہے، مسلمانو! جب تمہارے لڑکے بالغ ہو جائیں

توجسطرح اور بڑی عمر کے لوگ گھر میں آنے کے لئے اجازت مانگا کرتے ہیں اسیطرح ان کو بھی اجازت لیکر آنا چاہیئے (پارہ ۱۸)

ترمذی میں حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا "عورت" کیلئے پردہ ضروری ہو جب کوئی عورت (بیجابانہ) باہر نکلتی ہو تو شریر النفس لوگ اسے تاکتے ہیں ،

موجودہ زمانہ میں بیغیرتی اور بیحیائی کا جو زور ہو وہ محتاج بیان نہیں پس ہر شریف آدمی کا فرض ہو کہ وہ عورتوں کو پردے میں رکھے ، اور مغربی تمدن کا اتباع نہ کرے ،

شوہر کی محبت

شوہر کی عزت کرنا اور اسکی محبت رکھنا عورت کے فرائض میں داخل ہے۔ رسول اللہ صلعم کی ازواج مطہرات آپکے ساتھ بیحد محبت رکھتی تھیں جب حضورؐ کسی سفر میں تشریف لیجاتے تھے تو امہات المومنین بخیریت واپس آنے کے لیئے دعائیں مانگا کرتی تھیں اور جب حضورؐ واپس آجاتے تھے تو شکریہ کے نوافل پڑھتی تھیں ، (طبقات) حضورؐ کی صحابیات بھی اپنے شوہروں کے ساتھ نہایت محبت رکھتی تھیں ، سنن ابن ماجہ میں ہو کہ حمنہ بنت جحش رضؓ ایک نہایت نیک بخت خاتون تھیں ، ایکبار انکے شوہر علیل ہوئے تو وہ متواتر دو مہینے تک بیدار رہیں اور شوہر کی تیمارداری میں مصروف رہیں ، ابوداؤد میں ہو کہ حضرت زینبؓ (بنت رسول اللہ) کی شادی ابوالعاص سے ہوئی تھی وہ ایک عرصہ تک حالت کفر میں رہے یہانتک کہ بدر کا واقعہ پیش آگیا اور وہ گرفتار ہو کر رسول اللہ صلعم کے سامنے لائے گئے۔ حضور اکرمؐ نے اسیران جنگ کو فدیہ لیکر رہا کرنا چاہا تمام لوگوں نے اپنے اپنے فدیئے پیش کیئے ابوالعاص کے پاس کچھ نہیں تھا وہ نہایت متردد ہوئے جب حضرت زینب کو خبر ہوئی تو انہوں نے ایک قیمتی ہار (جو حضرت خدیجہ رضؓ نے بطور یادگار انکو دیا تھا اور جسکو وہ ایک لمحہ کے لیئے بھی جدا نہ کرتی تھیں) برضا و رغبت اپنے خاوند کے فدیہ میں حضورؐ کے پاس بھیجدیا۔ حضورؐ نے اسکو دیکھا تو سخت رقت طاری ہوئی اور صحابہ رضؓ کے مشورہ سے ابوالعاص کو آزاد کر دیا اور "ہار" بھی واپس کر دیا ،

حضرت عاتکہ رضؓ کو اپنے شوہر حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضؓ سے نہایت محبت تھی چنانچہ

جب وہ غزوۂ طائف میں شہید ہوئے تو فرطِ محبت اور فرطِ غم سے عاتکہ بیہوش ہوگئیں پھر جب ہوش آیا تو ایک پُردرد مرثیہ لکھا جس کے ایک شعر کا ترجمہ یہ ہے:۔ میں نے قسم کھالی ہو کہ تیرے غم میں میری آنکھ ہمیشہ پُرنم اور جسم ہمیشہ غبار آلود رہیگا۔ (اسد الغابہ)

حضرت اُمِّ سلیم رضؓ کو اپنے شوہر حضرت ابو طلحہ سے بیحد محبت تھی اگر کبھی وہ سیل ہوجاتے تھے تو اُمِّ سلیم بھی نصف بیمار ہوجاتی تھیں اور ہر وقت پریشان رہتی تھیں۔ حضرت ابو طلحہ رضؓ کا بیان ہو کہ اُمِّ سلیم نے ہمیشہ اپنے آرام پر میرے آرام کو مقدم سمجھا کبھی مجھے رنج نہیں پہنچایا کبھی میری مخالفت نہیں کی اور ہر وقت میری اطاعت کی، میں اگر کبھی کسی بات پر مغموم ہوا تو مجھے اطمینان دلایا اور مجھے خوش کیا۔ (اسد الغابہ)

شوہر کی خدمت

محبت کے ساتھ ہی شوہر کی خدمت بھی نہایت ضروری ہو ازواجِ مطہرات میں حضرت عائشہ رضؓ رسول اللہ صلعم کو نہایت محبوب تھیں لیکن سب سے زیادہ خدمت بھی وہی کرتی تھیں اکثر اوقات حضور اکرمؐ کے کپڑوں کو اپنے ہاتھ سے دھوتی تھیں، بستر بچھاتی تھیں کپڑوں میں خوشبو لگاتی تھیں اور تمام ضروری کام انجام دیتی تھیں (طبقات)

رسول اللہ صلعم کی صحابیات بھی شوہر کی خدمت کو اپنا فرض سمجھتی تھیں اور نہایت پابندی کے ساتھ اس فرض کو بجالاتی تھیں۔ اسد الغابہ میں ہو کہ حضرت ہلال بن اُمیہ آخر عمر میں کسیقدر اپاہج ہوگئے تھے اس حالت میں انکی بیوی اُن کے تمام کام انجام دیتی تھیں، انکو جوتے پہناتی تھیں، نہلاتی تھیں، بالوں میں کنگھی کرتی تھیں، انکے کپڑے دھوتی تھیں اُنکا پیشاب پاخانہ اٹھاکر پھینکتی تھیں اور ہر وقت مثل لونڈیوں کے خدمت کرتی تھیں،

حضرت اسماء بنتِ ابوبکر رضؓ کی شادی حضرت زبیر رضؓ سے ہوئی تھی، زبیر کسیقدر تیز مزاج تھے لیکن حضرت اسماء نے انکی اسقدر خدمت کی وہ اُن کے گرویدہ ہوگئے اور ہر بات میں انکی دلجوئی اور دلنوازی کرنے لگے، خود حضرت زبیر بیان کرتے ہیں کہ میری تیز مزاجی کو میری اطاعت شعار بیوی اسماء نے بدل دیا، میری بیوی ہر وقت میری خوشنودی کا خیال

رکھتی تھی، جب میں کھانا کھاتا تو وہ پنکھا جھلتی جب میں باہر جاتا تو وہ جوتیوں کو صاف کرتی جب میں گھر میں آتا تو سب کام چھوڑ کر میری طرف متوجہ ہوجاتی اور پسندیدہ باتیں کرتی رات کو جب میں سوتا تو میرے پاؤں دباتی میرے سر میں تیل ڈالتی میرے سرہانے پانی بھر کر رکھدیتی اگر میں کسی بات پر ناراض ہوتا تو نیچی نظریں کرکے خاموش کھڑی ہوجاتی (تذکرۃ الصالحین)

حضرت حولاء رضؓ کے والد تاجر تھے اور وہ بڑی ناز پروردہ تھیں لیکن جب انکی شادی ہوئی تو وہ نہایت جفاکش بن گئیں اور اپنے عیش و آرام کو اپنے خاوند کے عیش و آرام پر قربان کردیا، بیان کرتی ہیں کہ میں اپنے کوارپنے کے زمانے میں کبھی اٹھ کر پانی بھی نہ پیتی تھی اور سارے کام خادمہ سے لیا کرتی تھی، لیکن جب میری شادی ہوئی تو میں نے اپنی راحت پر اپنے شوہر کی راحت کو مقدم سمجھا۔ اور انکی خوشنودی اور رضامندی کو اپنا مقصد قرار دیا:۔ (تذکرۃ الصالحین)

شوہر کے مال و اسباب کی حفاظت

بیوی "کے فرائض میں یہ بات بھی داخل ہے کہ حتی الامکان شوہر کے مال و اسباب کی حفاظت کرے

رسول اللہ صلعم کی ازواج اس بارہ میں اسقدر محتاط تھیں کہ بلا اجازت صدقہ و خیرات بھی نہیں کرتی تھیں، اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ نہایت فیاض تھیں اور صدقہ و خیرات کو بہت پسند کرتی تھیں، لیکن کسی محتاج کو کچھ دینا ہوتا تھا تو حضور سے اجازت لیا کرتی تھیں، (طبقات) ابوداؤد میں ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلعم نے عورتوں سے بیعت لی تو انمیں ایک خاتون عاصمہ نے حضور اکرمؐ سے دریافت کیا کہ یارسول اللہ! ہم اپنے شوہر کے محتاج ہیں اُن کے مال میں سے ہمارے لئے کسقدر جائز ہے، حضورؐ نے فرمایا اسقدر کہ کھا پی لو اور ہدیہ دو، حضرت بریرہ رضؓ حضرت مغیث رضؓ کی بیوی تھیں ایکدفعہ حضرت مغیث ایک سفر میں گئے اور انکی عدم موجودگی میں بریرہ کی ایک سہیلی اُن کے پاس آئیں اور کچھ قرض طلب کیا انہوں نے کہا اے اُم جمیل بیشک تم میری سہیلی اور بہن ہو لیکن میرے شوہر اسوقت گھر

میرے موجود نہیں ہیں اور میں اُنکے حکم کے بغیر ایک درہم بھی نہیں دے سکتی، بہتر یہ ہے کہ تم میرے شوہر کی موجودگی میں آؤ اور مجھ سے سوال کرو، (تذکرۃ الصلحین)

حضرت ابوقتادہ انصاری رضؓ کی بیوی نہایت فیاض تھیں اور اُنکے بعض قرابت دار محتاج تھے، ایک مرتبہ جبکہ حضرت ابوقتادہ مکان پر موجود نہیں تھے انکی بیوی کے چند رشتہ دار اُنکے پاس گئے اور کہا اے ہماری بہن آجکل تمھارے شوہر موجود نہیں ہیں اگر تم چاہو تو ہماری امداد کرسکتی ہو انہوں نے کہا قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ میں بغیر اجازت اپنے شوہر کے ایک خرمہ بھی نہیں دے سکتی۔ پھر جب حضرت ابوقتادہ رضؓ سفر سے واپس آئے تو اُن سے اجازت لیکر انہوں نے اپنے قرابت داروں کی کچھ امداد کی (تذکرۃ الصلحین)

ان ہی اوصاف کی بناء پر حضور اقدس نے ایک مرتبہ قریش کی عورتوں کی نسبت فرمایا۔

نعم النساء قریش احناھن علی الولد وارعاھن علی الزوج۔ (الخ)

قریش کی عورتیں کسقدر اچھی ہیں کہ بچوں سے محبت رکھتی ہیں اور شوہروں کے مال و اسباب کی حفاظت کرتی ہیں"

سوکن کے ساتھ سلوک

اسلام نے خاص خاص صورتوں میں مردوں کو چار شادیاں تک کرنے کی " اجازت " دی ہے۔ لیکن چاروں بیویوں کے ساتھ منصفانہ سلوک کرنے اور مساواتِ حقوق کا لحاظ رکھنے کی سخت تاکید کی ہے جو شخص مساواتِ حقوق کا لحاظ نہ رکھ سکے اور چاروں بیویوں میں انصاف قائم نہ رکھ سکے اسکو ہرگز جائز نہیں کہ وہ ایک سے زیادہ شادی کرے، اور " اجازت " اور حکم میں جو فرق ہے اُسکو پیش نظر رکھے، اِن تصریحات کے بعد عورتوں کو مخاطب کیا جاتا ہے کہ اگر تمھارا شوہر کسی ضرورت کی بناء پر دوسری شادی کرے تو تمھیں لازم ہے کہ صبر کرو اور اپنے حصہ پر قانع رہو اور سوکن کے ساتھ حتی الامکان محبت آمیز سلوک کرو تاکہ تمھارا خاوند تمھاری طرف ملتفت رہے، اور تمھاری زندگی تلخ نہ ہو حدیثوں اور تاریخوں سے یہ بات ثابت ہے کہ رسول اللہ صلعم کے گیارہ بیویاں تھیں لیکن انمیں کبھی لڑائی نہیں ہوتی تھی، وہ آپس میں نہایت محبت اور اخلاص کے ساتھ رہتی تھیں اور ایک

دوسرے کے ساتھ حقیقی بہنوں کا سا سلوک کرتی تھیں، پس مسلم عورتوں کو ازواج مطہرات کے اس اسوۂ حسنہ کو پیش نظر رکھنا چاہیئے اور اسکا اتباع کرنا چاہیئے،

"نسائی" میں حضرت ابو ہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ ایک دن ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہا یا حضرتؐ میرے خاوند نے دوسری شادی کرلی ہے اور میں اپنی سوکن کو اچھی نظروں سے نہیں دیکھتی، کیا میں اس کو جلانے کے لیئے یہ کہہ سکتی ہوں کہ میرے خاوند نے مجھے فلاں چیز دی، فلاں چیز دی حالانکہ اس نے نہیں دی؟ رسول اللہ صلعم نے فرمایا اے خاتون اللہ سے ڈر اور سوکن کے ساتھ اچھا سلوک کر، تیرا یہ کہنا کہ میرے خاوند نے مجھے فلاں چیز دی فلاں چیز دی حالانکہ اس نے نہیں دی، یہ صریح کذب ہے جو گناہ ہے۔

عورتوں کا نیم برہنہ لباس

نامحرم لوگوں کے سامنے کسی عورت کا باریک لباس پہن کر آنا اور ازراہ تفاخر اپنے مقامات زینت کو ظاہر کرنا سخت بیحیائی اور بیغیرتی ہے۔ قرآن مجید میں حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مسلمان عورتوں کو چاہیئے کہ وہ (غیروں پر) اپنے حسن و زینت کو ظاہر نہ ہونے دیں (پارہ ۱۸ سورۂ نور رکوع ۱۰)

ابوداؤد میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ اسماء بنت ابوبکر رضؓ رسول اللہ صلعم کے پاس کوئی مسئلہ دریافت کرنے کے لیئے آئیں اور اسوقت وہ نہایت باریک لباس پہنے ہوئے تھیں جس میں سے جسم نظر آتا تھا۔ رسول اللہ صلعم نے ان سے رخ پھیر لیا اور فرمایا اے اسماء جب عورت بالغ ہوجائے تو اس کو جائز نہیں کہ وہ ایسا لباس پہنے جس میں سے اسکا جسم نظر آئے،

صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئیگا کہ انکی عورتیں کپڑے پہننگی لیکن ننگی ہونگی، شارحین کرام نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ اس حدیث میں ایسے باریک لباس کی طرف اشارہ ہے کہ جس میں

جسم نظر آئے "

"کنز الاخلاق" میں ہے کہ وہ عورت یقیناً بے حمیت اور بے شرم ہے کہ جو لوگوں پر اپنا حسن و زینت ظاہر کرنے کے لئے باریک لباس پہنے، اور لوگوں کو اپنی طرف راغب کرے اور آپ انکی طرف راغب ہو "

"مسالک الابرار" میں ہے کہ عورت اپنے حسن و زینت کو صرف شوہر پر ظاہر کر سکتی ہے شوہر کے علاوہ کسی دوسرے شخص کے سامنے باریک لباس پہن کر جانا جائز نہیں، جو عورت حیادار نہیں اس کے ایمان کا بھی کچھ اعتبار نہیں "

"اساسِ آخرت" میں ہے کہ کسی مسلمان عورت کو جائز نہیں کہ وہ تقریبوں یا محفلوں میں ایسا لباس پہنکر جائے جس سے جسم نظر آتا ہو "

طہارت اور پاکیزگی

طہارت اور پاکیزگی کا خیال رکھنا ہر شخص کے لئے ضروری ہے قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے، وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ (اللہ تعالیٰ طہارت رکھنے کو محبوب رکھتا ہے)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ پاک و صاف رہتے تھے اور صحابۂ کرام کو بھی طہارت و نظافت کی طرف توجہ دلاتے رہتے تھے حضورؐ کی تعلیم کا یہ اثر تھا کہ صحابہ کرام نہایت نفاست پسند تھے اور ہر حال میں طہارت کا خیال رکھتے تھے، مسند امام احمد بن حنبلؒ میں ہے کہ حضرت عثمان رضؓ کو طہارت کا اسقدر خیال تھا کہ جب سے اسلام لائے معمولاً ایک بار روزانہ غسل کرتے تھے "

حضرت انس رضؓ اگرچہ نہایت سادہ زندگی بسر کرتے تھے تاہم غسل و طہارت کے بہت پابند تھے، صبح اور شام کو غسل کرنا اور ہر وقت باوضو رہنا انکا معمول تھا۔

حضرت ابوذر نہایت نفاست پسند تھے جب انکو غسل کی حاجت ہوتی تھی تو کسی سے بات چیت نہیں کرتے تھے اور کسی کام کو ہاتھ نہیں لگاتے تھے جب غسل کر لیتے تو فرماتے،

فکانی القیت عنی جبلا (تذکرۃ الصلحین)

گویا مجھ پر ایک بوجھل پہاڑ لدا ہوا تھا جکو اب میں نے اپنے اوپر سے پھینک دیا ۔"

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ ہروقت با وضو رہتے تھے اور ہر چوتھے پانچویں روز بغلوں کو صاف کرتے تھے اور حجامت بنواتے تھے اور زیر ناف بالوں کو صاف کرتے تھے ، اور غسل کی حاجت ہونے پر فوراً غسل کرتے تھے ، اور کھانا کھانے سے قبل اور بعد میں خوب ہاتھ دھوتے تھے ، اور جب سو کر اٹھتے تھے تو پہلے ہاتھ دھوتے تھے - اور دوسرے لوگوں کو بھی پاک و صاف رہنے کی تاکید کرتے تھے - (تذکرۃ الصلحین)

حضرت ابو قتادہ انصاری روزانہ غسل کرتے تھے اور نہایت صاف ستھرے کپڑے پہنتے تھے اور کھانا کھانے سے پہلے اور بعد میں اور سوتے سے اٹھکر اور بیت الخلا سے آکر ہاتھ دھوتے تھے (موطائے امام مالک)

رشتہ داروں اور ہمسایوں کے ساتھ سلوک

قرآن مجید کے دوسرے پارے سورۂ بقر میں حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ (نیک بندے وہ ہیں) جو اللہ کی محبت میں رشتہ داروں غریبوں یتیموں اور سائلوں کی مالی امداد کرتے ہیں ،

پانچویں پارہ سورۂ نساء میں ارشاد ہے کہ ماں باپ ، قرابت داروں یتیموں اور ہمسایوں کے ساتھ سلوک کرتے رہو -

نسائی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ، غریب رشتہ دار کو صدقہ دینے کا دوہرا ثواب ہے ، ایک تو صدقہ کا اور دوسرا قرابت داری کی اعانت کا ،

ترمذی میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن حضور اکرمؐ نے مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا،

اے ابوذرؓ حسنِ خلق کو غنیمت سمجھو، اگر تم سے کچھ اور نہ ہو سکے تو کم از کم یہ کرو کہ اپنے بھائیوں سے کشادہ پیشانی سے ملو، اور جب سالن پکاؤ تو اس میں کسیقدر شوربا زیادہ کردو، اور اپنے غریب ہمسایے کو بھی اس میں سے دو۔

صحیح بخاری، اور صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہو گا جسکا ہمسایہ اس کے شر سے محفوظ نہ ہے

ابوداؤد میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اُسے چاہیئے کہ اپنے غریب بھائیوں اور ہمسایوں کے ساتھ نیک سلوک کرے،

صحیح بخاری میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا حضرت! میرے دو ہمسایے ہیں میں کسے تحفہ بھیجوں، حضور نے فرمایا کہ جس کا دروازہ تمھارے دروازے سے قریب ہے،

نسائی میں حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اے لوگو بدترین گناہ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے ہمسایہ کی عورت کے ساتھ ناجائز تعلقات پیدا کرے،

ترمذی میں حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا، اے مسلمانو جہانتک ہو سکے اپنے غریب بھائیوں اور ہمسایوں کے ساتھ سلوک کرو،

تاریخ و سیر کی کتابوں سے ثابت ہے کہ صحابۂ کرام ہمسایوں کے ساتھ نہایت عمدہ سلوک کرتے تھے یہانتک کہ بعض وقت خود بھوکے رہتے تھے اور اپنے ہمسایوں کو کھلاتے تھے حضرت سوید بن مقرن رضی اللہ عنہ ایک غریب صحابی تھے ان کے حالات میں لکھا ہے کہ صبح سے شام تک مزدوری کرنے کے بعد جو کچھ اُجرت لاتے تھے اُس سے نصف حصہ اپنے اپاہج رشتہ داروں اور ہمسایوں کو دیتے تھے اور جس روز ان کو مزدوری نہیں ملتی تھی اُس روز خود فاقہ کر لیتے تھے اور اپنے حصّے کا کھانا ہمسایوں کو بھجوا دیتے تھے "اسد الغابہ"

ابوداؤد میں ہے کہ ایک بار حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ایک بکری ذبح کی پڑوس میں ایک غریب شخص رہتا تھا گھر والوں سے پوچھا کہ تمنے ہمسایہ کے پاس گوشت بھیجا یا نہیں؟ ان کی بیوی نے کہا کہ ہمیں یاد نہیں رہا یہ سُنکر نہایت ناراض ہوئے اور کہا یہ کیا بدبختی ہے کہ تم تو عیش و آرام کے ساتھ زندگی بسر کرو اور تمہارے ہمسائے تکلیف اُٹھائیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے بذریعہ وحی مجھکو ہمسایوں کے ساتھ حُسن سلوک کی سخت تاکید کی ہے پھر حضرت عبداللہ ابن عمر نے ایک ران اپنے ہمسائے کے گھر بھیجی"

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا معمول تھا کہ جب اُن کے گھر اچھا کھانا پکتا تھا یا کہیں سے کوئی تحفہ آتا تھا تو اپنے ہمسایوں کو ضرور بھیجتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے غریب بھائیوں اور ہمارے ہمسایوں کا ہم پر حق ہے" (تذکرۃ العباد)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو جب تجارت میں نفع ہوتا تھا تو نصف نفع غریب رشتہ داروں اور غریب ہمسایوں کو بھجوا دیتے تھے اور جب کھانا کھانے کے لئے بیٹھتے تھے تو ہمسایوں کا حال دریافت کر لیتے تھے اور اگر کوئی بھوکا ہوتا تھا تو اپنے دسترخوان پر بٹھا لیتے تھے" (تقویم الاخلاق)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ہفتہ میں ایک بار اپنے ہر پڑوسی کے گھر پر جاتے اور اُس کا حال دریافت کرتے اور جسکو لائق اعانت سمجھتے اُسکی اعانت کرتے اُن کی بیوی بھی

نہایت نیک بخت تھیں اُن کا معمول تھا کہ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے دریافت کرکے صبح اور شام دونوں وقت اپنے غریب رشتہ داروں کو کھانا بھیجتی تھیں (تذکرۃ الصالحین)

ابوداؤد میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اگر کوئی شخص ہمسایوں کے ساتھ بُرا سلوک کرتا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسکو نہایت بُرا سمجھتے تھے۔

غلاموں کے ساتھ سلوک

اسلام کی نمایاں ترین خصوصیت یہ ہے کہ وہ امیر وغریب، شریف ورذیل، ادنیٰ واعلیٰ اور شاہ وگدا کو مساوی الرتبہ قرار دیتا ہے اور انسانی جباریت کو جائز نہیں رکھتا اُس نے غلاموں کے ساتھ بہترین سلوک کرنے کا حکم دیا ہے قرآن پاک میں ارشاد ہے "کسی کی گردن کا غلامی کے پھندے سے چُھڑا دینا بہترین عمل ہے۔ (پارہ ۳۰ س بلد)

دوسری جگہ فرمایا ہے "(نیک بندے وہ ہیں) غلامی کی قید سے لوگوں کی گردنیں چھڑاتے ہیں (پارہ ۲ س بقر)

ابوداؤد میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے مسلمانو! تم میں سے کسی کو جائز نہیں کہ وہ اپنے خادم یا خادمہ کو میرا غلام یا میری لونڈی کہکر پکارے اور اسیطرح کسی خادم یا خادمہ کو یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے سردار کو میرا پالنے والا کہے اس لئے کہ تم سب مملوک ہو اور تمہارا سب کا پالنے والا ایک ہے۔"

ترمذی میں ابن سُوید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اے لوگو! جن خدا کے بندوں کو تم لونڈی غلام سمجھتے ہو یہ تمہارے بھائی ہیں اور نظامِ دُنیا قائم رکھنے کے لئے خدا نے ان کو تمہارا ماتحت کیا ہے پس جس شخص کے ماتحت اسکا بھائی ہو تو جو کچھ وہ خود کھاتا ہے اسمیں سے اُسے بھی کھلائے اور جو کچھ خود پہنتا ہے اُسمیں سے اُسے بھی پہنائے اور کام کاج میں انہیں زیادہ تکلیف نہ دے۔

ابوداؤد میں حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی کا خادم اُسکے سامنے کھانا لائے تو اسکو چاہیئے کہ وہ اپنے بھائی خادم

بھی کھانے میں شریک کرلے اور اسکو حقیر نہ سمجھے "

ترمذی میں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! اگر کوئی خادم قصور کرے تو کتنی مرتبہ معاف کیا جائے حضور نے اس سوال کو سنکر سکوت اختیار فرمایا پھر اُس شخص نے وہی سوال کیا فرمایا ایک دن میں اگر کوئی خادم ستّر مرتبہ قصور کرے تو ستّر مرتبہ معاف کرو"

ابوداؤد میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ آخری کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ تھا کہ اے مسلمانو! نماز پڑھنا، آپس میں محبّت کے ساتھ رہنا اور غلاموں کے بارے میں اللہ سے ڈرنا یعنی اُن کے ساتھ ناانصافی اور زیادتی نہ کرنا۔ اس مقدس تعلیم کا یہ اثر تھا کہ صحابۂ کرام غلاموں کے ساتھ بالکل مساویانہ برتاؤ کرتے تھے اور جو خود پہنتے تھے وہی ان کو پہناتے تھے اور جو خود کھاتے تھے وہی انکو کھلاتے تھے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جتنا زیور اپنی لڑکیوں کے لئے بنواتے تھے اُتنا ہی اپنی لونڈیوں کیلئے بنواتے تھے۔ (مؤطائے امام مالکؒ)

اسدالغابہ میں ہے کہ ایکبار حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے دو قمیصیں خریدیں ساتھ میں اُن کا غلام بھی تھا بولے اسمیں تمہیں جو پسند ہو لے لو اُس نے ایک لے لی۔ "ادب المفرد" میں ہے کہ ایک دن حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ اور اُنکے خادم یکساں لباس پہنے ہوئے بازار میں گئے حضرت ابوذر کے دوستوں نے کہا کیا خوب آقا اور غلام دونوں کا لباس یکساں ہے حضرت ابوذر نے کہا مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اپنے خادموں کے ساتھ مساویانہ برتاؤ کرو بس میں اسی حکم کی تعمیل کرتا ہوں "اسدالغابہ" میں ہے کہ حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ نے ایکدن کسی قصور پر اپنے خادم کی گوشمالی کی یہانتک کہ وہ چیخ اُٹھا حضرت عثمان اُسکی چیخ سُنکر لرزنے لگے اور کہا مجھسے زیادتی ہوئی میں تمہیں اجازت دیتا ہوں کہ تم میری گوشمالی کرو تاکہ بدلہ ہو جائے خادم نے اس بات کو گوارہ نہ کیا۔

طبقات ابن سعد میں ہے کہ حضرت عثمان رات کو اُٹھ کر اپنے آپ پانی گرم لیا کرتے تھے

ایک دن اُنکے کسی عزیز نے کہا اگر آپ کسی خادم سے کہدیتے تو وہ پانی گرم کر دیتا بولے "نہیں" رات اُن کے آرام کے لیئے ہے میں انکو تکلیف نہیں دینا چاہتا۔ صحیح مسلم میں ہے کہ ایک بار حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا باورچی آیا تو اُنہوں نے پوچھا خادموں کو کھانا دیا یا نہیں؟ بولا نہیں فرمایا جاؤ اسی وقت کھانا نکالکر دو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یہ بڑے گناہ کی بات ہے کہ آدمی خادموں کو بہت دیر میں کھانا دے"

"ادب المفرد" میں ہے کہ ایکبار حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے اپنی خادمہ سے کسی کام کو کہا وہ کھیل کود میں مصروف ہوگئی اور کام وقت پر نہیں کیا بولیں اگر قیامت کا ڈر نہوتا تو میں تجھے سخت سزا دیتی"

باہمی محبت

جس قوم کے افراد میں آپس میں محبت و موانست ہوتی ہے وہ کبھی ذلیل و خوار نہیں ہوتی۔ اسلام نے اپنے متبعین کو آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ محبت کرنے اور مخلصانہ تعلقات رکھنے کی سخت تاکید کی ہے:۔

قرآن مجید میں حق تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ اے مسلمانو تم اللہ کے اس احسان کو یاد کرو کہ اس نے تمہارے دلوں میں اُلفت پیدا کر دی (پارہ ۴ سورۂ آل عمران رکوع ۱۱)

دوسری جگہ فرمایا ہے اے ایمان والو آپس میں ملے رہو اور اللہ سے ڈرتے رہو (آل عمران)

پھر ارشاد ہے اے ایمان والو آپس میں جھگڑا نہ کرو کہ اس سے تم بزدلے ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اُکھڑ جائے گی (سورۂ انفال رکوع ۶)

"مشکوٰۃ" میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا (مومنوں کی شان یہ ہے کہ) "وہ آپس میں رحم اور مہربانی اور محبت کرتے ہیں"

عبداللہ ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص اپنے دینی بھائی سے خالصاً لوجہ اللہ محبت رکھے وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (ادب المفرد)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے۔ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے

فرمایا جو دو مسلمان آپس میں محبت رکھتے ہوں اُنمیں افضل وہ ہے جسکو اپنے دوست کی محبت زیادہ ہو۔ (ادب المفرد)

اِن ارشادات کو پیشِ نظر رکھ کر صحابۂ کرام آپس میں نہایت الفت و محبت رکھتے تھے حضرت انس بن مالکؓ اور سعد بن معاذ میں دوستانہ تعلقات تھے اور دونوں بزرگ ہر حال میں اسلامی اُخوت کا لحاظ رکھتے تھے اتفاق ایسا ہوا کہ حضرت انس ایکمرتبہ سفر میں گئے اور اُن کی عدم موجودگی میں حضرت سعد کا انتقال ہو گیا جب وہ واپس آئے اور سعد کی وفات کی خبر سُنی تو بے حد مغموم ہوئے پھر اُن کے مکان پر گئے اور اُن کے لڑکے کو گلے سے لگا کر خوب روئے اور کہا سعد سے ہمارا کوئی رشتہ نہیں تھا بلکہ صرف اسلامی محبت تھی لیکن اُنکی وفات سے مجھے اتنا ہی صدمہ ہوا ہے جتنا حقیقی بھائی کے مرنے پر ہوتا ہے (تذکرۃ الصلحین)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ اور حضرت مصعب بن عمیرؓ میں نہایت گہری دوستی تھی مصعب بن عمیر کی شہادت کے بعد ایک دن حضرت عبدالرحمٰن کے سامنے نہایت عمدہ کھانا آیا اُسوقت ان کو مصعبؓ یاد آئے کہنے لگے مصعب بن عمیر مجھ سے بہتر تھے وہ شہید ہوئے اور ایک چادر کے سوا ان کو کفن میسر نہ ہوا یہ کہکر رونے لگے اور کھانا چھوڑ دیا۔ (بخاری)

امداد باہمی باہمی اخلاص و محبت کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ مسلمان آپس میں ایک دوسرے کے ممد و معاون اور ہمدرد و غمخوار بن جائیں چنانچہ عہد رسالت کے مسلمانوں میں امداد باہمی کا احساس بدرجہ اتم موجود تھا صحابۂ کرام مصیبت میں آفت میں اور کشمکش میں ایک دُوسرے کی اعانت کرتے تھے۔ اسد الغابہ میں ہے کہ حضرت زبیرؓ وفات کے وقت بہت قرضدار تھے جب اُن کا انتقال ہو گیا تو سرمایہ داروں نے عبداللہ بن زبیر سے قرضہ طلب کرنا شروع کیا یہانتک کہ وہ پریشان ہوگئے اُن کے مکان کے قریب ہی حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ رہتے تھے جب ان کو خبر ہوئی تو اُنہوں نے عبداللہ بن زبیر کو اپنے پاس بُلایا اور قرضے کی مقدار دریافت کی پھر سب قرضہ اپنے پاس سے ادا کر دیا۔

"صحیح مسلم" میں ہے کہ قبیلۂ اشعری کے لوگ اپنے وطن سے مدینہ میں ہجرت کر کے آ گئے تھے ان لوگوں میں باہم اس قدر تعاون تھا کہ جب ان میں کا کوئی شخص تکلیف میں مبتلا ہوتا تو سب قبیلے والے جمع ہو کر اسکو آرام و راحت پہونچانے کی کوشش کرتے اور جب کسی شخص کو مالی امداد کی ضرورت ہوتی تو ہر شخص بقدر وسعت نقد و زر پیش کرتا۔ ادب المفرد میں ہے کہ حضرت اُمّ الدرداء رضی اللہ عنہا کے مکان کے پاس ایک یمنی شخص رہتا تھا ایکمرتبہ اُسکی بیوی سخت بیمار ہوئی اور اُسکے بچے پریشان رہنے لگے جب حضرت اُمّ الدرداؓ کو خبر ہوئی تو انہوں نے بچوں کو اپنے پاس بُلا لیا اور نہایت محبت کے ساتھ ہر طرح ان کی خبر گیری کی اور مریضہ کو اور اسکے خاوند کو دونوں وقت کھانا پکا کر بھیجا۔

مُسند امام احمد بن حنبل میں ہے کہ حضرت ربیعہ اسلمی رضی اللہ عنہ نہایت مفلس صحابی تھے ایکمرتبہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ میری شادی کا معاملہ طے ہو گیا ہے اور میرے پاس مہر اور دعوتِ ولیمہ کا کوئی سامان نہیں ہے یہ سُنکر اُسوقت جتنے صحابہ موجود تھے وہ سب اپنے اپنے گھروں کو گئے اور ہر ایک نے بقدر استطاعت ان کی مالی امداد کی"

بزرگوں کا ادب

ترمذی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا من لم یرحم صغیرنا ولم یوقر کبیرنا فلیس منا یعنی جو لوگ ہمارے چھوٹوں پر رحم اور ہمارے بزرگوں کا ادب نہیں کرتے وہ ہم میں سے نہیں ہیں۔ "کنز الاخلاق" میں ہے کہ جو شخص بزرگوں کا احترام نہیں کرتا وہ بدبخت ہے اور ملائکہ اُس کے حق میں بددُعا کرتے ہیں۔

مُسند امام احمد بن حنبلؒ میں ہے حضرت عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ حضرت ابن عمرؓ کے شاگرد تھے ایک روز وہ مسجد قبا کے پاس سے خچر پر سوار ہو کر نکلے راستہ میں حضرت ابن عمرؓ مل گئے اُنکو دیکھتے ہی عبداللہ فوراً اُتر پڑے اور کہا مجھے زیبا نہیں کہ آپ

تو پیدل چل رہے ہوں اور میں خچر پر سوار رہوں۔"

"صحیح مسلم" میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ حضرت عمرؓ کے تربیت یافتہ تھے وہ ایک دن حضرت عمرؓ کے پاس گئے اور مسلسل کئی گھنٹے تک خاموش بیٹھے رہے حضرت عمرؓ نے پوچھا آج کیا تمہیں کوئی خاص کام ہے؟ ابن عباسؓ نے کہا مجھے ایک مسئلہ پوچھنا ہے لیکن چونکہ آپ کام میں مصروف تھے اس لئے میں نے سوال کرنا خلافِ ادب سمجھا۔

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کے حالات میں لکھا ہے کہ ایک دن وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ ایک دعوت میں جا رہے تھے اور حضور اکرم کے داہنے ہاتھ کی طرف چل رہے تھے راستہ میں حضرت ابوبکرؓ مل گئے انکو دیکھتے ہی حضرت عبداللہ ابن عمر دائیں طرف سے ہٹکر حضور کے بائیں جانب آگئے تھوڑی دُور جا کر حضرت عمر بھی ملگئے ان کو دیکھتے ہی حضرت عبداللہ بالکل کنارے ہوگئے۔ حضور اکرم اُن کے اس ادب کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔" (مسند ابن حنبل)

دَورِ موجودہ میں مغربی تہذیب زیادہ شایع ہے جسمیں اِس قسم کے ادب و احترام کو دخل نہیں لیکن مسلمانوں کو ہر حال میں رسولِ اقدسؐ اور صحابۂ کرام کے طرزِ عمل کی پیروی چاہیئے۔"

تحفہ اور ھدیہ بھیجنا (آپس میں تحفے اور ہدیے بھیجنے سے تعلقات مستحکم ہوتے ہیں اور محبت زیادہ ہوتی ہے اور بُغض و عناد مٹ جاتا ہے پس مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ اپنی حیثیت اور استطاعت کے مطابق آپس میں ہدیے اور تحفے بھیجا کریں۔ بخاری میں حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے مسلمانو! آپس میں تحفے اور ہدیٔ بھیجا کرو کہ اس سے دلوں کی کدورت دُور ہو جاتی ہے اور محبت بڑھتی ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم خود بھی تحفے اور ہدئے بھیجا کرتے تھے اور صحابہ کو بھی تاکید کیا کرتے تھے (ترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ؐ دوسروں کے ہدیوں اور تحفوں کو قبول فرما لیتے تھے اور خود بھی دوسروں کے ہاں بھیجا کرتے تھے (ابو داؤد)

طبقات ابن سعد میں ہے کہ صحابۂ کرام عموماً ایک دوسرے کے پاس تحائف بھیجا کرتے تھے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے بار ہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں تحفے پیش کئے اور جب کبھی کسی مقام سے اُنکے ہاں کوئی عمدہ چیز آتی تھی وہ اپنے دوستوں اور رشتہ داروں کو تحفۃً ضرور بھیجتے تھے۔

حضرت نسیبہ انصاریہ رضی اللہ عنہا نہایت غریب اور مفلس صحابیہ تھیں لیکن تحفے تحائف بھیجنے کا ان کو بہت شوق تھا اور وہ اکثر ازواج مطہرات کی خدمت میں ہدیہ بھیجتی تھیں۔ (بخاری و مسلم)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہمیشہ کچھ نہ کچھ تحفہ حضور اکرم کی خدمت میں پیش کرتے تھے اور اکثر صحابۂ کرام کو بھی تحائف بھیجا کرتے تھے۔ (تذکرۃ الصٰلحین)

حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے پاس جب عمدہ میوے آتے تھے یا خرمے آتے تھے تو سب سے پہلے وہ ازواج مطہرات کو ہدیۃً بھیجا کرتی تھیں (مسلم باب اباحۃ الہدیہ)

حضرت ابو ایوب انصاری وقتاً فوقتاً مہاجرین کے ہاں ہدئے بھیجتے تھے۔ (تذکرۃ الصٰلحین)

عیادت اور تیمارداری

ابو داؤد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم میں اچھا وہ شخص ہے جو اللہ کے بندوں کے ساتھ اچھا سلوک کرے

"کنز الاخلاق" میں ہے کہ جب تمہارا کوئی بھائی بیمار ہو تو اُسکی عیادت کرو اور تیمارداری کرو۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ معمول تھا کہ ہر روز صبح کے وقت مریضوں کی عیادت کے لئے تشریف لے جاتے تھے اور جب موقع ملتا تھا تو تیمارداری بھی کرتے تھے۔ (طبقات)

صحابۂ کرام عموماً مریضوں کی عیادت کو اپنا فرض خیال کرتے تھے اور اکثر اوقات تیمارداری میں بھی مصروف رہتے تھے۔ صحیح مسلم میں ہے کہ ایکبار حضرت سعد بن عبادہ سخت بیمار ہوئے یہانتک کہ اُٹھنے بیٹھنے کی بھی طاقت نہ رہی حضور کو جب اطلاع ہوئی تو فوراً تشریف لائے اور دُعائے خیر کی اس علالت کے زمانے میں پندرہ سولہ اصحاب حضرت ابن عبادہ کی تیمارداری میں مصروف رہے یہانتک کہ اللہ تعالے نے انکو صحت عطا کی۔

مسند امام احمد بن حنبل میں ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابۂ کرام سے پُوچھا کہ تم میں آج کون روزے سے ہے؟ تم میں سے آج کس نے جنازے کی مشائعت کی؟ تم میں سے آج کس نے مسکین کو کھانا کھلایا؟ تم میں سے آج کس نے مریض کی عیادت کی؟ حضرت صدیق اکبرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ خوش قسمتی سے آج میں نے یہ تمام کام انجام دیئے ہیں میں روزے سے ہوں ایک جنازہ کے ساتھ بھی گیا تھا اور ایک مسکین کی بھی دعوت کی تھی اور ایک مریض کی عیادت کے لئے بھی گیا تھا حضور نے فرمایا جسمیں یہ تمام چیزیں جمع ہو جائیں وہ جنت میں ضرور داخل ہوگا

"تذکرۃ الصالحین" میں ہے کہ ایک دن حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ ضعیفی کی وجہ سے لکڑی ٹیکتے ہوئے مسجد قبا کی طرف جارہے تھے کسی نے پوچھا کہاں کا ارادہ ہے بولے ایک مریض کی عیادت کیلئے جارہا ہوں مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ مریض کی عیادت کرنا حق تعالے کو بہت پسند ہے:۔

سلام کرنا

"السلام علیکم" کے معنی ہیں "سلامتی ہو تم پر" یہ ایک دُعائیہ جُملہ ہے جو ملاقات کے وقت کہا جاتا ہے سلام کرنے سے دِیدِہ میں

محبت پیدا ہوتی ہے اور کدورت باقی نہیں رہتی اسی بنا پر قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ نے اسکی سخت تاکید فرمائی ہے پانچویں پارے سورۂ نساء میں ارشاد ہے :-

(اے مسلمانو!) جب تم کو سلام کیا جائے تو تم اس سے بہتر طریقہ سے اُسکا جواب دو

پھر ارشاد ہے :- مسلمانو! جب تم کسی دوسرے کے گھر پر جاؤ تو گھر میں داخل ہونے سے پہلے گھر والوں سے اجازت لے لیا کرو اور اُن کو سلام کیا کرو"

اٹھارہویں پارے سورۂ نور میں فرمایا ہے "اور جب تم گھروں میں جایا کرو تو اپنے لوگوں کو سلام کیا کرو، سلام ایک نہایت اچھی برکت والی دعا ہے جو خدا کی طرف سے تم کو تعلیم کی گئی ہے :-

صحیح مسلم باب الہجرت میں ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو سب سے پہلے خالص خدا پرستی کی تعلیم دی اور آپس میں سلام کرنے کا حکم دیا۔

"مشکوٰۃ" میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں اُس ذات کی قسم کھاتا ہوں جسکے قبضہ میں میری جان ہے کہ بہشت میں تم اُسوقت تک نہیں جاؤگے جب تک کامل الایمان نہیں بنوگے اور کامل الایمان اُسوقت تک نہیں بنوگے جب تک آپس میں مخلصانہ محبت پیدا نہیں کروگے پھر کیا میں تم کو وہ چیز نہ بتلاؤں کہ اگر اُس پر عمل کرو تو مخلص دوست بن جاؤ؟ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ضرور بتلائیے حضور نے فرمایا آپس میں سلام کیا کرو"

حقیقت یہ ہے کہ تعلقات قائم کرنے اور محبت پیدا کرنے کے لئے سلام کرنا عمل تسخیر کا حکم رکھتا ہے اور اس سے بغض و عناد دُور ہو جاتا ہے لیکن افسوس یہ ہے کہ آجکل خود پسندی اور نفس پرستی کا غلبہ ہے اور سلام کرنے کا رواج بہت کم ہو گیا ہے اگر مسلمان چاہتے ہیں کہ اُنمیں اُخوت و محبت کا رشتہ مستحکم طور پر قائم ہو جائے تو

اُن کو "سلام" کا رواج بڑھانا چاہیئے:۔

"ترمذی" میں حضرت ابُو قتادہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص کسی مجلس میں پہونچے تو اسکو چاہیئے کہ سلام کرے پھر جب وہاں سے اُٹھ جانے کا ارادہ کرے تو اُسوقت بھی سلام کرے پھر فرمایا جب تم اپنے گھر میں جاؤ تو گھر والوں کو سلام کرو کیونکہ اسمیں تمہارے گھر والوں کے لئے برکت ہے۔

بُخاری اور مُسلم میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ یا حضرت! مومنوں کے اعمال میں بہتر عمل کونسا ہے؟ حضور نے فرمایا (غریب بھائیوں کو کھانا کھلانا اور واقف و ناواقف سب کو سلام کرنا۔

"تُرمذی" میں عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا "اَلسَّلامُ علیکم" حضور نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا کہ اس شخص کے نامۂ اعمال میں دس نیکیاں لکھی گئیں پھر ایک اور شخص آیا اور اُس نے کہا "السلام علیکم ورحمۃ اللہ" حضور نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا اس شخص کے نامۂ اعمال میں بیس نیکیاں لکھی گئیں پھر کچھ دیر کے بعد ایک اور شخص آیا اور اُس نے کہا "السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" حضور نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا اس شخص کے نامۂ اعمال میں تیس نیکیاں لکھی گئیں پھر کچھ دیر کے بعد ایک اور شخص آیا اور اُس نے کہا "السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ومغفرتہ" حضور نے سلام کا جواب دیا اور کہا اس شخص کے نامۂ اعمال میں چالیس نیکیاں لکھی گئیں"

ابوداؤد میں حضرت ابی امامہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم نے فرمایا جو شخص سلام میں سبقت کرے وہ اللہ کے نزدیک زیادہ محبوب ہے۔

پھر فرمایا (اَلْبَادِیُٔ بِالسَّلَامِ بَرِیْءٌ مِّنَ الْکِبْرِ) سلام میں ابتدا کرنیوالا (ہر قسم کے غرور اور) تکبر سے پاک ہے:۔

"مشکوٰۃ" میں حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تین چیزیں موجب خلوص و محبت ہیں ایک یہ کہ ملاقات کے وقت سلام میں سبقت کرے۔ دوسرے یہ کہ اپنے بھائی مسلمان کو اُس نام سے پکارے کہ جو اس کو پسند ہو۔ تیسرے یہ کہ جب تمہارا کوئی مسلمان بھائی مجلس میں آئے تو اس کو جگہ دی جائے"

صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے راستے سے گزرے جہاں چند نوعمر لڑکے بیٹھے ہوئے تھے حضور اکرم نے اُن کو سلام کیا۔ ابن ماجہ میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک بار ایک ایسے مقام سے گزرے کہ جہاں کچھ عورتیں بیٹھی ہوئی تھیں حضور نے ان کو سلام کیا۔

بخاری اور مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص سواری پر ہو اُسکو چاہیئے کہ بیٹھے ہوئے شخص کو سلام کرے اور قلیل جماعت کو لازم ہے کہ کثیر جماعت کو سلام کرے اور چھوٹوں کو چاہیئے کہ وہ بڑوں کو سلام کریں"

اس پاک تعلیم کا یہ اثر تھا کہ صحابہ کرام ہر واقف و ناواقف کو سلام کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا معمول تھا کہ بازار میں جاتے تو ہر دوکاندار ہر مسکین ہر مسافر اور ہر شخص کو سلام کرتے ایک شخص نے پوچھا کہ بازار میں آپ نہ کسی چیز کا نرخ دریافت کرتے ہیں نہ کچھ خریدتے ہیں پھر کس کام کو آتے ہیں؟ بولے صرف سلام کرنے اور ثواب خریدنے۔ (مؤطائے امام مالکؒ)

ایک بار حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اونٹ پر سوار جا رہے تھے جو شخص راہ میں ملتا خواہ امیر یا غریب ہر ایک کو سلام کرتے تھے۔ (ادب المفرد)

"اسد الغابہ" میں ہے کہ صحابۂ کرام کو سلام کرنے کی اس قدر عادت تھی کہ اگر اُن کی آڑ میں ایک درخت بھی حائل ہو جاتا تھا تو اُسکی آڑ سے نکلنے کے بعد سلام کرتے تھے"

مصافحہ اور معانقہ

بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ملاقات کے وقت اپنے اصحاب سے سلام اور مصافحہ کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اس سے محبت بڑھتی ہے:۔

ترمذی میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا مَا مِنْ مُسْلِمَيْنِ يَلْتَقِيَانِ فَيَتَصَافَحَانِ اِلَّا غُفِرَ لَهُمَا قَبْلَ اَنْ يَتَفَرَّقَا یعنی جو دو مسلمان آپس میں ملتے ہیں باہم مصافحہ کرتے ہیں اُن کے گناہ اُن کے جدا ہونے سے پہلے بخشدئے جاتے ہیں۔

ابو داؤد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا اِذَا الْتَقَى الْمُسْلِمَانِ فَتَصَافَحَا وَحَمِدَا اللهَ وَاسْتَغْفَرَاهُ غُفِرَ لَهُمَا "یعنی جسوقت دو مسلمان آپس میں ملتے ہیں اور مصافحہ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتے ہیں اور اُس سے مغفرت چاہتے ہیں تو اُن دونوں کی مغفرت ہو جاتی ہے ترمذی میں حضرت اُم المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے زید بن حارثہ سے بارہا معانقہ کیا اور مصافحہ کیا اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ از راہِ محبت معانقہ کرنا بلا کرا ہیت

جائز ہے ابو داؤد میں حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب میں حبشہ سے مدینۂ منورہ میں آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلّم نے مجھ سے معانقہ اور مُصافحہ کیا اور میری پیشانی کو بوسہ دیا:۔

حضرت برار ابن عازبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا اَلْمُسْلِمَانِ اِذَا تَصَافَحَا لَمْ يَبْقَ بَيْنَهُمَا ذَنْبٌ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان) یعنی دو مسلمان جسوقت آپس میں مصافحہ کرتے ہیں تو اُن دونوں کے درمیان کوئی گناہ باقی نہیں رہتا:۔ "ادب المفرد" میں ہے کہ صحابۂ کرام عموماً مُصافحہ اور مُعانقہ کرتے تھے حضرت انس بن مالکؓ کا بیان ہے کہ میں صرف اِس غرض سے ہاتھوں میں خوشبو ملتا تھا کہ جو لوگ مجھ سے مُصافحہ کریں اُن کے ہاتھ معطر ہو جائیں:۔

گھر میں داخل ہونے کے لئے اجازت طلب کرنا

قرآن پاک میں حق تعالےٰ نے فرمایا ہے "مسلمانو! جب تم کسی دُوسرے کے گھر پر جاؤ تو گھر میں داخل ہونے سے پہلے گھر والوں سے اجازت لے لیا کرو" پھر ارشاد ہے کہ اگر گھر پر کوئی موجود نہ ہو تو جب تک تمہیں خالی گھر میں جانے کی خاص طور پر اجازت نہ ہو گھر میں داخل نہ ہوا کرو۔ اٹھارہویں پارہ سورۂ نور میں فرمایا ہے کہ اگر کوئی "صاحبِ خانہ" تم سے یہ کہے کہ اِس وقت (معاف کیجئے) گھر میں آنے کا موقع نہیں ہے تو بلا تامل چلے آؤ کہ یہی تمہارے لئے زیادہ مناسب ہے:۔

"کنز الاخلاق" میں ہے کہ جب تم اپنے کسی دوست یا رشتہ دار کے گھر پر جاؤ تو پہلے اس کو آواز دو پھر سلام کرو اور پھر داخل ہونے کے لئے اجازت طلب کرو "خیر الوصایا" میں ہے کہ اگر کسی شخص سے تمہارے بہت ہی گہرے تعلقات ہوں یا وہ تمہارا قریبی رشتہ دار ہو اور تم کو بار بار اُس کے مکان پر جانا پڑتا ہو

تب بھی بغیر اجازت طلب کئے گھر میں نہ جاؤ تمہیں کیا خبر ہے کہ گھر میں کون برہنہ ہے اور کون غیر محرم موجود ہے۔" اگر بار بار آواز دینا مناسب نہ ہو تو کھنکار کر یا پاؤں کی آہٹ کر کے جاؤ تاکہ گھر والوں کو معلوم ہو جائے۔"

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ جب کوئی شخص کسی کے مکان پر جائے تو مستحب ہے کہ گھر میں داخل ہونے کے لئے اجازت طلب کرے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کسی کے مکان پر جاتے تھے تو "صاحب خانہ" کو آواز دیتے تھے پھر سلام کرتے تھے اور پھر فرماتے تھے کہ کیا مجھے اندر آنے کی اجازت ہے (کنز)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا معمول تھا کہ جب کسی دوست یا رشتہ دار کے مکان پر جاتے تھے تو بلند آواز سے سلام کرتے تھے اور گھر میں داخل ہونے کی اجازت طلب کرتے تھے۔ (اسد الغابہ)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ اپنے گھر میں بھی بغیر اطلاع کے داخل نہیں ہوتے تھے اور جو لوگ بغیر اذن کے گھروں میں جاتے تھے ان کو برا سمجھتے تھے۔ (تذکرۃ الصالحین)

معاوضہ احسان اور سپاس گزاری

قرآن مجید میں حق تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔

هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ

(احسان کا بدلہ صرف احسان ہے)

"مشکوٰۃ" میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مَن لَّم يشكر النَّاس لم يشكر الله (جو لوگ انسانوں کا شکریہ ادا نہیں کرتے وہ خدا کے بھی شکر گزار نہیں ہوتے۔"

"کنزالایمان" میں ہے کہ اگر کوئی شخص ایک ذرّے کے برابر بھی احسان کرے تو تم اُس کا بدلہ دو اگر بدلہ نہ دے سکو اُس کے حق میں دُعائے خیر کرو اور اُس کے احسان کو یاد رکھو اور جو شخص محسن کی سپاس گزاری نہیں کرتا وہ بدبخت ہے۔"

"بخاری" میں ہے کہ ایک غزوہ میں صحابۂ کرام کے پاس پانی ختم ہو گیا اور وہ پیاس کی شدّت سے مجبور ہو کر پانی کی جستجو میں نکلے تھوڑی دور پہونچنے کے بعد ان کو ایک عورت ملی جسکے ساتھ پانی تھا اُس نے جب اِن لوگوں کو پیاسا دیکھا تو ہر ایک کو پانی پلایا جب سب نے پانی پی لیا تو اُس عورت نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ میرے حق میں دعا کیجئے حضور نے فوراً دُعا کے لئے ہاتھ اُٹھائے اور پھر اُسکو معاوضہ بھی دیا۔

ترمذی میں ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ہجرت کرنے سے پہلے بہت سے صحابہ مدینے پہونچگئے تھے جب حضور اکرم تشریف لائے تو اُنھوں نے کہا یا رسول اللہ! "انصار" ہمارے محسن ہیں ہمارے غمگسار ہیں انہوں نے ہمارے مصارف برداشت کئے ہم کو اپنا شریک بنالیا اور ہمیں ہر طرح سے آرام پہونچایا حضور نے فرمایا تمہیں چاہئے کہ انصار کے سپاس گزار رہو اور اُن کے حق میں دُعائے خیر کرو۔"

جامع المناقب میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں ابو بکر کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے اپنی جان و مال سے مجھے فائدہ پہونچایا ہے اور مجھ پر احسانات کئے ہیں حضرت عثمان ابن عفان رضؓ کا اگر کوئی شخص ایک کام بھی کردیتا تھا تو وہ ہر ملاقات کے وقت سپاس گزاری کرتے تھے۔

(تذکرۃ الصّلحین)

مصالحت وصفائی

ہر قوم اور ہر جماعت کی زندگی میں کوئی نہ کوئی موقع ایسا ضرور آجاتا ہے کہ اُس کے افراد آپس میں متصادم ہوجاتے ہیں اور یہ مقتضائے فطرت انسانی مسلمانوں میں بھی ایسے مواقع کا پیش آنا ناممکن نہیں تھا پس حق تعالےٰ نے اپنے کلام معجز نظام میں ارشاد فرمایا "مسلمان سب آپس میں بھائی بھائی ہیں اگر (کبھی) دو بھائیوں میں نااتفاقی ہوجائے تو اُن میں صلح کرادیا کرو" (پارہ ۲۶ سورۂ حجرات رکوع ۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کسی مسلمان کو جائز نہیں کہ وہ تین دن سے زیادہ اپنے بھائی سے سلام وکلام کا سلسلہ منقطع رکھے" (مشکوٰۃ)

عہدِ رسالت کے مسلمانوں میں جب کبھی آپس میں شکر رنجی ہوجاتی تھی تو وہ نہایت خلوص کے ساتھ باہم صفائی کرلیتے تھے بخاری میں ہے کہ ایک معاملہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت عبداللہ بن زبیر سے اس قدر ناراض ہوگئیں کہ بول چال تک کی قسم کھالی اور کئی روز تک نہ بولیں پھر جب خدا اور رسول کے فرمان پر غور کیا تو فوراً توبہ کی اور عبداللہ ابن زبیر کو بلا کر صلح کرلی"

"مسلم" میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد جب حضرت ابوبکر خلیفہ منتخب ہوئے تو حضرت علیؓ ناراض ہوگئے اور بیعت سے انکار کردیا لیکن بعد کو اُنہوں نے حضرت ابوبکر کو اپنے پاس بُلایا اور کہا اے ابوبکر میں نے تمہاری خلافت سے اس وجہ سے انکار نہیں کیا کہ مجھے تمہاری فضیلت کا اعتراف نہیں ہے بلکہ اصل بات یہ ہے کہ میں اپنے آپ کو خلافت کا زیادہ مستحق سمجھتا تھا بہرحال اب میں سب مسلمانوں کے سامنے بیعت کرنے کو تیار رہوں اس مخلصانہ گفتگو کے بعد ظہر کی نماز کے وقت حضرت علیؓ نے حضرت ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کی اور منبر پر کھڑے ہوکر تقریر کی جسمیں حضرت ابوبکر کے فضائل کا اعتراف کیا اور کہا میں نے جو کچھ کیا وہ اس بنا پر

نہ تھا کہ مجھ کو حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ رشک و حسد تھا یا میں اُن کے فضائل کا منکر تھا صرف وجہ یہ تھی کہ میں اپنے آپ کو خلافت کا زیادہ مستحق سمجھتا تھا لیکن اب میں مسلمانوں کے فیصلے سے راضی ہوں۔

کھانا کھانے کے آداب

"مشکوٰۃ" میں اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص کھانا کھائے تو اوّل ہاتھ دھوئے پھر بسم اللہ کہے اور جب کھانا کھا چکے تو یوں کہے "شکر و احسان ہے اُس پروردگار کا جس نے ہمیں کھانا کھلایا اور پانی پلایا اور مسلمان بنایا۔

ابوداؤد میں ہے کہ حضور اکرم نے فرمایا کھانا کھاتے وقت اس بات کا خیال رکھو کہ صرف اپنے آگے سے کھاؤ دوسرے شخص کے آگے سے نہ کھاؤ (کہ یہ بدتہذیبی ہے)

"کنز الاخلاق" میں ہے کہ کھانا کھانے سے پہلے ہاتھ دھونا ضروری ہے پھر بسم اللہ کہو اور داہنے ہاتھ سے کھانا شروع کرو اور اپنے آگے سے کھاؤ اور جب کھانا کھا چکو تو پھر ہاتھ دھوؤ اور منھ صاف کرو اور "الحمد للہ الذی اطعمنا وسقانا وجعلنا من المسلمین" پڑھو

ابوداؤد میں حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب کسی موقع پر دس بیس آدمی ساتھ بیٹھکر کھانا کھائیں تو کسی شخص کو "دسترخوان" اُٹھنے سے پہلے نہیں اُٹھنا چاہیئے اور جب تک سب لوگ کھانے سے فارغ نہ ہو جائیں کسی شخص کو دست کش ہو کر نہیں بیٹھنا چاہیئے اس لئے کہ ساتھ کھانیوالوں کو شرمندگی ہوگی اور وہ شکم سیر ہونے سے پہلے ہاتھ کھینچ لینگے۔

مشکوٰۃ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نے فرمایا مسلمانو! مجتمع ہو کر کھانا کھایا کرو اور علیحدہ علیحدہ نہ کھایا کرو یاد رکھو جماعت میں برکت ہے:۔

ابوداؤد میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم کھانا کھانے سے پہلے ہاتھ دھویا کرتے تھے اور کھانا شروع کرتے وقت بسم اللہ پڑھتے تھے اور تکیہ لگا کر نہیں کھاتے تھے اور جو کھانا پسند نہیں ہوتا تھا اسکو بُرا نہیں کہتے تھے بلکہ اُسے چھوڑ دیتے تھے اور کھانا کھانے کے بعد ہاتھ دھوتے تھے اور منہ صاف کرتے تھے اور تسبیح و تقدیس کرتے تھے۔

ترمذی میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عیسائیوں کے ساتھ کھانا کھانے کے متعلق دریافت کیا تو حضور اکرم نے فرمایا تمہارے دلمیں اُس طعام سے خلجان نہ پیدا ہونا چاہیئے جسمیں کوئی نصرانی شریک ہو۔

حسن ظن "بدگمانی" اور "سوء ظنی" فتنہ و فساد کی جڑ ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے کچھ شک نہیں کہ بدگمانی گناہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ اے مسلمانو! بدگمانی سے بچو اس لئے کہ بدگمانی "کذب و افترا" میں سے ہے (ابن ماجہ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو کوئی مومن پر بدگمانی کرے تو اللہ تعالیٰ حرام کرتا ہے اُسپر بہشت کی خوشبو" (نسائی)

"کنز الاخلاق" میں ہے کہ بدگمانی سے پرہیز کرو اس لئے کہ بدگمانی فساد کا باعث ہے "اسد الغابہ" میں ہے کہ صحابہ کرام بدگمانی کو بُرا سمجھتے تھے اور ایک دوسرے کی نسبت ہمیشہ نیک گمان رکھتے تھے۔ ایک دفعہ کوفہ والوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حضرت سعد بن وقاص کی شکایت کی کہ وہ نماز صحیح طریقے سے نہیں پڑھاتے انہوں نے انسے دریافت کیا تو بولے میں بالکل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقہ پر نماز پڑھاتا ہوں حضرت عمر نے کہا اے سعد یقین کرو تمہاری نسبت میرا نیک ہی گمان تھا (ابوداؤد)

حضرت کعب بن مالکؓ اور ہلال بن اُمیہؓ میں نہایت مخلصانہ تعلقات تھے بعض

شر پرداز فتنہ پرداز لوگوں نے چاہا کہ اُن میں افتراق پیدا ہو جائے اس لئے حضرت کعب بن مالک سے حضرت ہلال بن اُمیہ کے متعلق بے اصل و بے بنیاد باتیں بیان کیں حضرت کعبؓ نے کہا میں قسم کھاتا ہوں اُس ذات کی جسکے قبضے میں میری جان ہے کہ میں ہلال بن اُمیہ کی نسبت ہرگز بدگمانی نہیں کرونگا اس لئے کہ بدگمانی بڑا گناہ ہے (تذکرۃ الصلحین)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر ایکمرتبہ منافقین نے ایک تہمت لگائی اور بہت سے مسلمانوں کو اس بات پر آمادہ کرنا چاہا کہ وہ "واقعہ افک" کو شہرت دیں اور آپس میں چرچا کریں لیکن صحابۂ کرام نے کہا ہم ازواج مطہرات کی نسبت بدرجہ اتم حُسنِ ظن رکھتے ہیں اور ہرگز بدگمانی نہیں کرسکتے بُخاری میں صحابہ کے یہ الفاظ منقول ہیں۔

مایکون لنا ان نتکلم بھذا و اللہ ھذا بھتان عظیم۔	ہمارے لئے اُسکا ذکر جائز نہیں خدا کی قسم کہ یہ ایک بہتانِ عظیم ہے۔

"کیمیائے سعادت میں ہے کہ ہر مومن کو یہ لازم ہو کہ اپنے بھائی مومن کی نسبت نیک گمان رکھے اور کسی کے کہنے سُننے سے بدگمان نہ ہو:۔

مساوات اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ سب انسان باعتبار انسان ہونے کے مساوی الرتبہ ہیں کسی کو کسی پر تفوّق اور فضیلت نہیں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔

"عرب کے کسی باشندے کو عجم کے کسی باشندے پر اور عجم کے کسی شخص کو عرب کے کسی شخص پر گورے رنگ والے کو کالے آدمی پر اور کالے کو گورے پر کوئی فضیلت نہیں ہے، فضیلت کا ذریعہ تو صرف تقویٰ اور خدا ترسی ہے۔ (زاد المعاد جلد ۲)

کنز الاخلاق میں ہے اے مسلمانو! آپس میں تفوّق اور امتیاز قائم نہ کرو اور اصل حقیقت پر غور کرو کیا یہ سچ نہیں ہے کہ تم سب انسان اوّل "آدم" کی اولاد ہو اور وہ مٹی سے بنے تھے پس تمہاری سب کی اصل ایک ہے:۔

ان تعلیمات پر غور و فکر کرنے کے باعث صحابۂ کرام آپس میں مساویانہ برتاؤ کرتے تھے "ادب المفرد" میں ہے کہ ایک بار صفوان بن امیہؓ ایک خوان بھر کے کھانا لائے اور حضرت عمرؓ کے سامنے رکھدیا انہوں نے مسکینوں اور غلاموں کو بلایا اور سب کو اپنے ساتھ کھانا کھلایا اسکے بعد فرمایا خدا اُن لوگوں پر لعنت کرے جنکو غریبوں اور غلاموں کے ساتھ کھانا کھانے میں عار آتا ہے اور وہ ان کو حقیر سمجھتے ہیں:۔

"اُسد الغابہ" میں ہے کہ ایک بار حضرت عبداللہ بن عمر مدینے کے قریب ایک قریہ میں گئے اس موقع پر ان کے ساتھ چند احباب بھی تھے جب کھانے کا وقت آیا تو دسترخوان بچھایا گیا اتفاق سے اُسوقت ایک غریب چرواہا بھی آگیا حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے بڑی محبت کے ساتھ اسکو اپنے پاس بُلایا اور شریکِ طعام کیا۔

تذکرۃ الصٰلحین میں ہے کہ ایک دن حضرت بلال اور حضرت ابوسفیان حضرت عمرؓ کے مکان پر گئے اور اپنے آنے کی اطلاع بھیجی حضرت عمرؓ نے اوّل حضرت بلال کو بلایا اور ان سے بات چیت کی پھر حضرت ابوسفیان کو بلایا یہ تقدیم و تاخیر ان کو ناگوار گزری اور کہا یا عمرؓ یہ کیا انصاف ہے کہ ایک غلام کو تو تم نے پہلے بُلایا اور مجھے کہ میں ایک رئیس ہوں بعد میں بُلایا حضرت عمر اس بات کو سُنکر خشم آلود ہوئے اور کہا اے ابوسفیان ابھی تک تمہارے دماغ میں زمانۂ جاہلیت کا غرور باقی ہے تم اس بات کو پیشِ نظر نہیں رکھتے کہ اسلام نے تم سب کو بلایا بلال فوراً آگے بڑھے اور تم پیچھے رہ گئے یاد رکھو اسلام کی نظر میں بلند و پست اور ادنےٰ و اعلیٰ سب برابر ہیں۔

آداب مجلس

مجلس و ملاقات کے آداب اسلام نے جس وضاحت سے بیان کئے ہیں کسی مذہب نے بیان نہیں کئے اور اس باب میں اسلام کے امتیازات نمایاں نظر آتے ہیں۔ قرآن مجید کے اٹھارہویں پارہ سورۂ نور میں ہے کہ با ادب لوگ جب کبھی پیغمبر کے پاس جمع ہوتے ہیں تو جب تک وہ پیغمبر سے اجازت نہ لے لیں مجلس سے اُٹھ کر

نہیں جاتے۔ اٹھائیسویں پارے سورۂ مجادلہ میں فرمایا ہے مسلمانو! جب تم سے کہا جائے کہ مجلس میں کھل کر بیٹھو (تو تکلف نہ کیا کرو بلکہ) کھلکر بیٹھ جایا کرو اور جب تم سے کہا جائے کہ اپنی جگہ سے اُٹھکر کسی دوسری (مناسب) جگہ جا بیٹھو تو اُٹھ کھڑے ہوا کرو۔

"ادب المفرد" میں حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص کسی دوسرے شخص کو جو پہلے سے بیٹھا ہوا ہو اُسکی جگہ سے خود وہاں بیٹھنے کے لئے نہ اُٹھائے بلکہ جہاں جگہ ملے وہاں بیٹھ جائے۔"

"کنز الاخلاق" میں ہے کہ حضور اقدسؐ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص اپنی جگہ سے اُٹھے اور پھر وہاں آئے تو وہ اپنی سابقہ جگہ پر بیٹھنے کا زیادہ مستحق ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آتے تھے تو جہاں مجلس ختم ہوتی تھی وہاں بیٹھ جاتے تھے اور اپنے آرام کے لئے دوسروں کو تکلیف نہیں دیتے تھے۔ حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کوئی شخص کسی کو اُسکی جگہ سے اُٹھا کر خود اُسکی جگہ نہ بیٹھے اور ابن عمرؓ کا معمول تھا کہ جو کوئی تعظیماً اپنی جگہ سے اُٹھتا تھا وہ وہاں نہیں بیٹھتے تھے بلکہ جہاں مجلس ختم ہوتی تھی وہاں بیٹھ جاتے تھے۔

"تقویم الاخلاق" میں ہے کہ جب کوئی شخص تمہارے پاس آئے تو اُسے عزت سے بٹھاؤ اور جب تم کسی مجلس میں جاؤ تو اپنا جوتہ حفاظت سے رکھدو اور جب تم میں سے کوئی شخص کسی مجلس میں تقریر کرے تو کسی خاص شخص کی طرف متوجہ نہ ہو بلکہ عام طور پر سب کی طرف متوجہ رہے۔

"خیر الوصایا" میں ہے کہ جب تم کسی محفل یا مجلس میں جاؤ تو اوّل سب کو سلام کرو پھر جہاں تمکو جگہ مل جائے بیٹھ جاؤ اس بات کی کوشش نہ کرو کہ سب سے آگے بیٹھو یا سب سے بلند ہو کر بیٹھو اس سے غرور اور تکبر پیدا ہوتا ہے اور حق تعالیٰ مغرور اور متکبر کو پسند نہیں کرتا۔

"ادب المفرد" میں ہے کہ جب تم کسی راستہ میں بیٹھو تو ناواقفوں کو راستہ بتاؤ اور نامحرم عورتوں کو نہ دیکھو

تین شخصوں میں دو کا سرگوشی کرنا

ابو داؤد میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے

کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب ایک مجلس میں تین شخص بیٹھے ہوئے ہوں تو تیسرے شخص کو چھوڑ کر دو شخصوں کا آپس میں سرگوشی کرنا نامناسب ہے اس لئے کہ اسکی دلشکنی ہوگی اور وہ آزردہ ہو جائے گا۔

کنز الاخلاق میں ہے کہ تین شخصوں میں دو کا سرگوشی کرنا جائز نہیں ایسا کرنے سے تیسرے شخص کو رنج پہونچتا ہے اور وہ یہ سمجھتا ہے کہ مجھے ناقابل اعتبار اور ناقابل اعتماد سمجھا۔

صحابہ کرام کا یہ معمول تھا کہ جب وہ اپنے کسی دوست سے کوئی خاص بات کہنا چاہتے تھے تو مجلس سے علیحدہ ہو کر سرگوشی کرتے تھے اور مجلس میں سرگوشی کرنے کو برا سمجھتے تھے۔ (طبقات)

کسی کے مکان پر آواز دیکر نام ظاہر نکرنا ترمذی میں حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ میں ایکمرتبہ رسول اللہؐ کے دولت کدے پر حاضر ہوا اور میں نے دروازہ کھٹکھٹایا حضور نے پوچھا کون ہے میں نے کہا "میں ہوں" یہ سنکر حضورؐ باہر تشریف لائے اور کہا یہ بڑی نامناسب بات ہے کہ کوئی شخص کسی کے مکان پر جائے اور دروازہ کھٹکھٹا کر نام نہ بتلائے بلکہ یوں کہے کہ "میں ہوں" "میں ہوں" (ایسا نہ کیا کرو)

"کنز الاخلاق" میں ہے کہ جب تم کسی کے مکان پر جاؤ تو دروازہ کھٹکھٹا کر سکوت اختیار نہ کرو بلکہ اپنا نام بتلادو اور یہ نہ کہو کہ "میں ہوں" "میں" کا جواب کافی نہیں ہے اگر آواز کی شناخت نہو سکے تو کچھ پتہ نہیں لگتا کہ "میں" کا کیا مطلب ہے۔ تذکرۃ الصالحین میں ہے کہ ایکدن معاویہ بن حکم حضرت ابوقتادہؓ کے مکان پر گئے اور دروازہ کھٹکھٹا کر خاموش کھڑے ہوگئے ابوقتادہ نے پوچھا کون ہے لیکن انہوں نے جواب نہیں دیا پھر تھوڑی دیر کے بعد معاویہ نے دروازہ کھٹکھٹایا اور پھر ابوقتادہ نے پوچھا کون ہے لیکن انہوں نے پھر بھی کوئی جواب نہیں دیا آخر حضرت ابوقتادہ مکان سے باہر آئے اور سلام علیک کر کے کہا اے معاویہ یہ بڑی بد تمیزی کی بات ہے کہ کوئی شخص کسی مکان پر جائے اور دروازہ کھٹکھٹانے کے بعد نام نہ بتلائے مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص کسی کے مکان پر جائے تو اُسے لازم ہے کہ دروازہ کھٹکھٹانے کے بعد اپنا نام ظاہر کرے۔

کسی دوسرے کا خط پڑھنا بغیر اجازت کسی دوسرے شخص کا خط پڑھنا نہایت

بُری بات ہے اور اخلاقاً اور شرعاً ممنوع ہے ہم نے اکثر غیر مہذب لوگوں کو دیکھا ہے کہ وہ بلا تامل دوسروں کا خط پڑھ لیتے ہیں اور ممانعت کی مطلق پروا نہیں کرتے ابو داؤد میں حضرت ابن مسعود رضؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مَنْ نَظَرَ فِیْ کِتَابِ اَخِیْهِ بِغَیْرِ اِذْنِهٖ فَاِنَّمَا یَنْظُرُ فِی النَّارِ:- یعنی جو شخص بغیر اجازت اپنے بھائی کے خط کو دیکھے گا وہ آگ کو دیکھے گا (یعنی قیامت کے دِن اُسکی آنکھوں کو آگ سے جُھلس دیا جائیگا)

"کنز الاخلاق" میں ہے کہ تم میں سے کسی کو جائز نہیں کہ وہ بغیر اجازت اپنے بھائی کے مکتوب کو پڑھے ممکن ہے کہ خط میں کوئی ایسی بات ہو جسکو وہ تم پر ظاہر نہیں کرنا چاہتا۔

معمولی چیزوں کو منع کرنا قرآن مجید کے تیسویں پارے سورۂ ماعون میں حقتعالےٰ نے ارشاد فرمایا ہے وَیَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ۝ (اور منع کرتے ہیں برتنے کی چیزوں کو) اکثر مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے "ماعون" سے مراد روز مرہ کے استعمال کی معمولی چیزیں ہیں مثلاً آگ، پانی، نمک وغیرہ پس لوگوں کو چاہیئے کہ وہ ان چیزوں کو منع نہ کیا کریں اس تفسیر کی تائید ایک حدیث سے ہوتی ہے ابو داؤد میں حضرت انس رضؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ یا حضرت کن چیزوں کا روکنا جائز نہیں؟ حضور نے فرمایا نمک، آگ، (پانی) اور نیکی ا۔

"کنز الاخلاق" میں ہے کہ اگر تمہارا ہمسایہ یا دوست یا عزیز کسی وقت تمسے اُن چیزوں کے متعلق سوال کرے جو روز مرہ ہر گھر میں استعمال میں آتی ہیں اور قریب قریب ہر وقت موجود رہتی ہیں مثلاً نمک، آگ، پانی انکو منع نہ کرو کہ یہ بخل ہے۔

طبقات میں ہے کہ ازواجِ مطہرات اور صحابیات اپنے ہمسایوں اور عزیزوں کے ساتھ اچھا سلوک کرتی تھیں اور روز مرہ کے استعمال کی چیزوں کو منع نہیں کرتی تھیں۔

"تنبیر الوصایا" میں ہے کہ اگر کبھی ضرورت واقع ہونے پر تمہارا ہمسایہ تم سے آگ، پانی یا نمک کے متعلق سوال کرے تو حتی الامکان اُسکو رد نہ کرو۔

سوتے وقت آگ بجھانا

نسائی میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک رات مدینے میں ایک مکان میں جسمیں کچھ انصار رہتے تھے آگ لگ گئی اور بہت نقصان ہوا جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو آپ نے فرمایا اے لوگو! یہ آگ تمہاری دشمن ہے جب سونے لگو تو اُسے بجھا دیا کرو۔ "کنزالاخلاق" میں ہے کہ سوتے وقت آگ کو روشن رکھنا یا چراغ کو تیز جلتا ہوا چھوڑنا خطرے سے خالی نہیں ممکن ہے کوئی چنگاری بھڑک اُٹھے اور تمہاری جان و مال کو نقصان پہونچ جائے پس سوتے وقت آگ کو بجھا دینا چاہئے اور احتیاط کرنی چاہئے کہ وہ کامل طور پر بجھ جائے۔"

ذرہ آتش چو شد افروختہ ۔ بینی از وے عالمے را سوختہ

(آگ کی چنگاری جب بھڑک اُٹھے تو تم دیکھوگے کہ وہ ایک جہان کو جلا سکتی ہے۔)

بے پردہ چھت پر سونا

ترمذی میں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس چھت پر سونے سے منع فرمایا جسپر پردے نہوں شارحین نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ اس ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ اکثر اوقات ایسا ہوتا ہے کہ میاں بیوی گرمی کے موسم میں چھتوں پر سوتے ہیں اور گرمی کی وجہ سے کپڑے اُتار دیتے ہیں پھر اگر صبح کے وقت اُنکی آنکھ نہیں کھلی تو ہمسایوں کی اُنپر نظر پڑے گی اور بے حجابی ہوگی اسکے علاوہ بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے رات کو پیشاب وغیرہ کی ضرورت ہوئی اور نیند کی حالت میں رفع حاجت کے لئے اُٹھے اور نیند کی وجہ سے انکو کچھ خیال نہیں رہا تو گر جانے کا اندیشہ ہے اور اگر رات تاریک ہوئی اور روشنی کا کوئی انتظام نہ ہوا تب بھی چھت پر سے گر جانیکا خوف ہے بہرحال ان تمام مصلحتوں کی بنا پر پردوں کا ہونا ضروری ہے اور بے پردہ چھت پر سونا مناسب نہیں۔"

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ کا مکان دو منزلہ تھا اور وہ گرمی کے موسم میں بالاخانے پر سویا کرتے تھے اُن کی احتیاط کی یہ حالت تھی کہ جب تک چاروں طرف پردے کا انتظام نہیں کر لیتے تھے کپڑے نہیں اُتارتے تھے (تذکرۃ الثقلین)

قسم اور اُسکا کفّارہ

آج کل عام طور پر بول چال میں اسکی احتیاط نہیں رکھی جاتی کہ زبان سے کوئی ایسا جملہ نہ نکلے جس میں لفظاً یا معناً مذہب کی مخالفت یا تحقیر ہوتی ہو۔ بعض اوقات لوگ بیدھڑک ایسے الفاظ کہہ جاتے ہیں جو کفر تک پہنچتے ہیں۔ گفتگو میں ان باتوں کا بہت لحاظ رکھنا چاہیئے۔ اور اگر اتفاق سے کوئی ایسا جملہ زبان سے نکل جائے جس میں مذہب کی مخالفت یا خدا و رسول کی ناخوشی کا شائبہ ہو تو فوراً توبہ کرنی چاہیئے۔ اسی طرح کی بے احتیاطیوں میں ایک قسم بھی ہے۔ اور اکثر لوگ بات بات پر بے ضرورت اور بے محل قسم کھاتے ہیں۔ اور بعض ناعاقبت اندیش تو قسم کو تکیہ کلام کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ بے ضرورت بات بات پر قسم کھانا نہ صرف بُری بات ہے بلکہ اس میں اللہ تعالےٰ کے نام کی بے حرمتی ہوتی ہے۔ حتی المقدور سچی بات پر بھی قسم نہیں کھانی چاہیئے۔

کس طرح قسم واقع ہوتی ہے

اگر تم نے قسم کھالی اور یہ الفاظ زبان سے کہہ دیئے کہ اللہ کی قسم اور خدا کی قسم۔ خدا کی عزت وجلال کی قسم یا اسی طرح کا کوئی اور لفظ استعمال کیا تو شرعی طور پر قسم واقع ہوجائے گی۔ اور اب اس کے خلاف کرنا درست نہیں۔ اگر خدا کا نام نہیں لیا اور صرف یہ کہا کہ میں قسم کھاتا ہوں کہ یہ کام نہیں کروں گا تو بھی قسم ہوجائے گی۔ اگر یہ کہا کہ میں گواہ کرکے اور میں خدا کو حاضر وناظر جان کر کہتا ہوں یا قرآن مجید۔ کلام مجید۔ کلام اللہ کی قسم کھا کر کوئی بات کہی تو قسم ہوجائے گی لیکن کلام مجید کو ہاتھ میں لیکر یا اسپر ہاتھ رکھکر کوئی بات کہی لیکن زبان سے قسم نہیں کھائی تو قسم نہیں ہوگی۔ اگر یہ کہا کہ اگر میں یہ کام کروں تو بے ایمان مروں۔ مرتے وقت ایمان نصیب

نہ ہو۔ بے ایمان ہو جاؤں۔ یا یہ کام کروں تو مسلمان نہیں۔ تو قسم ہو جائے گی۔ اور اسکے توڑنے پر کفارہ دینا پڑے گا۔

کس طرح قسم واقع نہیں ہوتی

اپنے آپ کو کوسنے سے مثلاً یہ کہنے سے کہ ہاتھ سے چھوا ہو تو ہاتھ ٹوٹیں۔ آنکھوں سے دیکھا ہو تو آنکھیں پھوٹیں۔ یا یہ کہنے سے کہ یہ کام کروں تو سور کھاؤں۔ مرتے وقت کلمہ نصیب نہ ہو۔ وغیرہ۔ قسم واقع نہیں ہوتی۔

خدا کے سوا کسی اور کی قسم کھانے سے مثلاً رسول اللہ کی قسم۔ کعبہ کی قسم۔ اپنی ذات اور جوانی کی قسم۔ ماں باپ۔ اولاد اور عزیزوں کی قسم سے قسم واقع نہیں ہوتی۔ اسیطرح یہ کہنے سے کہ تمہارے سر کی قسم۔ تمہاری جان کی قسم۔ تماری قسم۔ اپنی قسم کہنے سے بھی قسم نہیں ہوتی۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی قسم کھانا گناہ عظیم ہے۔ سرور عالم ﷺ نے اسکی ممانعت کی ہے۔ کیونکہ اللہ کے سوا کسی اور کی قسم کھانا ایک طرح کا شرک ہے۔

اگر کوئی یہ کہے کہ تمہارے گھر کا کھانا مجھ پر حرام ہے۔ یا کسی چیز کی نسبت کہے کہ یہ چیز میں نے اپنے اوپر حرام کر لی تو وہ چیز تو حرام نہیں ہوتی لیکن قسم واقع ہو جاتی ہے۔

قسم دلانا

کسی کے قسم دلانے سے قسم نہیں ہوتی۔ اور نہ وہ شخص جس کو قسم دلائی جائے کسی طرح کا ذمہ دار بنتا ہے۔

قسم کے ساتھ انشاء اللہ

قسم کے ساتھ انشاء اللہ شامل کر دینے سے قسم نہیں ہوتی مثلاً کوئی شخص یوں کہے کہ میں خدا کی قسم انشاء اللہ ایسا نہیں کروں گا تو قسم نہیں ہوگی۔

خوفناک قسمیں

کسی گذشتہ واقعہ کے متعلق انکار یا اقرار کی صورت میں یا خبر کو یقینی ثابت کرنے کے لئے جھوٹی قسم کھانا گناہ عظیم ہے۔ مثلاً تم نے زید سے ملاقات نہیں کی اور جب کسی نے پوچھا تو تم نے کہا کہ خدا کی قسم میں زید سے ملاقات کر چکا ہوں

یا تم نے کوئی نقصان کر دیا۔ اور باز پرس کے وقت کہا کہ خدا کی قسم میں نے یہ نقصان نہیں کیا ہے۔ یا زید نوکری سے علیحدہ نہیں ہوا اور تم نے قسم کھا کر کہدیا کہ وہ نوکری سے علیحدہ ہو گیا ہے۔

جھوٹی قسم

جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھانا ایک ایسا گناہ ہے کہ اُس کا کفارہ بھی نہیں ہو سکتا اور اس کے سوا کوئی علاج نہیں کہ اپنی نادانی پر شرمسار ہو کر جناب الٰہی میں توبہ و استغفار کرے۔

اگر کوئی شخص مغالطہ میں ہو اور جو کچھ کہہ رہا ہو اسے واقعہ کے خلاف ہونے کے باوجود اپنی دانست میں صحیح سمجھ رہا ہو اور پھر قسم کھالے تو نہ گناہ ہے نہ کفارہ لازم آتا ہے۔

کفارہ کی صورتیں

اگر پیش گوئی پر قسم کھائی جائے اور وہ پیش گوئی پوری نہ ہو تو کفارہ دینا پڑے گا۔ مثلاً تم کہو کہ خدا کی قسم آج پانی برسے گا اور پھر پانی نہ برسے تو گناہ لازم ہو گیا۔

اگر تم کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کے متعلق قسم کھالو تو وہ کام نہ کرو تو کفارہ دینا پڑیگا مثلاً تم یہ کہو کہ میں خدا کی قسم آج بازار جاؤں گا اور پھر بازار نہ جاؤ تو کفارہ دینا پڑے گا یا یہ کہو کہ خدا کی قسم میں آج بازار نہیں جاؤں گا اور پھر بازار جاؤ تو گناہ لازم ہو گا۔

ناجائز قسموں کا فوراً توڑ دینا واجب ہے اور کفارہ ان پر بھی لازم آتا ہے۔ مثلاً کوئی یہ کہے کہ میں خدا کی قسم آج نماز نہیں پڑھوں گا۔ یا خدا کی قسم آج زید کی چھتری چرا لاؤں گا یا خدا کی قسم میں اپنے والد سے نہیں بولوں گا تو اِس قسم کا توڑ دینا اور اس کا کفارہ ادا کرنا ضروری ہے۔

اگر قسم بھولے سے بھی ٹوٹ جائے تو کفارہ لازم آتا ہے۔

غصہ میں قسم کھانے سے بھی کفارہ لازم آتا ہے۔

اگر کوئی شخص یہ قسم کھائے میں اس گھر نہیں جاؤں گا۔ اور کچھ دنوں کے بعد وہ گھر گر پڑے اور کھنڈر ہو جائے تو بھی قسم باقی رہے گی۔ البتہ اگر بالکل میدان ہو جائے۔

اور اسکی جگہ مسجد یا باغ یا کوئی اور چیز بنا دی جائے تو اُس میں جانے سے قسم نہیں ٹوٹے گی۔

اگر کوئی یہ قسم کھائے کہ میں جو کپڑہ پہنے ہوئے ہوں اب نہیں پہنوں گا۔ یا جس گھر میں بیٹھا ہوں اب نہیں رہوں گا تو فوراً نہ تعمیل کرنے سے قسم ٹوٹ جائے گی۔ یعنی کپڑے کو فوراً اُتار ڈالے اور گھر کو جلد سے جلد خالی کر دے۔

اگر کوئی شخص یہ قسم کھائے کہ میں تمہارے گھر میں قدم نہیں رکھنے کا۔ اور پھر سوار ہو کر اُس کے گھر جائے تو قسم ٹوٹ جائے گی۔ اور اس لفظ پروری سے کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔

اگر کوئی شخص بالتعیین وقت یہ قسم کھائے کہ میں کبھی نہ کبھی اس کام کو کروں گا۔ اور پھر اس کام کو کبھی نہ کرے تو زندگی بھر قسم نہیں ٹوٹے گی۔ مگر مرتے وقت ٹوٹ جائیگی۔ پس اس کفارہ کی وصیت کر دینی چاہیئے۔

جبر سے قسم نہیں ٹوٹتی۔ مثلاً کسی نے یہ قسم کھائی کہ میں زید کے گھر نہیں جاؤں گا۔ پھر کوئی شخص اسے زبردستی اور بے بس کرکے زید کے گھر لے گیا تو قسم نہیں ٹوٹیگی۔

اگر کوئی شخص دودھ کی قسم کھائے اور پھر اُسی دودھ کا دہی بنا کر کھالے تو قسم نہیں ٹوٹے گی۔ اِسی طرح گوشت کی قسم کھانے کے بعد مچھلی یا کلیجی کھانے سے قسم نہیں ٹوٹتی۔

قسم کے متعلق لفظوں سے چنداں بحث نہیں کرنی چاہیئے بلکہ اصلی معنی اور نیت کا خیال رکھنا چاہیئے۔

اپنے ذاتی علم پر قسم کا سچا جھوٹا ہونا اور ٹوٹنا نہ ٹوٹنا موقوف ہے۔ مثلاً کسی نے قسم کھائی کہ جب تک زید اجازت نہ دیگا میں خط نہیں لکھوں گا۔ زید نے اجازت دیدی لیکن اسے خبر نہیں ہوئی اور اُس نے خط لکھدیا۔ اب زید کی اجازت کے باوجود قسم کھانیوالے کو کفارہ دینا پڑے گا۔ کیونکہ قسم توڑتے وقت اُسے زید کی اجازت کا علم نہیں تھا۔

اگر کوئی شخص یہ قسم کھائے کہ میں یہ چیز نہیں خریدوں گا۔ یا میں یہ چیز نہیں بیچوں گا اور پھر کسی سے کہے کہ تم میرے لئے یہ چیز خرید لاؤ یا میری طرف سے یہ چیز بیچ دو۔ تو قسم نہیں ٹوٹیگی۔ لیکن اگر قسم کھانے کا یہ منشا تھا کہ اصالتاً یا وکالتاً کسی طرح یہ بات عمل میں نہیں آئے گی تو قسم ٹوٹ جائے گی۔

اگر کوئی یہ قسم کھائے کہ میں اِس دری پر نہیں لیٹوں گا۔ اور پھر اُس پر ایک چادر لگاکر لیٹے تو قسم ٹوٹ جائے گی۔ البتہ اگر اُس دری پر ایک اور دری بچھاکر لیٹے تو قسم نہیں ٹوٹیگی اسی طرح اگر یہ قسم کھائی کہ میں اِس تخت پر نہیں بیٹھوں گا اور پھر فرش بچھاکر بیٹھا تو قسم ٹوٹ جائے گی۔ البتہ اگر اس تخت پر ایک اور تخت بچھاکر بیٹھا تو قسم نہیں ٹوٹے گی۔

کفارہ کی تفصیل

قسم کا کفارہ یہ ہو کہ دس محتاجوں کو دو وقت کھانا کھلایا جائے یا کچا اناج دیا جائے۔ اگر کچا اناج دیا جائے تو ہر محتاج تو اسّی روپے کے سیر سے پونے دو سیر گیہوں اور ساڑھے تین سیر جو دئے جائیں۔ اگر یہ نہ کیا جائے تو دس فقیروں کو کپڑہ پہنایا جائے۔ کپڑے کی تعداد کم از کم اتنی ہو کہ بدن کا بیشتر حصہ چھپ جائے۔ ایک چادر یا ایک لمبا کرتا کفارہ ادا کرنے کے لئے کافی ہے۔ محتاجوں کو اِس مقدار سے جو کپڑہ دیا جائے اُس میں نئے یا پرانے کی کوئی قید نہیں۔ البتہ بہت پرانا نہ ہو۔ اگر کسی محتاج عورت کو کپڑہ دیا جائے تو اُسکی مقدار اتنی ہونی چاہیئے کہ سارا بدن چھپ سکے۔ اور وہ اُس سے نماز پڑھ سکے۔

اگر قسم توڑنے والا اتنا غریب ہو کہ نہ محتاجوں کو کھانا کھلا سکتا ہو۔ اور نہ کپڑہ دے سکتا ہو تو اُسے تین روزے رکھنے چاہئیں لیکن شرط یہ ہے کہ تینوں روزے مسلسل ہوں۔ اگر ایک روزہ رکھکر دوسرا یا دو روزے رکھکر تیسرا دانستہ یا کسی عذر کی وجہ سے چھوڑ دیا تو کفارہ صحیح نہیں ہوگا۔ اور از سر نو تین لگاتار روزے رکھنے پڑینگے۔

اگر کوئی شخص قسم توڑنے سے پہلے کفارہ ادا کرے تو جائز نہیں۔ قسم توڑنے کے بعد

دوسرا کفارہ ادا کرنا ہوگا۔

اگر کوئی شخص ایک ہی بات کی کئی قسمیں کھائے تو ایک ہی کفارہ دینا ہوگا۔

اگر کسی شخص کے ذمہ بہت سی قسموں کے کفارے ہوں تو ان سب کو علیحدہ علیحدہ ادا کرنا چاہیئے۔ یا مرتے وقت ان کی ادائیگی کی وصیت کر دینی چاہیئے۔

کفارہ کا کھانا اور کپڑا انہیں محتاجوں کو دینا چاہیئے جن کو زکوٰۃ دینا جائز ہے۔

ایسے الفاظ جو لفظاً قسم ہیں لیکن قسم کے ارادے سے استعمال نہیں کئے جاتے۔ بلکہ اُن سے زورِ کلام مراد ہوتا ہے۔ یا وہ عادتاً زبانوں پر جاری ہیں۔ بولنے سے نہ قسم واقع ہوتی ہے نہ شریعت کے نزدیک وہ قابلِ مواخذہ ہیں۔ جیسے واللہ۔

کسی واقعہ کے متعلق دانستہ جھوٹی قسم کھانا گناہ عظیم ہے۔ لیکن یہ گناہ بہت بڑھ جاتا ہے۔ جب کسی شخص کو نقصان پہنچانے کے لئے یا دھوکہ دینے کے لئے ناجائز فائدہ اٹھانے کے لئے جھوٹی قسم کھائی جائے۔ یا جیسا کہ آجکل دستور ہے عدالتوں میں جھوٹا حلف اٹھایا جائے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص کسی مسلمان کا مال غصب کرنے کے لئے جھوٹا حلف اٹھائے تو اللہ اُس پر جنت حرام کر دے گا۔ اور اُسے دوزخ میں داخل کرے گا۔ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ جھوٹا حلف اُٹھانے والے پر حشر میں خدا کا غضب نازل ہوگا۔ ایک دوسری جگہ سرورِ عالم فرماتے ہیں کہ جھوٹا حلف اُٹھانے والوں کو اور جھوٹی قسم کھانے والوں کو دوزخ میں اپنا ٹھکانہ بنا لینا چاہیئے۔ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا۔ (اور ہم اپنی بدنیتی اور بد اعمالی سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں)

نکاح

دورِ حاضرہ کے بعض "حامیانِ فلسفۂ مغرب" کا یہ خیال ہے کہ "نکاح" ایک غیر ضروری رشتہ ہے اور ہر سلیم العقل انسان کو اس اہم ذمہ داری قبول کرنے سے اجتناب کرنا چاہیئے اور متاہل ہونے کے بعد جو فرائض عائد ہوتے ہیں انکو پیش نظر رکھنا چاہیئے ہم اس خیال کی معقولیت یا نامعقولیت پر مفصل تبصرہ نہیں کرنا چاہتے لیکن اسقدر عرض کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ اگر "مخالفین نکاح" کے والدین بھی اس خیال کے حامی اور اس فیصلے کے پابند ہوتے تو پھر ہمارے مخالفین کی پرورش وکفالت اور تعلیم وتربیت کی ذمہ داری کس پر عائد ہوتی اور ان کا وجود کس کا ممنونِ کرم ہوتا؟ حقیقت یہ ہے کہ یہ خیال نہایت ناعاقبت اندیشانہ اور خلافِ قانونِ قدرت ہے اس لیئے دنیا کا کوئی مذہب اسکو جائز قرار نہیں دے سکتا۔ اسلام نے "نکاح" کے متعلق شدید تاکید کی ہے اور بتایا ہے کہ "نکاح" کی اصل غرض وغایت نسلِ انسانی کی ترقی اور اخلاق واعمال کی اصلاح ہے اب ہم اس بارے میں مذہبی تصریحات پیش کرتے ہیں قرآن مجید میں حقتعالےٰ نے ارشاد فرمایا ہے "وَاَنْکِحُوْا" یعنی نکاح کرو :۔

"مشکوٰۃ" میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس شخص کو یہ خواہش ہو کہ زندہ دنیا میں پاکیزہ زندگی بسر کرے اور قیامت کے دن اللہ تعالےٰ سے ایک نیک اور پاکدامن شخص کی حیثیت سے ملے اسکو چاہیئے کہ نکاح کرے "کنز الاخلاق" میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نکاح "میری اور گزشتہ پیغمبروں کی سنت ہے جو شخص اہل وعیال کی ذمہ داریوں کے خوف سے نکاح نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ ابو داؤد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نے فرمایا دنیا کا بہترین فائدہ نیکبخت عورت ہے اور نکاح کرنا راحت وآسائش اور گھر کی آبادی کا سبب ہے پس اے لوگو! نکاح کرو (اور آرام حاصل کرو) اور نسل پھیلاؤ :۔

"احیاء العلوم" میں ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا نکاح میری سنت ہے پس جو مجھسے محبت رکھے اسکو چاہیئے کہ میرے طریقے پر چلے اور میری سنت کا اتباع کرے۔ اور پھر فرمایا نکاح نہ کرنا اسلام کا طریقہ نہیں ہے :۔

نکاح کے مسائل

نکاح کرنا سُنت ہے اور اسمیں بہت سے دینی اور دُنیوی فائدے ہیں۔ اس سے انسان کی معاشرتی زندگی درست ہوجاتی ہے اور اخلاقی خرابیاں پیدا نہیں ہوتیں، مستحب یہ ہے کہ جب لڑکا سترہ برس کا ہوجائے اور لڑکی بالغ ہوجائے تو انکی شادی کردی جائے اور رسم درواج کی پابندی کے خیال سے زیادہ عرصہ تک غیر شادی شدہ نہ رکھا جائے نکاح کے وقت دینداری اور اخلاقی حالت کا لحاظ رکھنا ضروری ہے ورنہ نہایت ناخوشگوار نتائج پیدا ہوتے ہیں۔ نکاح کے لئے دولہا دلہن اگر بالغ اور سمجھدار ہیں تو انکی رضامندی دریافت کرنی چاہیئے۔ اور اگر نابالغ ہیں تو ولی کو یہ حق ہوسکتا ہے، نکاح کی صحت کے لئے یہ شرط ہے کہ کم سے کم دُو مرد یا ایک مرد اور دُو عورتوں کے مواجہ میں اقرار داظہار ہونا چاہیئے، اگر تنہائی میں ایک شخص نے کہا کہ میں نے اپنی لڑکی کا نکاح تمھارے ساتھ کیا، اور دوسرے نے کہا کہ میں نے قبول کیا تو نکاح نہیں ہوا۔ اسی طرح اگر صرف ایک شخص کے سامنے نکاح کیا تب بھی نہیں ہوا۔ بہتر یہ ہے کہ بڑے مجمع میں نکاح کیا جائے اور مجلس نکاح میں لوگوں کو مدعو کیا جائے، تاکہ نکاح کی خوب شہرت ہوجائے اور اگر کوئی ایسی صورت واقع ہو کہ زیادہ اجتماع مناسب نہ ہو یا ممکن نہ ہو تو کم سے کم دُو مردوں یا ایک مرد اور دُو عورتوں کا موجود ہونا ضروری ہے۔

(مسئلہ) بالغ دولہا دُلہن کے لیئے یہ حکم ہے کہ اگر مرد بھی جوان ہے اور عورت بھی جوان ہے تو وہ دونوں اپنا نکاح خود کرسکتے ہیں۔ یعنی دو گواہوں کے سامنے ایک کہدے کہ میں نے اپنا نکاح تیرے ساتھ کیا اور دوسرا کہے کہ میں نے قبول کیا بس نکاح ہوگیا۔ یہ مسئلہ ہم نے اس لیئے لکھا ہے کہ اکثر اوقات ایسا ہوتا ہے کہ دولہا دلہن نکاح کے لیئے بالکل تیار ہیں اور گواہ بھی موجود ہیں لیکن قاضی صاحب موجود نہیں ہیں یا علیل ہیں یا عدیم الفرصت ہیں تو اُن کے انتظار میں ہفتوں تک نکاح ملتوی رہتا ہے۔ اور مسئلہ معلوم نہ ہونیکی وجہ سے لوگ پریشان ہوتے ہیں۔

کن عورتوں سے نکاح حرام ہے

جن عورتوں سے نکاح حرام ہے انکی تفصیل یہ ہے (۱) ماں (۲) بہن (۳) بیٹی (۴) حقیقی پھوپی (۵) حقیقی خالہ (۶) سگی بھتیجی (۷) سگی بھانجی (۸) دودھ پلانے والی (۹) دودھ شریک بہن (۱۰) ساس (۱۱) بہو (۱۲) خاوند والی عورت، (۱۳) جس بیوی سے صحبت کرلی ہو اسکی بیٹی (۱۴) دو حقیقی بہنوں سے ایک ہی وقت میں

مسئلہ ولایت

لڑکی اور لڑکے کے نکاح کرنے کا جسکو اختیار ہوتا ہے اسکو "ولی" کہتے ہیں۔ لڑکی اور لڑکے کا ولی سب سے پہلے اس کا باپ ہے۔ اور اگر باپ نہ ہو تو دادا، اور اگر دادا نہ ہو تو پردادا، اگر ان بزرگوں میں سے کوئی نہ ہو تو سگا بھائی، اور اگر سگا بھائی نہ ہو تو سوتیلا بھائی، پھر بھتیجا، پھر بھتیجے کا لڑکا۔ اگر یہ نہ ہوں تو سگا چچا، پھر سوتیلا چچا، پھر سگے چچا کا لڑکا، پھر سوتیلے چچا کا لڑکا، اگر انمیں سے بھی کوئی نہ ہو تو باپ کا چچا ولی ہے۔ پھر اسکی اولاد۔ اور اگر انمیں سے بھی کوئی نہ ہو تو پھر ماں ولی ہے۔ پھر دادی پھر نانی پھر نانا پھر حقیقی بہن۔ پھر سوتیلی بہن پھر پھوپی پھر ماموں پھر خالہ، پھر سوتیلی خالہ وغیرہ

ولی کے لئے سمجھدار، بالغ، مسلمان، صحیح العقل ہونا ضروری ہے۔ ناقص العقل ولی نہیں ہوسکتا، بالغ یعنی جوان عورت خود مختار ہے چاہے نکاح کرے چاہے نکرے اور جس شخص کے ساتھ مناسب سمجھے نکاح کرسکتی ہے۔ کوئی مزاحمت نہیں کرسکتا۔ اور کوئی جبر و تشدد نہیں کرسکتا ہاں اگر کوئی عورت غیر کفو میں خود اپنا نکاح کرے تو ولی اسکو فسخ کرسکتا ہے (کنز الدقائق۔)

(مسئلہ) اگر کسی ولی نے جوان عورت کا نکاح بغیر اسکی اجازت اور رضامندی کے کردیا تو وہ نکاح عورت کی رضامندی پر موقوف ہے اگر وہ اجازت دے اور رضامندی کا اظہار کرے تو نکاح ہوگیا۔ اور اگر وہ منظور نہ کرے اور رضامند نہ ہو تو نکاح نہیں ہوا ؎

(مسئلہ) اگر ولی بالغ لڑکی سے یہ کہے کہ میں تمھارا نکاح فلاں شخص سے کرنا چاہتا ہوں، اور اس بات کو سنکر وہ لڑکی اعتراض نہ کرے یا مخالفت نہ کرے یا اظہارِ ناراضگی نہ کرے بلکہ خاموش رہے اور نیچی نظریں کرلیں تو یہ اجازت اور منظوری ہے، اس کے بعد اگر وہ ولی نکاح کردے تو درست ہوگا، کنواری لڑکیوں کو بالعموم حیا اور شرم بہت زیادہ ہوتی ہے، لیکن اگر وہ صاف لفظوں میں اقرار و اظہار نہ کریں تو انکو مجبور نہیں کرنا چاہیئے،

اس موقعہ پر یہ بتلانا ضروری ہو کہ لڑکی سے اجازت لیتے وقت لڑکے کا نام دینے اور اس کے اخلاق و اطوار اور حالات بیان کرنے چاہئیں، تاکہ اسکو فیصلہ کرنے میں آسانی ہو، اور اگر لڑکی کو کچھ نہیں بتلایا گیا اور وہ لڑکے سے بالکل ناواقف ہے تو ایسی حالت میں خاموش رہنے سے رضامندی ثابت نہیں ہوگی،

ضروری باتیں

"مہر" عورت کا ایک شرعی حق ہو جسکا ادا کرنا شوہر کیلئے ضروری ہو، لیکن آج کل یہ دستور ہو کہ حیثیت اور استطاعت سے زیادہ مہر مقرر کیا جاتا ہو جسکا ادا ہونا محال ہوتا ہو، لیس بہتر یہ ہے کہ حیثیت کے مطابق مہر مقرر کیا جائے، زیادہ مہر مقرر کرنے سے بالعموم شادی کے بعد جھگڑے پیدا ہوتے ہیں اور جانبین کی زندگی تلخ ہوجاتی ہے، شریعت میں مہر کی کم سے کم مقدار تخمیناً پونے تین روپے بھر چاندی ہے، اور زیادہ کی کوئی حد مقرر نہیں۔ لیکن ہر حالت میں حیثیت اور استطاعت کا خیال رکھنا ضروری ہو۔

نکاح کا اعلان کرنا سنت ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنی صاحبزادیوں کا نکاح کیا تو باقاعدہ اعلان کرایا اور صحابہؓ کو بھی نکاح کے اعلان کا حکم دیا۔ مشکوٰۃ میں حضرت عائشہ رضؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اعلنوا النکاح واضربوا علیہ بالدفوف، یعنی نکاح کا اعلان کرو،

اور دف بجواؤ (بعض فقہا کے نزدیک دف سے مُراد نقارہ ہے)

نکاح سے چند روز پہلے دُلہن کے خوشبو وغیرہ لگانا اور ایک گوشۂ مکان میں بٹھانا ممنوع نہیں، نکاح کے موقعہ پر امیر اور مالدار رشتہ داروں کا غریب لوگوں کی امداد و اعانت کرنا باعثِ ثواب ہے، دُولہا دلہن کے لئے حسب استطاعت اچھے کپڑے بنوانا جائز ہے، دُولہا کے سر سے پھولوں کا سہرا باندھنا جائز ہے، نکاح کے وقت دولہا دلہن کا تجدید ایمان کرنا بہتر ہے،

شادی کے موقع پر مشرکانہ رسموں کا ادا کرنا اور میراسنوں سے بیہودہ گیت سننا اور فحش باتیں بکنا حرام ہے،

نکاح کا مستحسن طریقہ یہ ہے کہ جب مجلسِ نکاح منعقد ہو تو دو گواہ عورت سے اجازت لیکر مجلسِ عقد میں آکر یہ بیان کریں کہ فلاں عورت نے اپنے نکاح کا اختیار فلاں شخص کو دیا ہے۔ اور اُنکو وکیل بنایا ہے، پھر وہ وکیل دولہا سے دونوں گواہوں کی موجودگی میں منظوری لے اور اقرار کرائے، ایجاب و قبول کے بعد یہ خطبہ پڑھا جائے، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ۔ اَمَّا بَعْد ۔ يٰاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ۔ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ

وَلَا تَمُوتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا ۝ یُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا ۝

اس کے بعد تمام حاضرین دولھا اور دولہن کے حق میں دعائے خیر کریں ،

طلاق

" طلاق " کے معنی چھوڑ دینے کے ہیں ، اور اصطلاحِ شریعت میں بیوی سے تعلقات منقطع کرلینے کا نام " طلاق " ہے ۔

" کنزالاخلاق " میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مباح چیزوں میں سب سے زیادہ نفرت مجھکو طلاق سے ہے ، اس ارشادِ اقدس سے ثابت ہے کہ بلاوجہ اور معمولی باتوں پر بیوی کو طلاق دینا نہایت نامناسب اور ظلم ہے ۔

" طلاق " تین قسم کی ہے ایک تو وہ جس سے نکاح بالکل ٹوٹ جاتا ہے ۔ اور عورت بغیر نکاح کیے اُس مرد کے پاس نہیں رہ سکتی ، اگر پھر اسی کے پاس رہنا چاہے اور مرد بھی اُس کے رکھنے پر راضی ہو تو دوبارہ نکاح کرنا پڑیگا ۔ ایسی طلاق کو " طلاق بائن " کہتے ہیں ، دوسری وہ جس سے نکاح ایسا ٹوٹ جاتا ہے کہ اگر طلاق دینے والا دوبارہ نکاح کرنا چاہے تو پہلے کسی دوسرے شخص سے طلاق دی ہوئی عورت کا نکاح کرنا پڑیگا ، اور جب وہ نکاح کرنے والا برضا رغبت اسکو طلاق دیدے تو عدت کی میعاد ختم ہونے پر سابقہ شوہر سے نکاح ہوسکے گا ۔ ایسی طلاق کو " طلاق مغلظہ " کہتے ہیں ، تیسری وہ جس سے فی الحال نہیں ٹوٹتا ، نشہ کی حالت میں یا غیض وغضب کی حالت میں ایک یا دو طلاق دینے کے بعد اگر مرد کو اپنی غلطی کا احساس ہوجائے اور وہ اپنی حرکت پر اظہار ندامت کرے تو ایسی صورت میں اُس شخص کو دوبارہ نکاح کرنا ضروری نہیں ۔ بغیر نکاح کیے بھی

عورت کو رکھ سکتا ہے ، ایسی طلاق کو " طلاقِ رجعی " کہتے ہیں ۔ لیکن یہ واضح رہے کہ اگر دو مرتبہ طلاق دینے کے بعد عدت کی مدت سے پہلے پہلے رجعت نہیں کی تو جب طلاق کی عدت گزر جائیگی نکاح فسخ ہو جائیگا ۔ اور عورت جدا ہو جائیگی ، اور اگر تین مرتبہ طلاق دیدی تو رجعت کا اختیار باقی نہیں رہا ،

طلاق کی صورتیں

طلاق دینے کی دو صورتیں ہیں ، ایک تو یہ کہ صاف صاف لفظوں میں یہ کہدیا جائے کہ میں نے تجھ کو طلاق دی ، ایسی طلاق کو طلاقِ صریح کہتے ہیں ، دوسری صورت یہ ہے کہ صاف صاف لفظوں میں طلاق نہ دی جائے بلکہ مبہم الفاظ کہے جائیں ، مثلاً کوئی شخص یوں کہے کہ میں نے تجھکو چھوڑ دیا ۔ اس جملہ کے دو معنی ہو سکتے ہیں ایک تو یہ کہ میں نے تجھکو طلاق دی اور دوسرے یہ کہ میں تجھے اپنے پاس نہیں رکھنا چاہتا اپنے میکے میں چلی جا اور وہیں پڑی" یا کوئی شخص یوں کہے کہ مجھ سے تجھ سے کوئی واسطہ نہیں مجھ سے بات نہ کرنا ، یا یوں کہے کہ میرا تیرا کوئی تعلق نہیں اپنے میکے میں جا کر رہ ، ایسی طلاق کو طلاقِ کنایہ کہتے ہیں

اگر صاف صاف لفظوں میں طلاق دی ہے تو زبان سے نکلتے ہی طلاق واقع ہو گئی لیکن یہ طلاق رجعی ہو گی یعنی عدت کے ختم ہونے تک اس کے رکھنے نہ رکھنے کا اختیار رہے اور اگر تین مرتبہ طلاق دی ہے تو اب اختیار نہیں ،

اور اگر صاف صاف لفظوں میں طلاق نہیں دی بلکہ کنایۃً طلاق کا مفہوم ادا کیا ہے تو اگر فی الحقیقت طلاق دینے کی نیت تھی تو طلاق ہو گئی ۔ اور یہ طلاق بائن ہو گی اب بغیر نکاح کیے عورت کو نہیں رکھ سکتا ، اور اگر طلاق کی نیت نہیں تھی بلکہ فرطِ غم سے سخت الفاظ منہ سے نکل گئے تھے تو طلاق نہیں ہوئی "

رخصت اور خلوت سے پہلے طلاق

اگر کسی عورت کو اسکا خاوند رخصت یا خلوت سے پہلے طلاق دیدے تو طلاقِ بائن واقع ہو گی ، ایسی عورت کے لئے طلاقِ عدت کی قید نہیں ہے طلاق ملتے

کے بعد فوراً دوسرے مرد سے نکاح کر سکتی ہے، اور اگر میاں بیوی میں "خلوت" (تنہائی و یکجائی) ہو چکی ہے خواہ صحبت ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو تو ایسی حالت میں صاف لفظوں میں طلاق دینے سے طلاق رجعی واقع ہوگی، جسمیں بے نکاح کیے بھی رکھ لینے کا اختیار ہوتا ہے اور اگر طلاق کے الفاظ صاف نہیں تھے بلکہ مبہم تھے تو طلاق بائن واقع ہوگی اور عدت میں بیٹھنا لازمی ہے اور بغیر عدت پوری کیے دوسرے شخص سے نکاح نہیں ہو سکتا (عالمگیری)

تین طلاق اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں تو اب وہ عورت اس مرد کے لیے قطعاً حرام ہو گئی، اب اگر تجدید نکاح کرے تب بھی اس عورت کو مرد کے پاس رہنا حرام ہے کیونکہ یہ نکاح حقیقتاً نکاح نہیں ہوا۔ اب اگر مرد اس عورت کو رکھنا چاہتا ہے اور وہ عورت بھی رہنے پر رضامند ہے تو اسکی صرف ایک صورت ہے وہ یہ کہ پہلے وہ عورت کسی دوسرے شخص سے نکاح کرے اور خلوت ہونے کے بعد اگر وہ مرد برضا و رغبت طلاق دیدے تو اب وہ سابقہ شوہر سے نکاح کر سکتی ہے، دوسرا نکاح کیے بغیر پہلے خاوند سے نکاح نہیں ہو سکتا اگر اس عورت نے دوسرے شخص سے نکاح کیا اور ایسا اتفاق ہوا کہ صحبت کرنے سے پہلے مر گیا یا اس نے صحبت کرنے سے پہلے طلاق دیدی تو یہ نکاح معتبر نہیں اور اس صورت میں وہ سابقہ شوہر سے نکاح نہیں کر سکتی سابقہ شوہر سے نکاح اسوقت ہو سکتا ہے جبکہ دوسرے مرد سے نکاح ہونے کے بعد خلوت اور صحبت ہو جائے (غایت الاوطار) اور تین طلاقیں خواہ ایک ساتھ دی جائیں یا علحدہ علحدہ دیجائیں سب کا ایک حکم ہے۔ تین طلاق کے بعد میاں بیوی کے تعلقات بالکل ختم ہو جاتے ہیں اور نکاح فسخ ہو جاتا ہے۔ ہاں اگر کوئی شخص ایک طلاق دے یا دو طلاقیں دے تو بیشک بیوی کو روک لینے اور تعلقات کو وابستہ رکھنے کا اختیار ہوتا ہے جسکی صورت اوپر بیان کیا جا چکی ہے، اور اگر ایسی صورت واقع ہو کہ کوئی شخص اپنی بیوی کو ایک طلاق رجعی دے اور پھر راضی ہو کر اسکو روک لے اور پھر دو چار مہینے یا دو چار برس کے بعد کسی بات پر ناراض ہو کر اسکو طلاق دے اور پھر روک لے تو یہ دو طلاقیں ہو چکیں اب اگر یہ شخص کسی وقت ایک طلاق اور دیگا تو تین طلاقیں پوری ہو جائیں گی

خلع

خلع کی تعریف نکاح کے بعد میاں بیوی کی علیٰحدگی اچھی نہیں اور خدا و رسول کو ناپسند ہو۔ لیکن کبھی کبھی ایسی شدید ضرورت پیش آجاتی ہے کہ میاں بیوی میں علیحدگی ہو جائے پس ضروری تھا کہ ایک مکمل مذہب اس کے لئے بھی کوئی قاعدہ مقرر کر دے۔

چنانچہ اسلام نے طلاق اور خلع کو جائز کیا۔ لیکن یہ ایسا جواز ہے کہ انتہائی ضرورت اور کافی مصلحت بینی کے بغیر کبھی اس سے فائدہ نہیں اٹھانا چاہیئے۔ طلاق تو یہ ہے کہ بیوی کو چھوڑنے کا ارادہ مرد کی جانب سے پیدا ہو اور خلع یہ ہے کہ علیٰحدگی کا خیال عورت کی طرف سے ظاہر کیا جائے۔ چنانچہ فقہ کی کتابوں میں خلع کی یہ تعریف لکھی ہے کہ "خاوند کو کچھ مال دیکر بیوی زوجیت زائل کرنے کی خواہش ظاہر کرے" آپس میں ایسی لڑائی یا نفرت پیدا ہو جائے کہ نباہ کی کوئی صورت نہ ہو تو خلع میں حرج نہیں ورنہ خلع مکروہ ہے۔

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو عورتیں ازراہِ شرارت اپنے خاوندوں سے خلع کرتی ہیں وہ منافق ہیں۔

خلع کن صورتوں میں جائز ہو خلع جن صورتوں میں جائز ہے وہ بہت ہیں اور اُن کا تعین اس لئے نہیں کیا جا سکتا کہ ہر جگہ نئے حالات پیدا ہو سکتے ہیں۔ لیکن مثال کے طور پر اس جگہ دو تین صورتیں قلمبند کی جاتی ہیں۔ وہ صورت جس میں خلع جائز ہی نہیں بلکہ ضروری ہو سکتا ہے مرد کا عورت کے ناقابل ہونا ہے۔ دراصل شادی کو شریعت نے نہ صرف صنفی جذبات کی تسکین کے لئے ضروری قرار دیا ہے بلکہ توالد و تناسل بھی ایک اہم مقصد ہے۔ اور مرد کے ناقابل ہونے کی حالت میں

یہ دونوں مقصد فوت ہو جاتے ہیں۔ اور طرح طرح کے فتنہ وفساد کا احتمال ہے۔ اس لئے جب مرد ناقابل ہو تو عورت کو اجازت ہے کہ وہ خلع کرالے۔ لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ عورت اپنی بدباطنی اور بدنیتی کی بنا پر خلع کی خواہشمند ہو اس لئے فقہانے ناقابلیت کی شناخت کے لئے ایک قاعدہ مقرر کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ مرد کو ٹھنڈے پانی کے طشت میں بٹھایا جائے اگر اُس کے عضو میں سمٹنا پیدا ہو تو یہ قابلیت کی علامت ہو اور اگر یہ بات نہ ہو تو اُسے ناقابل سمجھنا چاہیئے۔ لیکن اس زمانے میں امتحان کی اور بھی آسان اور یقینی صورتیں پیدا ہو سکتی ہیں۔ اسی طرح بدشکلی۔ بدچلنی۔ فسق وفجور۔ نسب کی خرابی وغیرہ کی بنا پر خلع کرایا جا سکتا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ صحیح صحیح حالات لکھکر چند مستند علماء سے فتویٰ حاصل کیا جائے اور اگر وہ خلع کا فتویٰ دیں تو پھر کوئی حرج نہیں ہے۔

اسلامی سلطنت اور اسلامی اقتدار کے زمانہ میں قاضی رہتے تھے۔ اور وہ فریقین کے بیانات سُنکر خلع کا فیصلہ کرتے تھے۔ لیکن اب مسلمانوں کو یہ سہولت حاصل نہیں ہے۔ اس لیئے جانبین کے چند نیک خیال آدمیوں کو حکم بناکر یہ مسئلہ طے ہو سکتا ہے۔ اور پھر اگر کسی جگہ نکاح وطلاق کا اندراج سرکاری رجسٹروں میں ہوتا ہو تو اسے باقاعدہ درج کرا دیا جائے۔

اب ہم ذیل میں خلع کے متعلق بعض ضروری مسائل فقہ کی کتابوں سے اقتباس کرکے لکھتے ہیں۔

(۱) اگر زن وشوہر میں کسی طرح نباہ ممکن نہ ہو اور شوہر طلاق بھی نہ دیتا ہو تو بیوی کے لئے جائز ہے کہ اپنا مہر یا کچھ اور نقد وجنس دیکر شوہر سے کہے کہ مجھے چھوڑ دو۔ یا یہ کہے کہ میرا جو زر مہر تم پر واجب الادا ہے اُس کے عوض میں مجھے چھوڑ دو۔ پس اگر شوہر نے جواب میں کہا کہ اچھا میں نے تجھے چھوڑ دیا تو ایک طلاق بائن واقع ہو جائے گی۔ لیکن شرط یہ ہے کہ یہ سوال و جواب ایک جگہ بیٹھکر ہوں۔ وقت اور جگہ بدل جانے سے کچھ نہ ہوگا۔

(۲) اگر شوہر بیوی کو مخاطب کرکے کہے کہ "میں نے تم سے خلع کیا" اور عورت قبول کرلے

تو خلع ہو جائے گا۔ اور اگر عورت نے قبول نہیں کیا تو کچھ نہ ہوگا۔ لیکن مرد یہ کہکر چلا جائے اور عورت اُسی جگہ بیٹھی رہے اور مرد کے چلے جانے کے بعد قبول کرے تو خلع ہو جائیگا۔

(۳) مرد صرف اس قدر کہے کہ "میں نے تم سے خلع کیا" اور عورت قبول کر لے اور روپے پیسے کا کوئی تذکرہ دونوں طرف سے نہ ہو تو مرد کا حق خلع عورت پر باقی رہے گا۔ لیکن عورت کا کوئی حق مرد پر باقی نہ ہوگا۔ حتےٰ کہ اُس کا مہر بھی مرد کے ذمہ سے معاف ہو جائیگا۔ ہاں عورت اپنا مہر پہلے سے پا چکی ہو تو خیر اب اُس کی واپسی لازم نہ ہوگی۔ مرد کے ذمہ صرف اتنا ہوگا کہ وہ عدت تک عورت کے روٹی کپڑے کا انتظام کر دے۔ اور اگر عورت یہ کہے کہ میں زمانہ عدت کے مصارف بھی نہیں لونگی تو مرد کے ذمہ کچھ باقی نہیں رہتا۔ اور وہ بالکل سبکدوش ہو جاتا ہے۔

(۴) اگر شوہر عورت سے یہ کہے کہ میں تم سے سو روپے یا ہزار روپے کے عوض خلع کرتا ہوں اور عورت قبول کر لے تو خلع ہو جائے گا۔ اور عورت ذمہ وار ہوگی کہ شوہر کو وہ رقم جس پر خلع ہوا ہے ادا کر دے۔ اگر عورت کو شوہر نے مہر نہیں ادا کیا ہی تو اب وہ اسے نہیں ملیگا۔ کیونکہ خلع کی وجہ سے مہر معاف ہو گیا۔ اور رقم مطلوبہ خواہ سو روپے کی ہو یا ہزار روپے کی حسب قرارداد بیوی کے ذمہ باقی رہیگی۔

(۵) مردوں کو چاہیئے کہ کبھی بدنیتی شرارت۔ اور دغا فریب کی بنا پر بیویوں سے خلع نہ کریں۔ کیونکہ یہ بڑے گناہ اور خدا و رسول کی ناخوشی کی بات ہی۔ اگر خلع میں یہ باتیں شامل ہوں تو عورت سے معاوضہ خلع لینا حرام ہے۔ اور مال لے لیا تو اُسے اپنے خرچ میں لانا حرام ہے۔ عورت کی طرف سے اگر فریب و شرارت ہو تو مہر کے عوض میں خلع کر لینا چاہیئے۔ اگر مہر کے علاوہ کچھ اور رقم وصول کر لی جائے تو اگرچہ بیجا ہے لیکن حرام نہیں ہی۔

(۶) اگر عورت خلع پر رضامند نہ ہو اور مرد اُسے دھمکا کر یا زدو کوب کر کے خلع پر آمادہ کرے تو خلع ہو جائے گا لیکن عورت پر کچھ روپیہ واجب نہ ہوگا۔ بلکہ مہر کی کچھ رقم مرد کے

ذمہ باقی ہے تو وہ بھی اِس طرح کے خلع سے معاف نہ ہوگی۔ اور مرد کو ادا کرنی پڑے گی۔

(۷) اگر علحدگی کے وقت خلع کی جگہ طلاق کا لفظ بولا جائے مثلاً عورت کہے کہ مجھے اتنی رقم کے عوض طلاق دیدو تو عملدرآمد طلاق کے مطابق ہوگا۔ یعنی مرد پر مہر بدستور باقی رہیگا۔ اور عورت اُس کا مطالبہ اور دعویٰ کرسکتی ہے۔

(۸) اگر خلع کا لفظ استعمال نہ کیا جائے بلکہ طلاق ہی کا لفظ استعمال کیا جائے لیکن عورت کہے کہ تم مجھے طلاق دیدو اور مرد کہے کہ "تم مجھے اپنا مہر اور سب حقوق معاف کردو تو میں طلاق دینے کو طیار ہوں" عورت جواب میں کہے کہ اچھا میں نے معاف کردیا۔ اِسکے بعد مرد نے طلاق دیدی تو مہر وغیرہ معاف ہوجائے گا۔ اور اگر اُس نے طلاق نہیں دی تو کچھ معاف نہیں ہوگا۔

——— (۴) ———

اولاد کی پرورش کا حق

خلع اور طلاق کی صورت میں اولاد کی پرورش

خلع کی وجہ سے یا طلاق کی وجہ سے میاں بیوی میں جُدائی ہو جائے اور وہ صاحبِ اولاد ہوں تو سب سے پہلے اولاد کی پرورش کا مسئلہ سامنے آتا ہے پس شریعت کے مطابق اولاد ماں کے پاس رہیگی حضرت فاروق اعظمؓ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ سرورِ عالمؐ کے حضور میں ایک مطلقہ عورت اپنے بچے کو لیکر حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ رسول اللہ یہ میرا بچہ ہے اسکو میں نے پیٹ میں رکھا۔ دودھ پلایا۔ گود میں پرورش کیا۔ اب اس کا باپ جس نے مجھے طلاق دیدی ہے اسے چھین لینا چاہتا ہے۔ حضور نے فرمایا کہ جب تک تم دوسرا نکاح نہ کرو اُس وقت تک باپ کی نسبت تم اس کو اپنے پاس رکھنے کی زیادہ مستحق ہو۔ اسی طرح کا واقعہ خود حضرت فاروقؓ کو حضرت ابو بکرؓ کے عہد خلافت میں پیش آیا۔ یعنی جب آپ نے جمیلہ بن عاصم کو طلاق دی اور اُس نے دوسرا نکاح کر لیا تو حضرت عمرؓ نے اپنے بچہ کو اُس سے لے لینا چاہا لیکن حضرت ابو بکر نے بچہ کو اُسکی ماں کے پاس رہنے دیا اور فرمایا کہ مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد یاد ہے کہ ماں کو اُس کے بچہ سے جُدا نہ کیا جائے۔ اِس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اسلام کو ماں کی عظمت کس قدر مقصود ہے۔ اور وہ کس درجہ حقوق مادری کا محافظ ہے۔

بہرحال جدائی کی حالت میں اولاد ماں ہی کے پاس رہیگی۔ اور باپ اُس کا خرچ اُٹھائے گا۔ البتہ اگر ماں خود ہی پرورش نہ کرنا چاہے تو بچوں کا باپ اُسے مجبور نہیں کر سکتا اور وہ اولاد کو واپس کر سکتی ہے۔ اگر ماں موجود نہ ہو یا ہو اور بچوں کو پرورش کرنا نہ چاہتی ہو

تو بچوں کی پرورش کا حق نانی کو پہنچتا ہے۔ اگر نانی زندہ نہ ہو یا وہ پرورش سے انکار کرے تو پھر دادی اور پردادی اُن کی پرورش کی حقدار ہیں۔ یہ بھی نہ ہوں تو سگی بہنوں کو اپنے بھائی بہن کی پرورش کرنی چاہیئے۔ سگی بہنیں نہ ہوں تو پھر سوتیلی بہنوں کا حق ہے۔ لیکن ایسی بہنیں جن کی ماں اور ان بچوں کی ماں ایک ہو زیادہ مستحق ہیں۔ اس کے بعد وہ ہیں جن کا باپ اور ان بچوں کا باپ ایک ہو۔ اس کے بعد خالہ اور پھر پھوپی کا استحقاق ہے۔

اگر ماں کسی ایسے شخص سے نکاح کرلے جو اُسکی اولاد کا محرم رشتہ دار نہیں ہے۔ یعنی اس رشتہ میں ہمیشہ کے لئے نکاح حرام نہیں ہوتا۔ تو اب ماں کو اولاد سابقہ کی پرورش کا حق حاصل نہیں۔ البتہ اگر اولاد سابقہ کے کسی ایسے رشتہ دار سے نکاح کرلیا جس سے اس اولاد کا اگر وہ لڑکیاں ہوں نکاح درست نہیں جیسے چچا یا ایسا ہی کوئی اور رشتہ دار تو ماں کا حق پرورش باقی رہتا ہے۔

حق پرورش کے مدارج غیر مرد سے نکاح کر لینے کی وجہ سے ماں کا جو حق جاتا رہتا ہے اگر یہ غیر شخص مرجائے تو وہ حق پھر عود کر آتا ہے۔ اور بچوں کو اُسکے حوالے کر دینا چاہیئے۔ اگر بچہ کے مذکورہ بالا رشتہ داروں میں سے کوئی نہ ہو تو پھر باپ ہی کا حق ہے کہ اولاد کو پرورش کرے۔ باپ کے بعد دادا وغیرہ کا استحقاق ہے۔ واضح رہے کہ لڑکے کی عمر جب تک سات سال کی نہ ہو جائے اور لڑکی کی عمر جب تک نو سال کی نہ ہو جائے اُس وقت تک پرورش کا حق رہتا ہے۔ اسکے بعد باپ اپنے بچوں کو پھر حاصل کر سکتا ہے لیکن بچے جن لوگوں کے پاس ہوں اُنکا فرض ہے کہ انکی پرورش اور تعلیم و تربیت میں کوتاہی نہ کریں۔ اگر اولاد کے اخلاق خراب ہونے اور اُن کے دلوں میں بدی کی بنیاد پڑنے کا احتمال ہو تو باپ ہی اولاد کو اس مدت سے پہلے ہی واپس لے سکتا ہے لیکن نہ سہی جن عورتوں کو بچوں کی تربیت کا اہل قرار دیا ہے وہ اُن سے قدرتاً محبت رکھتی ہیں اور اس لئے بچوں کو نقصانات پہنچنے کا احتمال بہت کم ہے۔

نامحرموں کی طرف دیکھنا

ستر کسے کہتے ہیں ناف کے نیچے سے گھٹنوں تک مرد کا ستر ہے۔ اس ستر کے علاوہ ایک مرد دوسرے مرد کے باقی تمام بدن کو دیکھ سکتا ہے۔ ناف ستر میں داخل نہیں ہے۔ لیکن گھٹنا ستر میں داخل ہے۔

میاں بیوی کی برہنگی شوہر کو اپنی بیوی کا تمام بدن اور بیوی کو اپنے شوہر کا تمام بدن دیکھنا جائز ہے۔ لیکن جہاں تک ممکن ہو میاں بیوی ایک دوسرے کے روبرو برہنہ نہ ہوں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بے شرمی اور برہنگی سے منع کیا ہے۔ لیکن اگر ضعف باہ کی شکایت ہو تو کچھ مضائقہ نہیں کیونکہ اس سے برانگیختگی پیدا ہوگی۔ حدیث شریف میں یہ بھی ہے کہ مباشرت کے وقت شرمگاہ کو دیکھنے سے ضعف بصر اور نسیان کے عوارض پیدا ہوتے ہیں۔ یہ حکم سراسر درست ہے کیونکہ شرمگاہ دیکھنے سے لذت زیادہ ہوگی۔ اور جس قدر لذت زیادہ ہوگی اسی قدر مادہ تولید کا اخراج زیادہ ہوگا۔ اور کثرت جماع کیطرف میلان ہوگا جس کا لازمی نتیجہ ضعف بصر اور نسیان ہے۔

محرمات اگر شہوت کا خوف نہ ہو تو اُن محرم عورتوں کے سر۔ منہ۔ سینے۔ پنڈلی اور بازوؤں کی طرف نظر اُٹھانا جائز ہے جن سے نکاح قطعی اور ہمیشہ حرام ہے خواہ یہ حرمت نسبی وجوہ پر مبنی ہو یا سببی وجوہ پر۔ (یعنی شادی بیاہ اور رضاعت کی وجہ سے ہو)۔ پیٹ۔ پیٹھ۔ اور ران کی طرف دیکھنا جائز نہیں۔ اگر شہوت سے نہ ہو اور شہوت کا خوف نہ ہو تو جن مقامات کا دیکھنا جائز ہے اُن کا چھونا بھی جائز ہے۔ لیکن اگر شہوت کا ذرا بھی احتمال ہو تو دیکھنا اور چھونا دونوں حرام ہیں۔

نامحرم عورتیں

کسی اجنبی عورت کی طرف دیکھنا قطعاً حرام ہے۔ البتہ اُس کا چہرہ ہتھیلیاں اور پاؤں ضرورۃً یا اتفاقاً دیکھ لینے میں مضائقہ نہیں لیکن چونکہ یہ زمانہ فتنہ وفساد کا ہے اور قرونِ اولیٰ کی طرح لوگ تمام احکامِ شریعت کے کماحقہٗ متبع نہیں ہیں اس لئے فقہا اور علماء کی رائے ہے کہ اجنبی جوان عورت کا چہرہ بھی نہیں دیکھنا چاہیئے۔

حدیث سرورِ عالم کے مطابق کسی اجنبی عورت کے حسن وجمال اور خوبیوں کو شہوت کی نظر سے دیکھنا سخت گناہ ہے۔ اور قیامت میں عذاب ہوگا۔

نامحرموں کی طرف ضرورۃً دیکھنا

کسی اجنبی عورت کا چہرہ ضرورت کے وقت دیکھ لینا جائز ہے۔ مثلاً جب حاکم کو فیصلہ کرنا ہو یا گواہ کو گواہی دینی ہو۔

منسوبہ کی طرف دیکھنا

اگر کوئی شخص کسی عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہو تو اُس کے چہرہ کی طرف دیکھ سکتا ہے۔ لیکن شہوت کے خیال سے دیکھنا گناہ ہے۔

طبیب سے پردہ

طبیب کو باوجود خوفِ شہوت بھی دیکھنے کی اجازت ہے اور موضعِ مرض کو بقدرِ ضرورت دیکھ سکتا ہے۔ اسی طرح ختنہ کرنیوالا بھی مرد کے مقامِ ختنہ کو دیکھ سکتا ہے۔ دائی اور ختنہ کرنے والے کے لئے بھی اسی قدر اجازت ہے۔

عورتوں کا پردہ عورتوں سے

ایک عورت سے ایک عورت کو اپنے بدن کا حصہ ضرور چھپانا چاہیئے جتنا مرد کو مرد سے یعنی ناف سے گھٹنہ تک۔

بعض عورتیں نہاتے وقت یا دیگر اوقات میں دوسری عورتوں کے سامنے بالکل برہنہ ہو جاتی ہیں۔ یہ بالکل حرام ہے۔ اور شوہروں کا فرض ہے کہ وہ اپنی بیویوں کو ان باتوں سے منع کریں۔ عورتوں کو تمام بدن سر سے پاؤں تک چھپائے رکھنے کا حکم ہے۔ غیر محرموں کے سامنے ایک بال بھی نہیں کھلنا چاہیئے۔ بلکہ سر سے گرے ہوئے بال اور کٹے ہوئے ناخن بھی

کسی ایسی جگہ ڈالنے چاہئیں کہ کسی اجنبی مرد کی نظر نہ پڑے۔ ولادت کے وقت صرف اتنا ہی بدن کھولنا چاہیئے کہ جتنی ضرورت ہو۔ اور وہ بھی صرف دائی کے لیئے۔ دوسری عورتوں کو بے ضرورت دیکھنا جائز نہیں۔ سرور عالم نے فرمایا ہے کہ ستر دیکھنے والے اور دکھانے والے دونوں پر لعنت ہے۔ اگر دائی سے پیٹ ملوائیں تو ناف سے نیچے کا بدن کھولنا جائز نہیں۔ اوپر کوئی چادر یا دوپٹہ ڈال لیا جائے۔

نامحرم مردوں سے پردہ

نامحرم مرد کے ساتھ تنہائی میں بیٹھنا یا لیٹنا خواہ درمیان میں کافی فاصلہ ہو درست نہیں۔ پیر۔ لے پالک۔ اور نامحرم رشتہ دار مثلاً جیٹھ۔ دیور۔ بہنوئی۔ نندوئی۔ چچا کے بیٹے۔ ماموں کے بیٹے۔ اور پھوپی کے بیٹے بھائیوں سے پورے پردے کی ضرورت ہے۔

جس طرح مرد کو اجنبی عورتوں کی طرف نہیں دیکھنا چاہیئے اسی طرح عورتیں اجنبی مردوں کی طرف نہ دیکھیں۔

مخنثوں سے پردہ

خصی۔ مجبوب اور مخنث ان تینوں سے پردہ کرنا چاہیئے۔ عورتوں کے ساتھ اُن کی آمیزش ممنوع رکھنی چاہیئے۔ خصی وہ شخص ہے جس کے انثیین نکال ڈالے گئے ہوں۔ مجبوب وہ ہے جس کا عضو خاص کاٹ ڈالا گیا ہو۔ مخنث وہ ہے جو مرد کو اپنے اوپر قادر کرے۔ ان تینوں کو شہوت ہوتی ہے۔ خصی جماع کر سکتا ہے۔ مجبوب سحق کے ذریعہ کام نکالتا ہے۔ اور مخنث قطعی مرد ہوتا ہے۔ البتہ اگر امتحان سے یہ ثابت ہو گیا کہ فلاں خصی یا مجبوب ناکارہ محض ہے تو اُس سے پردہ کرنے کی ضرورت نہیں۔

(ﷺ)

نشہ کی چیزوں کا استعمال

شراب کا پینا کلام الٰہی میں خمر کا دو جگہ خاص طور پر تذکرہ ہے۔ ایک جگہ تو ارشاد ہوا ہے کہ شراب کا گناہ اُس کے نفع سے زیادہ ہے۔ اور دوسری جگہ فرمایا گیا ہے کہ وہ ناپاک ہے۔ اور ایک عمل شیطانی ہے۔ سرورِ کائنات ؐ نے جا بجا خمر کی مذمت کی ہے۔ اور احادیث مقدسہ میں بکثرت اُسکی حرمت وارد ہوئی ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہوا ہے کہ خمر پر اُس کے پینے والے۔ بنانے والے۔ پلانے والے۔ اُٹھانے والے۔ اور خرید و فروخت کرنے والے پر اللہ کی لعنت ہو۔ خمر اور شراب میں فقہا کے نزدیک فرق ہے۔ خمر کی تعریف تو یہ ہے کہ وہ انگور کا کچا پانی ہے۔ جس میں جوشش پیدا ہو گیا ہو۔ جھاگ اُٹھنے لگا ہو۔ اور اُس کی تھوڑی سی مقدار بھی باعثِ نشہ ہو۔ اس کے برخلاف شراب اُس وقت حرام ہوتی ہے جب وہ نشہ پیدا کرے۔ اور اس لئے اُس کی اتنی کم مقدار جو نشہ پیدا نہ کرے بعض فقہا کے نزدیک حرام اور ناپاک نہیں ہے۔ لیکن فتوے اس بات پر کہ ہر قسم کی شراب ناپاک اور حرام ہے۔ اور یہی حکم تاڑی کا ہے۔

خمر کی حرمت کا منکر کافر ہے۔

تمام نشہ پیدا کرنے والی چیزیں حرام ہیں۔

خمر پی جائے یا نہ پی جائے بول و براز کی طرح ناپاک ہو۔

شراب کی تجارت خمر کی خرید و فروخت اور تجارت اور اُس سے نفع اُٹھانا حرام ہے۔ حتےٰ کہ جانوروں کو پلانا یا اُس سے مٹی تر کر کے دیوار بنانا یا اُس کا دوا میں ملانا۔ یا تیل میں یا کھانے میں ڈالنا۔ یا کسی اور صورت سے اُسے

خارجی یا داخلی استعمال میں لانا حرام ہے۔

تمام شرابوں اور خمر کے استعمال کرنے پر اسلامی سزا عائد ہوتی ہے۔

شراب کی بدلی ہوئی صورتیں

اگر شراب کا سرکہ بنا لیا جائے اور اس میں نشہ کی طاقت باقی نہ رہے تو استعمال جائز ہے۔

تاڑی کا سرکہ بھی جائز ہے۔

نبیذ اور مثلث

انگور کا مثلث۔ انگور خشک۔ کھجور کا نبیذ اتنی مقدار میں کہ وہ باعث نشہ نہ ہو پینا جائز ہے۔ لیکن طاقت کے لئے پینا چاہیئے۔ سرور و طرب کی نیت سے نہیں پینا چاہیئے۔ انگور کا مثلث یہ ہے کہ انگور کا عرق اتنا پکایا جائے کہ اس کے دو تہائی حصے جل جائیں۔ اور باقی ایک حصّہ کو سڑا لیا جائے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دو حصے جلا دینے کے بعد رقیق کرنے کے لئے تھوڑا سا پانی ملا کر پھر پکالیں۔ لیکن نبیذ اور مثلث کا استعمال اسی حد تک جائز ہے کہ نشہ پیدا نہ ہو۔ اور پرہیزگاری یہی ہے کہ اس طرح کی کوئی چیز استعمال نہ کی جائے جو عقل و ہوش باطل کر دینے کا احتمال رکھتی ہو۔

خمر کی گاد کا پینا یا اسے تیل وغیرہ میں ملا کر بالوں میں لگانا بھی حرام ہے۔

دیگر منشیات

بھنگ۔ افیون۔ زعفران۔ اجوائن خراسانی۔ اور جائپھل کا استعمال بھی ناجائز ہے۔ لیکن ان کی حرمت خمر کی حرمت سے کم ہے۔ اور ان چیزوں کا خارجاً و داخلاً استعمال اس حد تک کہ نشہ کا باعث نہ ہو دوائً جائز ہو۔

تمباکو کے متعلق علماء کا اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک جائز۔ بعض کے نزدیک مکروہ تنزیہی۔ اور بعض کے نزدیک مکروہ تحریمی ہے۔ لیکن اتفاق اس بات پر ہے کہ تمباکو اتنی مقدار میں کہ فتور عقل کا باعث نہ ہو بطور دوا استعمال کرنا جائز ہے۔

وہ چیزیں جنمیں شراب کا جزو ہو

وہ ڈبل روٹی اور بسکٹ جس کا خمیر اٹھانے

کے لئے شراب استعمال کی گئی ہو کھانا حرام ہے۔ اسی طرح کھانے پینے کی چیزوں میں کوئی نشہ آور چیز ڈالی گئی ہو تو اُس کا استعمال بھی جائز نہیں ہے۔

بچّوں کو افیون بچوں کو اس مقصد سے افیون کھلانا کہ وہ روتیں وہوتیں نہیں اور نشہ میں چپ پڑے رہیں بالکل حرام ہے۔

مسائل خرید و فروخت

اسلام نے مسلمانوں کو نہایت مکمل معاشرت کی تعلیم دی ہے لیکن مسلمان اپنی ناواقفیت اور بے پروائی کی وجہ سے اس مقدس تعلیمات کو فراموش کرتے جاتے ہیں۔ روزمرہ کی زندگی میں مشکل ہی سے کوئی ایسی بات نکلے گی جس پر حدیث وفقہ میں کافی بحث وتنقیح موجود نہ ہو۔ اس لئے ہمارا فرض ہے کہ جہاں تک ہم کو مسائل معلوم ہوسکیں ہم اپنے مذہب کی پیروی کریں، اور اپنی زندگی کو اسلامی زندگی بنائیں۔ خرید وفروخت ایک ایسی بات ہے جس سے ہر امیر وغریب کو روزانہ واسطہ پڑتا ہے۔ اور ایسے بہت کم لوگ ہیں جو خرید وفروخت کے شرعی مسائل سے آگاہ ہوں۔ اور اس بے خبری اور ناواقفیت کی وجہ سے نادانستہ ایسی باتوں کا واقع ہونا ممکن ہے جو منشاء شریعت کے خلاف ہوں۔ اسلام نے خرید وفروخت کے ایسے ٹھیک اور منصفانہ اصول قائم کر دیئے ہیں کہ اگر ان پر عمل کیا جائے تو وہ تمام مناقشے اور جھگڑے جو بیع وشرا کے متعلق فریقین میں پیدا ہوتے رہتے ہیں ہمیشہ کے لئے مفقود ہو جائیں۔ ہم واقفیت عامہ کے لئے ذیل میں بیع وشرا کے ضروری مسائل فقہ وحدیث کی کتابوں سے انتخاب کرکے لکھتے ہیں۔

بیع کن صورتوں میں واقع ہوتی ہے

خرید و فروخت کا معاملہ اس وقت مکمل ہوتا ہے کہ جب خریدار اور فروشندہ ایک ہی جگہ رہ کر صیغہ ماضی میں اپنی رضامندگی کا اظہار کریں۔ مثلاً خریدار کہے کہ میں نے یہ انار دو آنہ کو خریدا اور فروشندہ یہ کہے کہ میں نے دو آنہ کو بیچا۔ اب بیع مکمل ہو گئی اور فریقین میں سے کسی کو اسکے توڑ دینے کا موقع نہیں رہا۔

اب فروشندہ نے کہا کہ میں نے یہ چیز دو آنہ کو تمہارے ہاتھ بیچی خریدار نے یہ کہا کہ مجھے منظور ہے یا یہ کہا کہ میں اتنے داموں پر راضی ہوں۔ یا یہ کہا کہ اچھا میں نے خرید لیا تو بیع مکمل ہو گئی لیکن شرط یہ ہو کہ یہ سوال و جواب ایک ہی جگہ بیٹھ کر ہو۔ اگر فروشندہ نے کہا کہ میں نے یہ چیز چار آنہ کو تمہارے ہاتھ بیچی اور خریدار جواب دینے سے پہلے اُٹھ کر کہیں چلا گیا یا اُس نے کہا کہ میں کسی سے مشورہ کر لوں اور تھوڑی دیر کے بعد واپس ہو کر کہا کہ اچھا میں نے خرید لی تو بیع نہیں ہو گی۔ البتہ اگر بیچنے والا اس کے جواب میں یہ کہے کہ میں نے یہ چیز دیدی تو ہو جائے گی۔ مطلب یہ ہے کہ خریدار اور فروشندہ دونوں کی گفتگو ایک ہی نشست میں ہونی چاہیئے۔

اگر گاہک نے دوکاندار سے کہا کہ یہ چیز ایک روپیہ کو دیدو۔ اور دوکاندار نے کہا کہ میں نے دیدی تو بیع نہیں ہو گی۔ ہاں اگر گاہک اس کے بعد کہے کہ میں نے لیلی تو بیع ہو جائے گی۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ گاہک نے "دیدو" کہا اور یہ نہیں کہا کہ "اِس چیز کو میں نے ایک روپیہ میں خریدا"۔ لیکن اگر گاہک یہ کہے کہ میں نے یہ چیز ایک روپیہ میں لے لی اور دوکاندار جواب میں کہے کہ لیلو تو بیع ہو جائے گی۔

اگر خریدار نے کسی چیز کے دام چکا کر اتنے دام دوکاندار کو دیدیے اور وہ چیز اُٹھا لی اور دوکاندار نے بخوشی دام لے لئے اور دونوں میں باہم اور کوئی گفتگو نہیں ہوئی تو بیع ہو جائیگی اسی طرح اگر تم نے کسی میوہ فروش کی ٹوکری میں سے چار سیب چھانٹ کر اُٹھا لئے اور دام

طے کئے بغیر اُسے چار آنے دیدیئے اور میوہ فروش نے اپنی زبان سے کوئی اعتراض نہیں کیا تو بیع ہو جائے گی۔

اگر تم نے پوری ٹوکری کا مول کیا یا پچاس سیبوں کا مول کیا لیکن اس میں سے دو چار لیکر اس کے دام دیئے تو جب تک فروشندہ رضامند نہ ہو بیع نہیں ہو گی۔ لیکن اگر تم نے ایک ایک سیب کا بھاؤ کرکے دو چار سیب لے لئے اور اس کے دام دیدیئے تو بیع ہو جائیگی۔

اسی طرح اگر چند چیزیں کوئی تاجر ایک ساتھ بیچ رہا ہے تو ان سب چیزوں کا معاملہ کرکے یہ نہیں ہو سکتا کہ کچھ چیزیں لے لی جائیں اور کچھ چھوڑ دی جائیں۔ جب تک کہ علیحدہ معاملہ طے نہ کر لیا جائے۔ البتہ اگر ہر چیز کی قیمت الگ الگ ہو تو ایک دو چیزیں بھی دیجا سکتی ہیں۔

خریدار اور فروشندہ کا فرض ہے کہ کوئی بات دل میں نہ چھپائے۔ ذومعنی اور گول مول گفتگو نہ کرے۔ بلکہ معاملات صاف صاف طے کرے۔ اگر ایسا نہ ہوگا تو بیع صحیح نہیں ہوگی۔

خریدار کا فرض ہے کہ چیز وصول کرنے سے پہلے قیمت ادا کرے۔ لیکن اگر مال اور اسکا بدل ایک ہی قسم کا ہو مثلاً اناج کے بدلہ میں اناج اور کپڑہ کے بدلہ میں کپڑہ روپیہ کے بدلہ میں پیسے فروخت کئے گئے ہوں تو یہ ہو سکتا ہے کہ ایک ہی ساعت دونوں چیزیں حوالہ کی جائیں۔

اگر خریدار کہے کہ میری جیب یا مٹھی میں جتنے دام ہیں اتنے داموں میں یہ چیز دیدو تو درست نہیں ہے۔

اگر کسی شہر میں دو قسم کے پیسے یا روپے چلتے ہوں تو اور اُن کی قیمتوں میں فرق ہو تو خرید فروخت کے وقت اس معاملہ کو بھی کھول دینا چاہیئے۔

اگر خریدار بیچنے والے کو پیسوں یا روپوں کا ایک ڈھیر دکھا کر یا اس کے سامنے رکھکر جس کا شمار اُسے معلوم نہ ہو یہ کہے کہ اتنے روپے یا اتنے پیسوں کو فلاں چیز دیدو تو بیع ہو جائیگی۔

اگر فروشندہ یہ کہے کہ تم یہ چیز لیلو جو دام بھی دام ہوں گے لے لئے جائیں گے یا تم یہ چیز لیلو میں اسکی قیمت دریافت کرکے بتا دوں گا۔ یا اسی طرح کی چیز فلاں شخص نے خرید کی ہے جو

دام اُس نے دئے ہیں وہی دام تم بھی دیدینا۔ یا یہ کہا کہ بازار سے دریافت کرلو جو قیمت ہو وہی دیدینا۔ یا یہ کہا کہ فلاں شخص کو دکھالو جو قیمت وہ تجویز کرے دیدینا۔ تو بیع نہیں ہوگی۔ البتہ اگر معاملات اُسی نشست میں صاف ہو جائیں اور قیمت معلوم ہو کر فریقین رضامند ہوں تو بیع ہوسکتی ہے۔

یہ جائز ہے کہ کسی مقررہ دوکاندار سے قیمت دریافت کئے بغیر وقتاً فوقتاً مختلف چیزیں منگوائی جائیں۔ اور پھر کسی وقت اُن سب کے دام دیدئے جائیں۔ مثلاً ہفتہ وار ماہانہ یا سالانہ حساب کردیا جائے۔

جس چیز کا معاملہ ہوگا (اگر تفصیل نہ بتائی گئی) تو وہ چیز اپنے لوازم کے ساتھ فروخت شدہ سمجھی جاسے گی۔ مثلاً کوئی صندوق فروخت ہوا ہے تو اُس کی کنجی بھی فروخت ہوگی۔ فروشندہ اس کے دینے سے انکار نہیں کرسکتا۔

جو چیزیں تول کر یا ناپ کر یا گن کر فروخت کی جاتی ہیں اُن کا معاملہ ناپ تول کر بھی کرسکتے ہیں۔ اور اُنہیں بہ حالت مجموعی بھی چکا سکتے ہیں۔ مثلاً تم ایک روپے کے گیہوں تول کر بھی لے سکتے ہو اور گیہوں کے ایک ڈھیر کے بھی دام لگا سکتے ہو۔ خواہ اُن کا وزن تمہیں نہ معلوم ہو۔ اگر گاہک دوکاندار سے کہے کہ اس پتھر کے برابر یہ چیز تول دو۔ اور اُس پتھر کا وزن فریقین کو معلوم نہ ہو لیکن دونوں معاملہ پر رضامند ہو جائیں تو بیع درست ہو۔

اگر تم نے آموں کا ایک ٹوکرہ اِس شرط پر ایک روپیہ میں خرید کیا کہ اسمیں ننلو آم ہیں لیکن شمار کرنے سے پچھتر نکلے تو اس بیع کو تم توڑ سکتے ہو۔ اور اگر لینا چاہو تو یہ ہوسکتا ہے کہ جتنے آم کم ہیں اتنے دام کاٹ لو۔ لیکن اگر اس ٹوکرے میں سواسو آم نکلے تو مزید پچیس آم بیچنے والے کی ملکیت ہیں۔ البتہ اگر شمار کی شرط نہ ہو اور معاملہ طے کرلیا جائے تو کم یا زیادہ جس قدر بھی ہوں خریدار کی ملکیت ہیں۔

اگر بعد بیع مال ناقص ثابت ہو

اگر خریدار کی ناواقفیت یا ضعف بصر کی وجہ سے مال فروخت شدہ کی اصلی حالت معلوم نہ ہو اور بیع کے بعد

اصلی حالت معلوم ہو تو بیع ناجائز ہوگی۔ مثلاً کسی شخص نے رات کو دو چادریں ریشمی سمجھ کر خرید کیں لیکن صبح کو معلوم ہوا کہ دونوں سوتی ہیں یا ایک سوتی اور ایک ریشمی ہے تو بیع ناجائز ہوگی۔ اور اگر ان دونوں میں سے ایک کی خریداری کرنی ہے تو معاملہ نئے سرے سے کرنا ہوگا۔

فروشندہ کا فرض ہے کہ معاملہ کے وقت مال فروختی میں جو کچھ خرابی یا عیب ہو اُسے اچھی طرح نمایاں کر دے کسی چیز کو دھوکہ دیکر بیچنا حرام ہے۔

اگر بیع کے بعد خریدار نے مال میں کوئی نقص محسوس کیا۔ مثلاً کپڑہ کہیں سے کٹ گیا ہے یا کیڑہ لگ گیا ہے۔ تو وہ بیع کو توڑ سکتا ہے۔ اگر فروشندہ رضامند ہو تو اس عیب کی وجہ سے کچھ دام کم کرکے بیع کو قایم رکھ سکتا ہے۔ لیکن اگر مال میں خریدار کے قابض ہونے کے بعد کوئی مزید عیب پیدا ہو جائے۔ مثلاً ایک کٹی ہوئی چادر کو خریداری کے بعد خریدار کے بچوں نے پھاڑ ڈالا یا کاٹ ڈالا یا اسپر دھبے ڈال دئے تو اُسے مال کی واپسی کا حق نہیں ہے۔ ہاں اگر بیچنے والا اس عیب پر کچھ تاوان لیکر مال کو واپس کرے تو ہو سکتا ہے۔ اسی طرح اگر چیز کو استعمال کر لینے کے بعد مثلاً کپڑہ کو قطع کر لینے کے بعد عیب معلوم ہو تو کچھ نہیں ہو سکتا۔

اگر کسی شخص نے انڈے خرید کئے اور توڑنے سے وہ گندے نکلے تو فروشندہ سے سب دام واپس لے سکتا ہے۔ لیکن کچھ اچھے اور کچھ گندے نکلے تو دام کم کئے جا سکتے ہیں۔

اگر ترکاری خربزہ تربوز وغیرہ خرید کیا اور یہ چیزیں اندر سے خراب نکلیں۔ تو خریدار دام واپس کر لیگا۔ اور اگر وہ کسی قدر کارآمد ہوں تو اُن کے نقد دام منہا کرکے باقی دام واپس لے لیگا۔

اگر بکری کا گوشت خرید کیا اور وہ بھیڑ کا گوشت ثابت ہوا تو سودا واپس کیا جا سکتا ہے۔

اگر فروخت کے وقت فروشندہ یہ کہدے کہ مال کی بُرائی بھلائی دیکھ لو۔ اگر خریداری کے بعد کوئی نقص نکلے گا تو میں ذمہ وار نہیں ہوں اور اس کے بعد خریداری عمل میں آئی تو واپسی کا اختیار نہیں ہے۔ خواہ اُس مال میں کتنے ہی عیب نکلیں۔

اگر خریداری کے وقت خریدار یہ کہے کہ ہم کو اتنے عرصہ تک اختیار ہے کہ چیز لیں یا نہ لیں

یعنی جاکڑ کی صورت میں کوئی چیز خرید کریں تو جائز ہے۔ لیکن مقررہ وقت تک اس نے خریداری کے متعلق اپنا خیال ظاہر نہیں کیا تو بیع قایم ہو جائے گی۔ اور واپسی کا حق نہیں رہیگا۔ جاکڑ کے لیے تین دن سے زیادہ کی شرط کرنی جائز نہیں۔ اگر تین جاکڑ کے لئے تین دن کی شرط کی اور دوسرے ہی دن خریدار نے کہہ دیا کہ مجکو خریداری منظور ہے تو اب بقیہ دو دنوں کے لئے جاکڑ کا حق جاتا رہا۔ اور مال کی واپسی نہیں ہو سکتی۔

جاکڑ کی چیزوں کو استعمال میں لے آنے کے بعد واپسی کا حق نہیں رہتا۔ اگر کوئی چیز کسی نے دیکھے بغیر خریدلی تو بیع جائز ہے۔ لیکن اس صورت میں خریدار کو واپسی کا حق حاصل ہے یہی حالت قیمت طلب پارسلوں کے ذریعہ سے مال منگوانے کی ہے۔ جس کا آج کل عام طور پر رواج ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص اپنی چیز دیکھے بغیر فروخت کرے تو اُسے واپسی کا اختیار نہیں ہے۔

اگر پھلوں کی ایک ٹوکری خرید کی اور خریداری کے بعد دیکھنے سے معلوم ہوا کہ اوپر اچھے اچھے پھل رکھے ہیں اور نیچے خراب ہیں تو خریدار کو واپسی کا اختیار ہے۔

کھانے پینے کی چیزوں میں صرف دیکھنا کافی نہیں بلکہ چکھنا بھی ضروری ہے اور چکھنے کے بعد اگر چیز پسند نہ ہو تو واپسی کا اختیار حاصل ہے۔

کوئی زمیندار اپنے تالاب کی مچھلیاں یا اپنی زمین کی خودرو گھاس اگر فروخت کرے تو ناجائز ہے۔ کیونکہ یہ دونوں چیزیں ملکیت عام ہیں۔ اور جو مچھلیوں کے پکڑنے اور گھاس کے کاٹنے میں محنت کرے وہی اُن کا مالک ہے۔

جانور کے بچہ کا پیدا ہونے سے پہلے بیچنا ناجائز ہے۔ حاملہ جانور کا بیچنا جائز ہے۔ لیکن اس شرط پر کہ وضع حمل کے بعد بچہ فروشندہ لیگا بیع ناجائز ہو جائے گی۔ جانور تھنوں میں بھرے ہوئے دودھ کا دوہنے سے پہلے اور بھیڑ اور دُنبے وغیرہ کا کاٹنے سے پہلے بیچنا ناجائز ہے۔ مکان کے اثاثہ کا کھودنے سے پہلے بیچنا ناجائز ہے۔

بیع کی ناجائز صورتیں

اس شرط پر مکان فروخت کرنا کہ ہم چند روز کے بعد قبضہ

دیں گے۔ کپڑا اس شرط پر خرید نا کہ بیچنے والا ہی قطع کر کے سی دے۔ یا یہ شرط لگانا کہ مال کو ہمارے گھر پہنچا دو بیع کو ناجائز کرتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ معاملہ کو قطعی طور پر طے ہو جانا چاہیئے۔ اور اس میں شرط نہیں لگانا چاہیئے۔

جو چیزیں شرعاً ممنوع ہیں ان کی خرید و فروخت بھی ناجائز ہے۔

اگر دو کاندار سے تم نے کوئی تول کی چیز خریدی یا منگائی اور اس نے تمہارے یا تمہارے بھیجے ہوئے آدمی کے سامنے اس چیز کو نہیں تولا تو مکان پر آنے کے بعد تولے بغیر اس چیز کا استعمال جائز نہیں۔

خریدار خرید کردہ اشیاء کو کسی دوسرے کے ہاتھ اُسی وقت فروخت کر سکتا ہے جب ان پر قابض ہو چکا ہو۔

اگر تمہارے ہاتھ کسی شخص نے کوئی چیز بیچ ڈالی اور پھر ثابت ہوا کہ وہ چیز در اصل ایک اور شخص کی ملکیت ہو تو اصلی مالک کے طلب کرنے پر تمہیں یہ چیز دام لئے بغیر واپس کر دینی ہوگی اور اپنے داموں کا مطالبہ بیچنے والے سے کرو۔

مردہ جانوروں مثلاً بکری۔ گائے۔ گھوڑا۔ وغیرہ کی بیع ناجائز ہے۔ البتہ اُس کی کھال نکلوا کے اور درست کر کے بیچنا یا اپنے استعمال میں لانا جائز ہے۔

طے شدہ چیز سے زیادہ لینا یا جبر و ظلم سے لینا حرام ہے۔ اگر کوئی دو کاندار سب کے ہاتھ سودا فروخت کرتا ہو لیکن تمہارے ہاتھ بیچنے پر رضامند نہ ہو تو تم اُس پر جبر نہیں کر سکتے۔

بیع کے ناجائز ہونے کے یہ معنی ہیں کہ خریدار مال کا مالک نہیں بنتا۔ اور اس لئے ناجائز بیع کی چیزوں کا استعمال ناجائز ہے۔ اگر ناجائز بیع کے ذریعہ سے کوئی چیز قبضہ میں بھی آجائے تو اُسے پاک اور حلال نہیں سمجھنا چاہیئے۔ نہ اُسے کھانا پینا چاہیئے اور نہ استعمال میں لانا چاہیئے۔ اور ایسی چیزوں کو کسی دوسرے شخص کے ہاتھ فروخت کرنا گناہ ہے۔ اور اس طرح جو منافع حاصل کیا جائے وہ حرام ہے۔

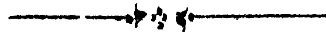
خریداری کی نیت بغیر مال کی قیمت اس خیال سے زیادہ کرنی کہ دوسرے شخص کو اسکی خریداری کی رغبت ہو اور وہ دھوکہ کھائے صریح ناجائز ہے۔

کسی ایسی چیز کی خریداری کا ارادہ کرنا جس کو دوسرا لے رہا ہو پہلے خریدار کا معاملہ طے ہونے سے قبل ناجائز ہے۔

اگر کسی شہر میں باہر سے اناج آکر فروخت ہوتا ہو تو بیچنے والوں کے شہر میں پہنچنے سے پہلے ہی ان سے معاملہ کرلیں جس سے عام باشندوں کی حق تلفی ہو اور وہ قحط میں مبتلا ہو جائیں مکروہ ہے۔ اگر لوگوں کی حق تلفی کا اور اس بات کا کہ غلّہ کے تاجروں کو شہر کا صحیح نرخ نہ معلوم ہونے سے نقصان پہنچے گا۔ اندیشہ نہ ہو تو مکروہ نہیں۔

جمعہ کی اذان کے وقت خرید و فروخت مکروہ تحریمی ہے۔

نیلام نیلام کی صورت میں بیع جائز ہے۔



مسائل شفعہ

شفعہ کی تعریف فروخت شدہ مکان واراضی وغیرہ کو اس کے خریدار سے اُسی قیمت پر بہ جبر خریدنے کا نام شفعہ ہے۔

شفعہ کی مصلحت شفعہ میں یہ مصلحت ہو کہ کسی اجنبی آدمی کی ہمسائیگی سے تکلیف نہ پہنچے۔ اور وہ دوستوں کے حقوق آسائش اور طریق معاشرت میں خلل انداز نہ ہو۔

حق شفعہ شفعہ کا حق صرف جائداد غیر منقولہ پر عائد ہوتا ہے۔ یعنی زمین۔ باغ۔ مکان وغیرہ پر۔ اُن چیزوں پر شفعہ نہیں ہے جن کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کر سکتے ہوں۔

اگر شفیع بیع واقع ہونے سے پہلے خریداری سے انکار کردے تو حق شفعہ باطل نہیں ہوتا۔ کیونکہ شفع بیع کے بعد واجب ہے۔ خواہ بیع ناجائز ہی کیوں نہ ہو۔

حق شفعہ کے اظہار اور خریداری کی خواہش کے متعلق گواہ فوراً قایم کرلینا چاہیئے۔ گواہ قایم کرلینے کے بعد اگر مقدمہ عدالت میں بدیر دائر کیا جائے تو کوئی حرج نہیں۔

جب کسی فروخت شدہ اراضی کے کئی شفیع ہوں تو شفیعوں کے نزدیک ان کی تعداد کی بناپر اراضی کی تقسیم عمل میں آئے گی۔ نہ کہ ان کے حصوں کی تعداد کی بناپر۔ مثلاً کسی اراضی میں زید اور عمرو شفیع ہیں۔ زید ایک تہائی کا حصہ دار اور عمرو دو تہائی کا تو اراضی کی تقسیم اس طرح نہ ہوگی کہ زید کو ایک حصہ اور عمر کو دو حصے دیے جائیں بلکہ اراضی کے دو حصے کرکے ایک زید کو ایک عمر کو دیا جائے گا۔

اقسام شفعہ شفیع تین قسم کے ہوتے ہیں ایک جو فروخت شدہ اراضی میں نزدیک۔ (۲) جو بیع کے حقوق میں شریک ہو۔ (۳) جس کا مکان فروخت شدہ اراضی یا مکان سے ملا ہوا ہو یعنی ہمسایہ ہو۔ پہلے شفیع کو دوسرے پر اور دوسرے شفیع کو تیسرے پر ترجیح دی جائے گی۔

ہمسایہ شفیع وہ ہے جس کے مکان کی پشت فروخت شدہ مکان سے ملی ہوئی ہو۔ خواہ اس کا دروازہ کسی دوسرے کوچہ میں ہو۔ اگر دروازہ اسی کوچہ میں ہو گا۔ اور یہ کوچہ غیر نافذہ ہو تو اسے حقوق بیع میں شریک سمجھا جائے گا۔

اگر شفیع کے مکان کی لکڑیاں فروخت شدہ مکان کی دیوار پر ہوں تو اسے ہمسایہ شفیع سمجھیں گے۔ حقوق بیع میں شریک نہیں سمجھیں گے۔ لیکن اگر شفیع فروخت شدہ مکان کی دیوار میں شریک ہو تو اُسے حقوق بیع میں شریک سمجھیں گے نہ کہ ہمسایہ شفیع میں۔

اگر کسی فروخت شدہ مکان میں کئی شفیع ہوں اور ایک شفیع حکم عدالت کے بعد اپنا حق ساقط کر دے تو باقی شفیع اس کا حق نہیں پا سکتے۔ لیکن حکم عدالت سے پہلے وہ اپنا حق ساقط کردے تو دوسرے شفیع اس سے فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔

اگر ایک شفیع موجود ہو اور دوسرا شفیع غیر حاضر ہو تو موجودہ شفیع شفعہ کا دعویٰ کر سکتا ہے۔ لیکن جب غیر حاضر شفیع آ جائے گا تو اگر وہ شفیع غالب ہے تو کل مکان اُسے مل جائے گا۔ اور اگر برابر کا شفیع ہے تو فروخت شدہ مکان دونوں میں مساوی تقسیم ہو جائے گا۔

شفیع کو کل جائداد لینا ہو گی۔ اگر وہ اپنا حصہ کسی دوسرے کے لئے مقرر کر دے گا تو اُس کا حق ساقط ہو جائے گا۔ اور باقی ماندہ شفیع اُسے آپس میں برابر تقسیم کر لیں گے۔

کن صورتوں میں شفعہ نہیں ہوتا وقف شدہ جائداد میں شفعہ نہیں ہے۔ اگر وقف کی بیع شرعاً جائز ہو تو اُس میں حق شفعہ بھی جائز ہے۔

طلب شفعہ

طلب شفعہ کے لئے تین باتیں ضروری ہیں (۱) بیع کی خبر سننے کے بعد فوراً خریداری کی خواہش ظاہر کرنا (۲) ممکن ہو تو ایسی خواہش کے گواہ مقرر کرنا۔ (۳) عدالت میں شفعہ کا دعوےٰ دائر کرنا۔ اگر امکان کے باوجود گواہ قایم نہیں کئے جائیں گے تو حق شفعہ باطل ہو جائے گا۔

شفیع کے لئے ضروری نہیں ہے کہ حکم عدالت سے پہلے زرقیمت حاضر کرے۔ اور خریدار کو اختیار ہے کہ جب تک قیمت وصول نہ ہو اُس وقت تک جائداد کو اپنے قبضہ میں رکھے۔

شفعہ کا دعوےٰ ہر حالت میں خریدار پر ہوگا۔ اگر فروخت کرنے والا ابھی اس جائداد پر قابض ہے تو اسے بھی مدعا علیہ بنایا جائیگا۔

مسائل متفرقہ

اگر جائداد کی زرقیمت کے متعلق فریقین میں جھگڑہ ہو تو خریدار کا حلفی بیان مان لیا جائے گا۔ فریقین کے گواہوں کی سماعت ہوگی۔ اور خریدار کے گواہ مقدم رکھے جائیں گے۔

اگر بالفرض جائداد کے بیچنے والے نے خریدار کو تمام زرقیمت معاف کر دیا تو شفیع اس رعایت سے کوئی فائدہ نہیں اُٹھا سکتا۔ اور اسے پوری قیمت دینا ہوگی لیکن بیچنے والا زرقیمت کا کچھ حصہ یا بیشتر حصہ خریدار کو معاف کر دے تو شفیع پر اُس کی ادائیگی واجب نہیں ہے۔

اگر حق شفعہ سے دست بردار ہونے کے بعد بیچنے والا جائداد کی قیمت کم کر دے تو حق شفعہ پھر پیدا ہو جائے گا۔

اگر خریدار اول نے خرید کردہ جائداد میں کچھ ایسا اضافہ کر دیا ہے کہ اب اسکی علیحدگی نہیں ہو سکتی تو شفیع پر واجب ہے کہ اُسکی قیمت بھی خریدار کو ادا کرے۔

شفیع کو وہی قیمت ادا کرنی ہوگی جو خریدار نے ادا کی ہے۔ اگر خریداری کے بعد جائداد میں کچھ نقصان واقع ہو گیا ہے تو قیمت میں کمی نہیں ہوگی۔ البتہ اگر وہ نقصان خریدار کی

ذات سے واقع ہوا ہے تو اس کے بقدر زر قیمت میں کمی کر دی جائے گی۔

اگر کوئی بیع ناجائز ہو گئی ہو تو اُس کا عدم جواز ثابت ہونے اور خریدار کا حق بیع ساقط ہونے کے وقت طلب شفعہ ضروری ہے۔

صرف ایسی غیر منقولہ جائدادوں میں شفعہ کا حق پایا جاتا ہے جو مال کے بدلہ خریدی گئی ہوں۔ اور خریدار کی ملکیت میں آئی ہوں۔

اثاثہ۔ عمارت۔ باغ۔ ملازمین۔ یا باغ کی فصل فروخت ہو تو اس میں حق شفعہ نہیں ہے اسی طرح وراثت۔ صدقہ۔ ہبہ۔ اجرت۔ بدل خلع۔ بدل صلح۔ اور مہر میں حق شفعہ نہیں ہے۔ اور ایسے گھر میں بھی حق شفعہ نہیں ہے جس کو شرکاء آپس میں تقسیم کریں۔

جو شخص دین سے پھر جائے اُسکو شفعہ کا حق نہیں پہنچتا۔

اگر خریداری کی خبر سُنکر شفعہ کا اظہار نہ کیا جائے۔ اور اظہار شفعہ پر باوجود امکان گواہ قایم نہ کئے جائیں تو حق شفعہ باطل ہو جاتا ہے۔

اگر بیع کے بعد حق شفعہ چھوڑ دیا یا طلب حق سے خاموشی اختیار کی تو حق باطل ہو جاتا ہے۔

اگر شفعہ ثابت ہونے سے پہلے شفیع مر جائے یا اُس جائداد کو جس کی بنا پر اُسے حق شفعہ پہنچتا ہے فروخت کر ڈالے تو حق شفعہ باقی نہیں رہتا۔

اگر شفیع حق ثابت ہونے کے بعد مر جائے تو اُس کے وارث مستحق ہیں۔ اور اگر خریدار جائداد کی خریداری کے بعد مر جائے تو حق شفعہ باطل نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کے وارثوں سے طلب کیا جائے گا۔

اگر کسی فروخت شدہ جائداد کے پہلی دفعہ فروخت ہونے پر ایک شفیع کا حق شفعہ کسی وجہ سے جاتا رہا ہو تو اس جائداد کے دوسری مرتبہ فروخت ہونے پر شفعہ کا حق پھر پیدا ہو جائیگا۔

بعض ایسے شرعی حیلے بھی ہیں جن سے حق شفعہ ساقط ہو جاتا ہے۔ مثلاً (۱) بیچنے والا زمین کو اُس جانب سے جس جانب سے حق شفعہ پیدا ہوتا ہے ایک گز ایک انگل چھوڑ کر

فروخت کرے (۲) بیچنے والا زمین کے اُس حصّے کو جو شفیع کی جائداد سے ملا ہوا ہے۔ پہلے تھوڑی مقدار میں خریدار کو بلاعوض ہبہ کرکے باقی زمین فروخت کردے (۳) جائداد کا ایک چھوٹا حصہ ایک جانب جہاں حق شفعہ پیدا ہوتا ہو۔ بڑی قیمت پر خرید کرکے باقی ماندہ جائداد زیادہ قیمت پر خریدے۔ مثلاً چارسو گز زمین آٹھ سو روپے میں طے ہوئی ہے اُس میں سے دس گز زمین مکان جو شفیع کی طرف واقعہ ہو چھ سو روپے میں خرید کر باقی زمین دو سو روپے میں خرید کرے۔ (۴) جس مکان کو سو روپے میں خریدنا ہے اُسے ہزار روپے میں خریدے اور زر قیمت کے بجائے کوئی اور چیز مثلاً کپڑہ یا اناج سو روپے کی قیمت کا فروخت کنندہ کو دیدے۔ (۵) معینہ قیمت پر مکان یا زمین خرید کی جائے اور مٹھی بھر پیسے بھی دے جائیں۔ اور ان کی تعداد نامعلوم رکھی جائے۔ ان پیسوں کو بیچنے والا اسی موقع پر طلب کرلے۔

حق شفعہ باطل کرنے کے متعلق مذکورہ بالا حیلے کسی طرح جائز نہیں۔ کیونکہ شریعت کا منشا شفعہ سے یہ ہے کہ گردوپیش کے رہنے والوں کو ایک غیر اور اجنبی آدمی کے آباد ہوجانے سے اذیت نہ پہنچے۔ یہ حیلے اُسی وقت جائز ہیں جبکہ خریدار کوئی عیب نہ رکھتا ہو۔ اور اُس کے رہنے سے ہمسایوں کو کوئی نقصان نہ پہنچتا ہو۔ اور شفیع خواہ مخواہ بے ضرورت اور بے وجہ اُس کی خریداری کو باطل کرنا چاہتے ہوں۔

سودی لین دین

سود کی حرمت

سود لینا بہ اتفاق امت حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔ قرآن شریف میں نہایت صراحت کے ساتھ ارشاد ہوا ہے کہ اے ایمان والو سود نہ کھاؤ۔ اس آیت میں سود سے مال زائد مراد ہے۔ جو کسی معاوضہ میں نہ ہو۔ ایک دوسری آیت میں ارشاد ہوا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے بیع کو حلال اور سود کو حرام کیا۔ حدیث صحیح میں سرور عالمؐ نے فرمایا ہے کہ سود لینے والے پر سود دینے والے پر اور لکھنے والے پر اور اس کے گواہوں پر لعنت ہے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ گناہ میں یہ سب برابر ہیں۔ ایک دوسری حدیث ہے جس میں حضور سرور عالمؐ نے فرمایا کہ ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ کوئی ایسا شخص باقی نہ رہے گا جس نے سود نہ کھایا ہو۔ اور اگر نہیں کھائے گا تو اُسے کم از کم سود کی بھاپ تو پہنچ ہی جائے گی۔ ایک جگہ ارشاد ہوا ہے کہ سود کا ایک درہم جان بوجھ کر کھانا چھتیس مرتبہ زنا کرنے سے زیادہ گناہ رکھتا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ جس شخص کا گوشت مال حرام سے بڑھا ہے اُسے جہنم سے قریب سمجھنا چاہیئے۔ یہ بھی ارشاد ہوا ہے کہ سود کے ستر ٹکڑے ہیں سب سے کم ایسا ہے جیسے کوئی اپنی ماں سے زنا کرے۔ ایک جگہ ارشاد ہوا ہے کہ سود سے اگرچہ مال بڑھتا ہے لیکن یاد رکھو کہ اُس کا انجام ہمیشہ نقصان ہوتا ہے۔

حضرت عمرؓ کا فتوےٰ ہے کہ کلام الٰہی کی پچھلی آیتوں میں سود کی آیتیں ہیں۔ سرور عالمؐ کی زندگی میں اس مسئلہ کی پوری تنقیح نہیں ہوئی۔ اس لئے تم نہ صرف سود کو بلکہ جن باتوں میں سود کا شبہ بھی ہو انہیں چھوڑ دو۔ بہرحال سودی لین دین بہت بڑا گناہ ہے۔ اور ہر مسلمان کو اس سے بچنا چاہیئے۔ لین دین کے متعلق ضروری مسائل ذیل میں درج کئے

جاتے ہیں۔ تاکہ ناواقف لوگ ان سے آگاہ ہوکر معاملات روزمرہ میں احتیاط رکھیں ہندوستان میں خرید وفروخت کی عموماً چار صورتیں ہیں۔ ایک تو سونا چاندی یا ان سے بنے ہوئے زیورات ظروف۔ دوسرے وہ چیزیں جو تول کر بکتی ہیں۔ شلاً اناج۔ غلہ۔ لوہا۔ تانبہ۔ روئی۔ ترکاری وغیرہ تیسرے وہ چیزیں جو ناپ پر بیچی جاتی ہیں۔ جیسے کپڑہ وغیرہ۔ چوتھے وہ چیزیں جو شمار کرکے فروخت ہوتی ہیں۔ جیسے پھل۔ انڈے۔ گائے۔ بکری۔ گھوڑا وغیرہ۔ ان چاروں صورتوں کے مسائل الگ الگ ہیں۔

سونے چاندی کی خرید وفروخت

سونے چاندی کے مول لینے کی ایک تو یہ صورت ہو کہ سونے کو سونے سے اور چاندی کو چاندی سے خرید کیا جائے شلاً ایک روپیہ کی چاندی اس طرح خریدیں کہ اسکی قیمت میں ایک روپیہ یا دو اٹھنیاں یعنی چاندی ہی کے سکے دیں۔ اور سونا اشرفی سے مول لیں۔ یعنی دونوں بدل ایک ہی قسم اور ایک ہی جنس کے ہوں۔ ایسی حالت میں دو باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے ایک تو یہ کہ دونوں طرف کی چاندی یا دونوں طرف کا سونا برابر ہو۔ دوسرے یہ کہ معاملہ اسی وقت طے ہوجائے۔ یعنی دونوں طرف سے لین دین عمل میں آجائے کچھ اُدھار باقی نہ رہے۔ ان دونوں باتوں کے خلاف ہوگا تو سود ہوجائے گا۔ مثلاً اگر تم ایک روپیہ کی چاندی ایک روپیہ کے وزن سے کم یا زیادہ لو۔ یا خریداری کے وقت تم قیمت نہ دو۔ یا تم قیمت دیدو اور دوکاندار چاندی نہ دے۔ اور آئندہ کا وعدہ کرے تو سود ہوجائے گا۔ لیکن اگر دونوں طرف ایک ہی قسم کی چیز نہیں ہے۔ مثلاً ایک طرف چاندی اور ایک طرف سونا ہے تو وزن کی قید نہیں۔ ایک روپیہ کا جتنا سونا ملے۔ ایک اشرفی کی جتنی چاندی ملے جائز ہے۔ البتہ لین دین وقت پر ہونا چاہئے اور اُدھار نہیں ہونا چاہیئے۔ بہرحال مدعا یہ ہے کہ وزن بدلنے کی حالت میں جنس بھی بدل جائے اور اسکی آسان صورت یہ ہو کہ جب روپیہ سے چاندی خریدو تو قیمت میں پیسے بھی شامل کردو۔ مثلاً بازار میں روپیہ کی اٹھارہ ماشہ چاندی ملتی ہے۔ اب ظاہر ہے کہ ایک روپیہ کی چاندی

خریدنے میں چھ ماشہ زیادہ آتی ہے تو خلاف شرع ہے۔ اب اس کی خریداری کی دو صورتیں ہیں۔ یا تو ایک اٹھنی دو اور آٹھ آنے پیسے دو۔ اٹھنی کی عوض میں چھ ماشہ چاندی محسوب کرو۔ اور آٹھ آنے پیسوں کے عوض میں بارہ ماشہ جو جنس بدل جانے کی وجہ سے بالکل جائز ہے۔ یا ایک روپیہ کی چاندی خریدنی ہو تو سوا سولہ آنے کی چاندی خریدو۔ ایک روپیہ کی بارہ ماشہ محسوب ہوگی۔ اور باقی ماندہ ایک پیسہ میں سمجھی جائے گی۔ جو جنس بدلنے کی وجہ سے بالکل جائز ہے۔ اگر بازار میں روپیہ کی نو ماشہ چاندی بکتی ہو تو یہ ہو سکتا ہے کہ یا پورے سولہ آنے پیسے دیکر خرید کرو یا ایک اٹھنی چاندی کی دو اور آٹھ آنے پیسے دو جس کے یہ معنی ہونگے کہ چھ ماشہ چاندی اٹھنی کی عوض میں آ گئی۔ اور باقی ماندہ تین ماشہ آٹھ آنے کے پیسوں کے عوض میں محسوب ہوئی۔ جو جنس بدل جانے کی وجہ سے بالکل جائز ہے۔ لیکن بارہ آنے بھر چاندی کا سکہ دیکر چار آنے کے پیسے نہیں دے سکتے۔ کیونکہ تم ہموزن چاندی لینے پر مجبور ہو اور نو ماشہ چاندی بارہ آنے کی ہوگئی۔ اب چار آنے زائد دینا ناجائز ہے۔ لیکن سب سے بہتر اور سب سے آسان صورت یہ ہے کہ دونوں جانب تھوڑا سا تانبہ یا کم از کم ایک پیسہ شامل کر کے جنسیت کو بدل دیا جائے۔

چاندی سونے کے زیورات

چاندی یا سونے کی بنی ہوئی چیزوں کا بھی یہی حکم ہے بشرطیکہ ان چیزوں میں صرف سونا یا صرف چاندی ہو۔ ان کی خریداری بھی جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے روپیہ یا اشرفی کے ہموزن ہونی چاہیئے اور نقصان اور زحمت سے بچنے کے لئے روپیوں کے ساتھ پیسے شامل کر لئے جائیں۔

جن چیزوں میں چاندی یا سونے کے علاوہ کچھ اور بھی ہو مثلاً کنگنوں میں لاکھ بھری ہوئی ہے یا کسی زیور میں نگینے جڑے ہوتے ہیں یا کوئی زیور تاگوں میں گوندھا ہوا ہے تو اگر اس چیز کی چاندی قیمت میں دیتے ہوئے روپے کی چاندی سے یقینی طور پر کم ہے تو معاملہ جائز ہے۔ لیکن اگر برابر یا زیادہ ہے تو ناجائز ہے۔ اور اس کے جواز کی صورت یہی ہے کہ قیمت میں

روپیوں کے ساتھ پیسے شامل کر دو۔

تول کر فروخت ہونیوالی چیزیں

جو چیزیں تول کر فروخت ہوتی ہیں انہیں شرعی احتیاط کی صورت یہ ہو کہ اگر گیہوں دیکر گیہوں لئے یا آٹے کے عوض آٹا لیا۔ یعنی دونوں طرف کی چیزیں ایک ہی قسم اور ایک ہی جنس کی ہوئیں تو دو باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ ایک یہ کہ دونوں کا وزن بالکل برابر ہو کسی طرح کی کمی بیشی نہ ہو۔ ورنہ سود ہو جائے گا۔ دوسرے یہ کہ معاملہ دست بدست عمل میں آئے۔ اور ہر ایک کا مال پر قبضہ ہو جائے۔ اگر قبضہ نہ ہو تو اتنا ضرور ہو کہ فریقین کی مقداریں الگ الگ ادائیگی کے مقصد سے رکھدی جائیں۔

اگر خراب گیہوں دیکر اچھے گیہوں لینا ہیں اور اس لئے ہموزن گیہوں ملنا مشکل ہیں تو سود سے بچنے کے لئے پہلے خراب گیہوؤں کو نقد قیمت پر فروخت کر دو اور نقد قیمت کے اچھے گیہوں خریدلو۔

دو جنسوں کا تبادلہ

اگر جنس بدل جاسے یعنی جو کے بدلہ گیہوں اور گیہوں کے بدلے جو لئے جائیں تو ہموزنی کی بھی کوئی قید نہیں۔ البتہ معاملہ کو روبرو اور ایک ہی وقت میں طے ہونا چاہیئے۔ یا کم از کم اتنا ضرور ہو کہ دونوں مقداریں اس مقصد سے الگ الگ رکھدی جائیں۔

دیگر آم امرود وغیرہ شمار سے بکنے والی چیزیں لیں تو نہ ہموزن کی کوئی شرط ہے اور نہ معاملہ کے ایک ہی وقت میں طے ہونے کی شرط ہے۔ ایک پیسہ یا پاؤ بھر گیہوں کے جا ہے جتنے آم خرید لو اور جس طرح چاہے خریدلو۔

اگر ایک ہی طرح بکنے والی اور ایک ہی جنس کی دو چیزیں ہوں تو ہموزن کی ضرورت ہو۔ خواہ ایک چیز میں کچھ خرابی ہی کیوں نہ ہو۔ مثلاً ایک طرف آٹا موٹا ہے اور دوسری طرف باریک ہو تو اس صورت میں بھی دونوں کا ہموزن ہونا ضروری ہے۔ البتہ یہ ہو سکتا ہو کہ موٹے

آٹے کو فروخت کر کے اسکی قیمت سے باریک آٹا خرید لیا جائے۔ لیکن لین دین ایک ہی وقت میں ہونا چاہیئے۔

سرسوں یا تل دیکر اگر تیل لو تو یہ دیکھ لو کہ اتنی سرسوں یا اتنے تلوں میں اتنا تیل یقینی طور پر نکلتا یا نہیں اگر ایسا نہیں ہے تو ناجائز ہے۔

اگر اپنی پتیلی یا رکابی کو اسی دھات کے کسی اور برتن سے بدلا تو ہموزن اور دست بدست ہونا ضروری ہے کمی بیشی ناجائز ہے۔ البتہ اگر ایک طرف پتیل کے برتن ہوں اور دوسری طرف تانبے کے تو کمی بیشی جائز ہے۔ لیکن معاملہ دست بدست ہونا چاہیئے۔

اس طرح قرض لینا کہ سیر بھر گیہوں لیکر کہو کہ اس کے بدلہ ہم دو سیر چنے دینگے اس بنا پر ناجائز ہے کہ بدل ایک ہی وقت میں ہونا چاہیئے۔ البتہ اگر سیر بھر گیہوں کسی سے لیلو اور پھر دو سیر چنے اسکو دیکر یہ کہو کہ یہ چنے ان گیہوؤں کے بدلے دئے جاتے ہیں تو جائز ہے۔

جو چیزیں ناپ کر یا گن کر فروخت ہوتی ہیں اُن کے احکام یہ ہیں۔ کہ اگر ایک ہی قسم کی چیز دیکر اُسی قسم کی چیز لینا چاہیں جیسے آموں کے بدلہ آم اور کپڑے کے بدلہ کپڑا۔ تو برابری کی شرط نہیں کمی بیشی جائز ہے۔ لیکن لین دین اُسی وقت ہونا چاہیئے۔ لیکن اگر فریقین کی چیزیں مختلف ہوں مثلاً امرود کے بدلہ نارنگی یا گیہوں کے بدلہ امرود لئے۔ یا ململ کے بدلے گاڑھا لیا تو نہ دونوں کا برابر ہونا واجب ہے۔ اور نہ ایک ہی وقت میں لین دین کا ہو جانا۔

اگر چینی کا برتن چینی یا تام چینی کے دوسرے برتنوں سے بدلنا ہو تو برابری کی شرط نہیں۔ اور ایک کے بدلہ دو بھی لے سکتے ہیں۔ لیکن اگر جنس ایک ہو یعنی چینی کا برتن چینی ہی کے برتن سے بدلا جائے تو معاملہ ایک ہی وقت میں ہونا چاہیئے۔

گیہوں کا مبادلہ ستو یا آٹے کے ساتھ جائز نہیں۔ نہ کم لے سکتے ہیں نہ زیادہ۔ روٹی کا مبادلہ بہ وقت ضرورت آٹے سے یا گیہوں سے جائز ہے۔ روٹیوں کا قرض لینا تول کر جائز ہے گن کر جائز نہیں۔

سود کے احتمالات سے اجتناب

الغرض خرید و فروخت میں سود کے تمام احتمالات سے بچنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ سود بیع اور قرض دونوں میں حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔ جو شخص اسکی حرمت سے انکار کرے وہ کافر ہے۔ سود لینے والوں کے حق میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ وہ اللہ اور رسول سے جنگ کے لئے آگاہ رہیں۔ اور اللہ اور رسول کے ساتھ جس کی جنگ ہو اُس کا انجام ظاہر ہے۔ سرورِ عالمؐ نے سود اور اُس کے شائبوں سے بچنے کی یہاں تک تاکید کی ہے کہ اگر تم کسی کو قرض دو تو پھر اُسکی جانب سے کوئی تحفہ قبول نہ کرو۔ اور ایک حدیث شریف میں اس طرح ارشاد ہوا ہے کہ قرضدار کی جانب سے کوئی تحفہ قبول نہ کرو۔ اور اُس سے اتنا فائدہ بھی نہ اُٹھاؤ کہ اسکی سواری پر سوار بھی نہ ہو۔ البتہ اگر قرضداری سے پیشتر اس طرح کے دوستانہ معاملات ہوں تو قرض کے بعد اُن کے جاری رہنے میں مضائقہ نہیں۔ اِن احادیث مقدسہ سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ حضورؐ کی نظر میں سود کس درجہ ناپسند تھا۔ اور مسلمانوں کو اس کے تمام احتمالات سے بچنے کی کیسی سخت ضرورت ہے۔

دوسرے کے سرمایہ سے کاروبار

مضاربت کا جواز مضاربت کے یہ معنی ہیں کہ ایک شخص کا سرمایہ ہو اور ایک شخص کی محنت ہو۔ اور اس طرح جو کام کیا جائے اُس کے منافع میں دونوں شریک ہوں۔ سرمایہ دار کو شرعی اصطلاح میں رَبّ المال۔ اور کارکن کو مضارب کہتے ہیں۔ مضاربت بالکل جائز ہے جس وقت آنحضرت صلعم مبعوث ہوئے تو مضاربت کا عام دستور تھا۔ اور صحابہ کرامؓ بھی اسپر عمل کرتے تھے۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اسکی ممانعت نہیں فرمائی۔ اور اس لئے تمام علماء کے نزدیک یہ جائز ہے۔

مضاربت کی شرائط مضاربت کی صورت یہ ہو کہ ایک شخص کسی کو تجارت کے لئے کچھ سرمایہ دے۔ اور آپس میں یہ قرار پائے کہ ہمارا سرمایہ اور تمہارا کام ہوگا۔ اور منافع میں ہم تم شریک ہوں گے۔ لیکن مضاربت کی چند شرطیں ہیں۔ اگر اُن شرطوں پر عمل کیا جائے تو مضاربت جائز ہے ورنہ ناجائز ہے۔

پہلی شرط یہ ہے کہ جتنا سرمایہ دیا جائے اُسے کھول دیا جائے۔ مبہم نہ رکھا جائے۔ مثلاً یہ کہہ دیا جائے کہ ہم پانچسو روپے دیتے ہیں۔ اور یہ روپیہ مضارب کے حوالہ بھی کر دیا جائے۔ اگر سرمایہ دار اپنے پاس رکھیگا تو معاوضہ ناجائز ہوگا۔

دوسری شرط یہ ہے کہ منافع کی صورت اچھی طرح طے کر لی جائے۔ یعنی ایک دوسرے کو یہ معلوم ہو جائے کہ ایک دوسرے کو کیا اور کتنا ملیگا۔ اگر اس معاملہ کی صراحت نہ کی اور قرارداد یہ ہوئی کہ ہم تم منافع تقسیم کرلیں گے تو ناجائز ہے۔

تیسری شرط یہ ہے کہ منافع کی تقسیم کا معاملہ اس طرح نہ طے کیا جائے کہ سرمایہ دار اپنے

لئے ایک رقم معین کرکے یا مضارب کے لئے ایک رقم معین کرکے باقی ماندہ اپنے حصہ میں رکھے۔ مثلاً اگر تم نے یوں طے کیا کہ جو کچھ منافع ہوگا اُس میں سے سو روپے ہم لیں گے۔ اور باقی جو کچھ بچے وہ تمہارا ہے۔ یا سو روپے تم لے لینا اور باقی جو کچھ بچے وہ ہمارا ہے۔ تو اِس طریق عمل سے مضاربت ناجائز قرار پائے گی۔ معاملہ اس طرح طے کرنا چاہیئے کہ آدھا ہمارا آدھا تمہارا۔ یا ایک حصہ ہمارا اور تین حصے تمہارے۔ یا جس طرح باہم طے پائے۔ لیکن حصوں کی صورت نہیں ہونا چاہیئے۔ اگر منافع ہوگا تو مضارب حصہ پائے گا۔ اور اگر منافع نہ ہوگا تو ان سے کچھ نہیں ملیگا۔ لیکن اگر تم نے یہ شرط کی کہ اگر نفع نہ ہوا تو بھی ہم تم کو کچھ دینگے۔ تو مضاربت ناجائز ہوگی۔ اور اگر تم نے یہ شرط کی کہ کاروبار میں نقصان ہوا تو وہ نقصان مضارب کے ذمہ ہوگا۔ تو بھی معاملہ ناجائز ہوگا۔ شرعی حکم یہ ہے کہ اگر نقصان ہو تو وہ سرمایہ دار کے ذمہ ہے کیونکہ اسی کا سرمایہ ہے۔

مسائل متفرقہ

اگر سرمایہ دار نے کارکن کو کچھ روپیہ کام کے لئے دیا۔ تو کام شروع کرنے سے پہلے وہ روپیہ امانت کے حکم میں ہے۔ اور اِس لئے اگر وہ روپیہ تلف ہو جائے تو مضارب پر تاوان لازم نہیں آتا۔

کام شروع کرنے کے بعد مضارب ایک وکیل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور اِس لئے جو ضرر پہنچے اس کا ذمہ دار اصل مالک ہے نہ کہ وکیل۔ اگر کاروبار میں منافع ہو تو مضارب ایک شریک کی حیثیت رکھتا ہے۔

اگر مضارب سرمایہ دار کے خلاف کرے۔ یعنی سرمایہ دار نے اسے جس کام سے منع کیا تھا اُس کا مرتکب ہو تو وہ غاصب ہے۔

اگر مضارب کل منافع اپنی ذات پر خرچ کرے تو مضاربت قایم نہیں رہیگی۔ بلکہ وہ مقروض ہے اور سرمایہ زر قرض سمجھا جائے گا۔

جب تک مضارب کے پاس روپیہ نقد موجود نہ ہو اور اس نے تجارتی مال نہ خریدا ہو۔

اس وقت تک سرمایہ دار کو اپنے روپے کی واپسی اور مضارب کی موقوفی کا اختیار ہے۔

اگر مضاربت کی شرطیں قایم نہ رہیں تو مضارب منافع میں شریک نہیں سمجھا جائے گا۔ بلکہ اس کی حیثیت ایک نوکر کی ہوگی۔ اور اُسے حسب لیاقت تنخواہ دینی پڑے گی۔ تنخواہ ہر حالت میں دی جائے گی۔ خواہ کاروبار میں نفع ہو خواہ نقصان ہو ~~کیونکہ نفع~~ نقصان کا تمام تر ذمہ دار سرمایہ دار ہوگا۔ لیکن اگر تنخواہ اس منافع سے جس کا حسب قرارداد مضارب مستحق تھا زیادہ بیٹھے گی تو بجز مضارب کو نفع تقسیم کردیا جائے گا۔

اگر سرمایہ دار نے مضارب کو یہ اجازت دے رکھی ہے کہ وہ جسے چاہے اور جس شرط پر چاہے اپنے کام میں کسی اور کو شریک کرلے اور اس اجازت کے مطابق مضارب نے ایک دوسرے شخص کو اس قرارداد پر مال دیا کہ نفع میں ایک حصہ مضارب اول کا اور دوسرے مضارب ثانی (یعنی دوسرے کارکن) کے ہوں گے اور سرمایہ دار کا مضارب اول سے معاملہ اس طرح طے ہوا ہے کہ دونوں منافع میں برابر کے شریک ہیں تو اب مضارب ثانی کو جو نفع حاصل ہوگا اُس میں سے نصف حصہ سرمایہ دار کو ملیگا چھٹا حصہ مضارب اول کو اور ایک تہائی مضارب ثانی کو ملیگی۔

سرمایہ دار کے برطرف کردینے سے اس وقت تک مضارب معذور نہیں ہوتا جب تک اُسے اپنی برطرفی کی اطلاع نہ ہوجائے۔

مضاربت میں جس قدر نقصان ہوگا وہ منافع سے بھرا کیا جائے گا۔ اگر نقصان منافع سے زیادہ ہو تو مضارب اس کا دین دار نہیں ہے۔

اگر ایک دفعہ منافع تقسیم کرلینے کے بعد باقی ماندہ مال تجارت پر از سر نو مضاربت قایم کی جائے اور اس مضاربت میں نقصان ہو تو سابق تقسیم شدہ منافع میں سے مجرا نہیں لیا جائیگا۔

اگر مضارب اپنے وطن ہی میں رہکر کاروبار کرے تو خورونوش اور دوا وغیرہ کے مصارف خود برداشت کرے گا۔ لیکن اگر اُسے سفر کرنا پڑے تو خورونوش اور لباس نوکر کی تنخواہ۔ کپڑوں

کی ڈھلوائی وغیرہ مصارف مال مضاربت میں سے حاصل کرے گا۔ لیکن اگر معمول سے زیادہ صرف کرے گا تو وہ مجرا نہیں ملیگا۔

راس المال اور مصارف کو علیحدہ کر کے جو رقم بچیگی اُس کو منافع سمجھا جائے گا۔ اور اسی کو باہم تقسیم کیا جائے گا۔

اگر منافع تقسیم کر لیا گیا اور ابھی مضاربت باقی ہے اور از سر نو قایم نہیں کی گئی ہے تو حالت مضاربت میں اگر کل مال یا کچھ مال جاتا رہے تو تقسیم شدہ منافع سے سرمایہ دار اپنا راس المال پورا کرلے۔ اس کے بعد اگر منافع کی کچھ رقم باقی رہے تو فریقین تقسیم کرلیں۔ اور اگر اصل منافع سے پوری نہ ہو تو مضارب باقی رقم کا دین دار نہیں ہے۔ کیونکہ وہ ایک امین کی حیثیت رکھتا ہے اور امانت کا تاوان نہیں ہوتا۔



رہن کا بیان

رہن کا جواز کسی شئے کا رہن رکھنا جائز ہے اور قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔

ایک دفعہ آنحضرت صلعم نے ایک یہودی سے غلہ خرید کیا اور اُس کے پاس اپنی زرہ رہن رکھدی۔ رہن کے شرعی معنی یہ ہیں کہ کسی چیز کو قرض کے بدلہ رہنے دیا جائے۔ اور اس لحاظ سے رہن کی ہوئی چیز کو فروخت کر کے زر مقروضہ کا وصول کرنا ممکن ہے۔

ایجاب و قبول سے رہن قایم ہو جاتا ہے۔ لیکن اس کی تکمیل جب ہوتی ہے کہ مرہونہ شے پر رہن کرنے والے کا قبضہ ہو جائے۔

رہن کی صورتیں رہن کی صرف یہ صورت ہے کہ اگر تم کو سو روپے کی ضرورت ہے تو اپنی کوئی چیز کسی شخص کے پاس رکھکر رقم مطلوبہ حاصل کر سکتے ہو۔ لیکن قرض پر قرضدار کو کوئی نفع لینا حرام ہے۔ کیونکہ وہ سود ہے۔

جب تم کوئی چیز رہن رکھو تو قرض ادا کرنے سے پہلے تمہیں اُس چیز کے مانگنے اور واپس لینے کا کوئی حق نہیں ہے۔

اگر تم نے کوئی چیز رہن رکھی تو رہن رکھنے والے کو اس سے کسی طرح کا نفع اُٹھانا۔ مثلاً وہ باغ ہے تو اُس کے پھل کھانا۔ وہ زمین ہے تو اُس سے غلہ حاصل کرنا۔ یا اُسے کرایہ پر اُٹھانا۔ اور وہ گھر ہے تو اُسمیں رہنا جائز نہیں۔

اگر کوئی گائے یا بکری یا بھینس رہن رکھی جائے تو اُس کا دودھ اور بچہ اصل مالک کی ملکیت ہے۔ رہن رکھنے والے کو دودھ وغیرہ کا استعمال جائز نہیں۔ بلکہ اُس کے دام ادا کرنے چاہئیں۔ البتہ جانور کی کھلائی کے دام منہا کر لینے چاہئیں۔

جب تک سب روپیہ ادا نہ کر دیا جائے اُس وقت تک رہن شدہ چیز واپس نہیں دی جاسکتی۔ اگر تم نے سو روپے قرض لئے ہیں تو یہ نہیں ہوسکتا کہ پچاس روپے دیکر مرہونہ چیز کو واپس لے لو۔

اگر تم نے کسی سے سو روپے قرض لئے اور اُس کے پاس سو روپے کی یا ڈیڑھ سو روپے کی کوئی چیز رہن رکھی اور وہ چیز اُس کے پاس سے تلف ہوگئی تو اب تم دونوں بے باق ہو۔ نہ تمہیں روپیہ ادا کرنا ہوگا نہ اُسے وہ چیز واپس دینی ہوگی۔ اور نہ تمہیں باقی ماندہ رقم ملیگی۔ اگر تمہاری چیز کے دام قرض سے زیادہ ہوں۔ البتہ اگر تم نے سو روپے قرض لئے تھے اور پچاس روپے کی چیز رہن رکھی تھی۔ تو اس کے تلف ہوجانے پر باقی ماندہ پچاس روپے تمہیں دینا پڑیں گے۔

اگر تم کسی چیز کو رہن کرو اور اُس کی قیمت قرض سے زیادہ ہو اور رہن رکھنے والا یہ شرط کرے کہ مدت مقررہ تک قرض ادا نہ کرنے سے یہ چیز میری ہوجائے گی تو ناجائز ہے اور یہ بھی ناجائز ہے کہ قرض لینے والا یہ کہے اگر فلاں مدت تک میں قرض ادا نہ کروں تو یہ شے تمہاری ہوجائے گی۔ اگر میعاد گزرنے کے بعد بھی رہن رکھنے والا زر رہن لیکر آئے تو اُسکی مرہونہ چیز اُسے ملنی چاہیئے۔

جس کے پاس رہن رکھا جائے اُس کے لئے جائز ہے کہ مرتہن سے اپنے قرض کا تقاضہ کرے یا اُسے قید کرائے۔

اگر مرتہن[1] راہن[2] کو اجازت دیدے کہ اُسکی مرہونہ شے سے وہ فائدہ اُٹھائے تو جائز ہے اور اسی لئے مکان کے رہن دخلی کو جائز سمجھا جاتا ہے۔ لیکن تقوٰے یہی ہے کہ مرتہن شئے مرہونہ سے کوئی فائدہ نہ اُٹھائے۔ اور سود کے ادنےٰ ترین شائبہ سے بھی اپنے آپ کو بچائے۔ جیسا کہ اوپر لکھا جاچکا ہے۔

---

[1] مرتہن وہ شخص ہے جسکے پاس کوئی چیز رہن رکھی جائے۔ [2] راہن وہ شخص جو اپنی چیز کسی کے پاس رہن رکھے۔

جب راہن ادائے قرض کے لئے تیار ہو کر آئے تو مرتہن کا فرض ہے کہ اُسکی مرہونہ چیز فوراً واپس کردے۔ لیکن اگر وہ مرہونہ چیز کسی معتمد کے پاس رکھی ہو یا کسی اور معقول وجہ کی بنا پر فوراً حاضر نہ کی جاسکتی ہو تو مہلت لینا جائز ہے۔

مرہونہ چیز مرتہن اُس وقت دیگا جب کل زرِ رہن وصول کرے گا۔

اگر زرِ رہن کی ادائیگی بالاقساط طے ہوئی ہو تو ہر قسط کی ادائیگی پر مرہونہ چیز کا حاضر کرنا ضروری نہیں۔ لیکن اگر راہن کو اُس کے تلف ہونے کا شبہ ہو تو اُس کے اطمینان کے لئے دکھا دینا چاہیئے۔

اگر راہن قرض کی کچھ مقدار ادا کرے اور کچھ باقی رکھے تو یہ نہیں ہو سکتا کہ بقدر ادائیگی مال مرہونہ اُسے دیدیا جائے۔ مال مرہونہ اُسی وقت دیا جائے گا جب کل قرض ادا ہوجائیگا۔

مرتہن کو چاہیئے کہ مال مرہونہ اپنی یا اپنے متعلقین کی حفاظت میں رکھے۔ اگر وہ مال مرہونہ کسی اور کے پاس رکھے گا یا عاریت دے گا۔ یا کرایہ پر دے گا۔ یا اُس سے فائدہ اُٹھائے گا تو اُس کے تاوان کا ذمہ دار ہوگا۔

مال مرہونہ کی حفاظت میں جو کچھ خرچ ہوگا۔ مثلاً چوکیدار کی تنخواہ۔ اور مکان کا کرایہ تو وہ مرتہن کے ذمہ ہوگا۔

پھلوں کا بغیر درخت کے اور درختوں کا یا کھیت کا یا عمارت کا بغیر زمین کے یا زمین کا بغیر درخت یا عمارت یا کھیت کے۔ یا درخت کا بغیر پھلوں کے رہن رکھنا جائز نہیں۔

رہن کی ناجائز صورتیں

وقف شدہ مال و جائداد کو بھی رہن نہیں رکھا جاسکتا۔

امانت اور عاریت میں بھی کوئی چیز بطور اطمینان وہی رہن نہیں کیجاسکتی۔

کسی اور کی مملوکہ چیز کو رہن رکھنا جائز نہیں۔

خریدار یا بیچنے والا اگر کوئی شئے شفیع کے پاس اس غرض سے رہن کردے کہ وہ مکان

یا راضی کا شفعہ چھوڑ دے تو یہ رہن بھی ناجائز ہے۔

کسی ناجائز پیشہ والے کی اُجرت کے بدلہ میں کوئی چیز رہن رکھ دینا ناجائز ہے۔

ناجائز چیزوں کو مثلاً شراب کو رہن رکھکر قرض لینا اور دینا ناجائز ہے۔

مسائل متفرقہ

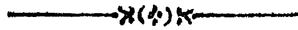
اگر کسی شخص نے سرکہ خریدکیا یا گوشت خرید کیا۔ اور نقد قیمت ادا کرنے کی بجائے کوئی چیز رہن رکھ دی اور بعد میں وہ سرکہ شراب اور وہ گوشت مردار ثابت ہوا تو اگر مال مرہونہ دوکاندار کے پاس سے تلف ہوجائے تو اسکا تاوان دینا ہوگا۔

اگر تم دوکاندار سے کوئی چیز خرید کرو۔ اور اُس خرید کی ہوئی چیز کو دوکاندار کے پاس یہ کہکر رہنے دو کہ میں جب دام دیدوں گا تو لیلوں گا۔ تو وہ چیز رقم واجب الادا کے بدلہ رہن ہوجائے گی۔ اور دوکاندار اُس وقت تک اس چیز کو اپنے پاس رکھے گا جب تک تم اُس کے دام ادا نہ کردو۔ اگر وہ چیز خراب ہوجانے والی ہے۔ مثلاً گوشت ہے یا کھانا ہے۔ یا پھل ہیں تو دوکاندار کو اختیار ہے کہ اُسے کسی اور کے ہاتھ فروخت کرکے اپنے دام وصول کرلے لیکن واجب الادا رقم سے زیادہ قیمت ملی تو مزید رقم کا استعمال جائز نہیں۔ بلکہ اُسے خیرات کردینا چاہیئے۔

اگر ایک شخص دو شخصوں کا قرضدار ہے تو ایک چیز دونوں کے پاس گروی رکھ سکتا ہے۔ اور وہ دونوں شخص باری باری سے یا جس طرح رضامند ہوں اس مرہونہ چیز کو اپنے قبضہ میں رکھ سکتے ہیں۔ اِسی طرح اگر دو شخص ایک شخص کے قرضدار ہوں تو وہ دونوں ایک چیز کو اس شخص کے پاس رہن رکھ سکتے ہیں۔ لیکن اس چیز کی واگذاشت اُس وقت ہوگی جب دونوں قرضداروں کا قرض پورا ادا ہوجائے گا۔

اگر راہن رہن کے بعد اس طرح غائب ہوجائے کہ اُس کا کہیں پتہ نہ چلے تو مرتہن مال مرہونہ کو حاکم کی اجازت سے فروخت کرکے زرِ قرض وصول کرسکتا ہے۔

اگر کوئی شخص ایک شے کسی کے پاس رہن رکھے اور وہ شے تلف ہو جائے۔ پھر اس شے کا کوئی اصل مالک پیدا ہوا اور وہ رہن رکھنے والے سے جو در اصل مرہونہ چیز کا مالک نہ تھا اپنی چیز کے دام وصول کر لے تو اب نہ رہن رکھنے والے کو زر رہن ادا کرنا ہوگا۔ اور نہ جسکے پاس رہن رکھا ہے اُسے تاوان دینا ہوگا۔ لیکن اگر اصل مالک نے اُس شخص سے جس کے پاس وہ چیز رہن رکھی گئی ہے۔ اپنی چیز کی قیمت وصول کر لی۔ تو پھر وہ اُس فرضی مالک سے اُس چیز کی قیمت بھی وصول کر سکتا ہے۔ اور اپنا زر رہن بھی لے سکتا ہے۔



کسی چیز کا عاریت لینا

عاریت کی صورتیں کسی شخص کو کسی چیز کا مالک بنا دینے کی چار صورتیں ہیں۔
(۱) کل چیز بذاتہ اور بجنبہ عوض لیکر کسی کو دیدی جائے۔ اُسے بیع کہتے ہیں (۲) کل چیز بذاتہ اور بعینہٖ کسی کو بلا عوض دی جائے اُسے ہبہ کہتے ہیں (۳) کسی چیز کی منفعت کسی شخص کو معاوضہ لیکر دی جائے اور حق ملکیت اصل مالک سے زائل نہ ہو اُسے اسو یہ کہتے ہیں۔ (۴) کسی چیز کی منفعت بلا معاوضہ کسی شخص کو دی جائے اور ملکیت اصل مالک سے زائل نہ ہو اسے عاریت کہتے ہیں۔

عاریت کا جواز کسی چیز کا عاریت لینا اور عاریت دینا جائز ہے۔ کیونکہ اس سے محبت و ہمدردی اور باہمی یگانگت کا اظہار ہوتا ہے۔ سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے بعض مواقع پر صحابہ کرامؓ سے زرہ۔ اور گھوڑا وغیرہ عاریت لیا ہے۔ اور کلام مجید سے بھی عاریت کی خوبیاں ثابت ہیں۔

عاریت کی تکمیل اتنا کہہ دینے سے عاریت کی تکمیل ہو جاتی ہے کہ میں نے یہ چیز تم کو عاریت دی۔ یا ہماری اس زمین سے تم کھاؤ پیو۔ یعنی اس کے اناج سے فائدہ اُٹھاؤ۔ یا ہمارے اس جانور پر سوار ہو لو۔ یا ہمارے اس نوکر سے کام لے لو۔ یا ہمارے گھر میں رہو۔ یا جب تک ہم زندہ ہیں تم اس گھر میں رہو۔
جو شئے عاریت کے طور پر لی جائے اُسکی واپسی مالک کو ضروری ہے۔

اشیائے مستعار کا تاوان اگر مستعار چیز تلف ہو جائے تو تاوان لازم نہیں۔ خواہ عاریت لیتے وقت یہ بھی کہہ دیا ہو کہ اگر یہ چیز

تلف ہو جائے گی تو ہم اس کا تاوان دینگے۔ البتہ اگر حفاظت میں کمی ہو یا اُس چیز کا طریق استعمال غلط ہو۔ تو تاوان دینا پڑے گا۔ مثلاً تم نے کسی سے شیشہ کا ایک برتن عاریت لیا۔ اور اُسے چولھے پر رکھ دیا اور وہ ٹوٹ گیا تو ظاہر ہے کہ تاوان دینا پڑیگا۔

عاریت کی ممنوع صورتیں

عاریت کی ہوئی چیز کو اگر عاریت دینے والے نے منع کر دیا ہو تو تم کسی دوسرے کو نہیں دے سکتے۔ صرف اپنے استعمال میں رکھ سکتے ہو۔ اور نہ اُسے کرایہ پر چلا سکتے ہو۔ ہاں اگر مالک نے منع نہ کیا ہو۔ اور اِس طرح کا کوئی تذکرہ درمیان میں نہ آیا ہو تو عاریت لی ہوئی چیز تم دوسرے کو بھی دے سکتے ہو۔ بشرطیکہ طریق استعمال میں کوئی فرق نہ پیدا ہو۔ یعنی جس طرح مالک نے اُس چیز کے برتنے کی تمہیں اجازت دی ہو۔ اُسی طرح دوسرا شخص بھی برتے۔ اگر ایسا نہ ہوگا تو اِس شئے کے تلف ہونے پر تاوان دینا پڑیگا۔

عاریت لی ہوئی چیز خود مالک کو واپس دینا چاہیئے۔ اگر معمولی اور کم قیمت چیز ہے۔ تو اس کے گھر پر بھیجدینا کافی ہے۔ اور اگر زیور وغیرہ کوئی قیمتی چیز ہے تو خود مالک کو احتیاط کے ساتھ واپس کی جائے۔

روپیہ اور اشرفی اور وہ چیزیں جن کا حساب تول کر یا ناپ کر یا گن کر رکھا جاتا ہے عاریت نہیں ہے بلکہ قرض میں داخل ہے۔ اور چونکہ ان چیزوں کو باقی رکھکر نفع نہیں حاصل کیا جا سکتا۔ اِس لئے اُن کا معاوضہ یا تاوان دینا ضروری ہے۔ مثلاً کسی سے تم نے ایک روپیہ لیا یا ایک امرود لیا۔ تو جب تک اُسے صرف میں نہ لاؤ فائدہ نہیں اُٹھا سکتے۔ اور عاریت میں ضروری ہو کہ جو چیز عاریت لی جائے اُسکی ذات کو باقی رکھکر اُس سے فائدہ اُٹھایا جائے البتہ اگر روپیہ اور اشرفیاں صرف مکان یا دوکان کی زینت کی غرض سے منگائی جائیں اور اصلی صرف میں نہ لائی جائیں تو ان کو عاریت میں شمار کیا جا سکتا ہے۔

دیگر مسائل عاریت

زمین مکان بنانے کے لئے یا باغ لگانے کے لئے زمین کو

عاریت دینا جائز ہے۔ لیکن عاریت دینے والے کو اختیار ہے کہ جب چاہے اپنی زمین واپس لے لے۔ اور مکان کھودنے میں جو نقصان ہو گا اُس کا وہ ذمہ وار نہ ہو گا۔ بشرطیکہ اُس نے عاریت کے لئے کوئی مدت نہ مقرر کی ہو۔ اور اگر مدت مقرر کر دی ہے تو اگر اس مدت سے پہلے زمین خالی کرانا چاہے گا تو مکان وغیرہ کے نقصان کا وہ ذمہ وار ہو گا۔

جتنی مدت کے لئے کوئی چیز عاریت لی جائے ٹھیک اتنی مدت میں واپس کرنا چاہیئے۔

اگر عاریت کی مدت مقرر کر دی گئی ہے تو مدت مقررہ سے پہلے مستعار چیز کی واپسی عاریت دینے والے کے لئے مکروہ ہے۔

اگر زمین کاشتکاری کے لئے دی ہے تو فصل کی تیاری اور کٹنے سے پہلے عاریت دینے والے کے لئے زمین کا خالی کرانا ناجائز ہے۔ خواہ عاریت کی کوئی مدت مقرر کی ہو یا نہ کی ہو۔ کیونکہ بونے اور کاٹنے کی ایک معین مدت ہوتی ہے۔ البتہ درخت اور مکان کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں کیا جا سکتا۔

اگر زمین عاریت دی جائے تو تفصیل بیان کر دینا ضروری ہے کہ وہ کس مقصد سے عاریت دی جاتی ہے۔ آیا مکان بنانے کے لئے یا باغ لگانے کیلئے یا کاشتکاری کے لئے۔

تم نے کوئی چیز جتنے عرصہ کے لئے عاریت لی ہے۔ اگر اتنے عرصہ میں اُسے واپس نہیں کیا تو اُس کے تلف ہو جانے پر تاوان دینا پڑے گا۔ کیونکہ مدت گزر جانے کے بعد وہ عاریت کے حکم میں نہیں رہی۔

ماں باپ یا کسی اور سرپرست کے لئے جائز نہیں کہ نابالغ بچوں کی مملوکہ چیزیں کسی کو بطور عاریت دیں۔ اگر اس طرح کوئی چیز تلف ہو جائے گی تو اس کا تاوان دینا پڑے گا۔

اگر کوئی نابالغ بچہ اپنی کوئی چیز بطور عاریت دینا چاہے تو اس کا لینا جائز نہیں۔

اگر عاریت دینے والا مر جائے۔ تو اب اُسکی عاریت دی ہوئی چیز کا استعمال جائز

نہیں۔ کیونکہ اب اس چیز پہ عاریت کا حکم نہیں رہا۔ اِسی طرح اگر عاریت لینے والا مر جائے تو اس کے وارثوں کو حق حاصل نہیں کہ اس چیز کو اپنے استعمال میں لائیں۔

چونکہ عاریت کی چیزوں کے تلف ہو جانے پر تاوان نہیں لیا جاتا۔ اِس لئے نہیں بہت احتیاط سے استعمال کرنا چاہیئے۔ اور استعمال کے بعد جہاں تک جلد ممکن ہو مالک کو واپس کر دینا چاہیئے۔ اور مستعار چیزوں کو ہمیشہ اسی خیال اور ظرف کے ساتھ استعمال کرو جس طرح اپنی چیزوں کو استعمال کرتے ہو۔



دوسروں کی چیزیں اپنی امانت میں رکھنا

امانت کی اہمیت

اسلام میں امانت کو بڑی اہمیت ہے۔ امانت میں خیانت کرنا بڑا گناہ ہے۔ امانت کے ادا کرنے کا صریح حکم کلام مجید میں موجود ہے۔ اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے۔ کہ جو امانت دار نہیں ہے وہ ایمان بھی نہیں رکھتا۔

امین کو اختیار ہے کہ جو چیز اسے بطور امانت سپرد کی جائے اُس کی حفاظت خود کرے یا اپنے متعلقین کے پاس رکھے۔ سفر کرنا ہو تو اسے ساتھ لیکر سفر کرے۔ بشرطیکہ امانت رکھنے والے نے سفر میں لیجانے سے منع نہ کیا ہو۔ یا سفر میں اسکی بربادی کا اندیشہ نہ ہو۔

امانت کا تاوان

اگر امین خیانت نہ کرے اور امانت کسی آفت ارضی و سماوی سے تلف ہو جائے تو اس کا تاوان نہیں دینا پڑے گا۔ مثلاً حفاظت میں کوئی کمی نہیں کی گئی۔ لیکن گھر میں چوری ہو گئی یا آگ لگ گئی اور امانت ضائع ہو گئی تو اس کا تاوان نہیں دینا پڑے گا۔ خواہ امانت رکھتے وقت امین نے یہ بھی اقرار کر لیا ہو کہ اگر یہ ضائع ہو جائے گی تو میں اس کا تاوان دوں گا۔

امانت کی حفاظت

اگر کوئی شخص کوئی چیز تمہارے پاس امانت رکھوائے۔ اور تم اسے اپنی سپردگی میں لیلو یا اسے امانت میں رکھنے کا اقرار کر لو تو امانت قایم ہو جاتی ہے۔ اور اس کی حفاظت تمہارا فرض ہے۔

امانت کی تفصیل

اگر کوئی شخص تمہارے پاس کوئی چیز رکھ دے اور کہے کہ میں ذرا کام کو جاتا ہوں۔ تو وہ شے تمہاری امانت میں آگئی۔ خواہ تم نے

زبان سے کوئی اقرار نہ کیا ہو۔ البتہ اگر تم صاف صاف کہہ دو کہ میں اسے نہیں رکھتا اور کسی اور کے پاس رکھو تو وہ چیز تمہاری امانت میں شمار نہ ہو گی اور تم اس کے ذمہ دار نہ ہو گے لیکن وہ شخص اس کے باوجود بھی اپنی چیز کو چھوڑ کر چلا جائے اور تم اُسے اٹھا کر رکھ لو تو تم پر اُسکی حفاظت لازم ہو جائے گی۔

اگر کسی جگہ چند آدمی بیٹھے ہیں اور کسی شخص نے کوئی چیز ان سب کے سپرد کی تو وہ سب اس کے ذمہ دار ہیں۔ اگر ان میں سے ایک ایک اُٹھ کر چلا جائے تو جو شخص آخر میں باقی رہیگا وہ ذمہ دار ہو گا۔ اور چیز تلف ہو جانے پر اُس سے تاوان لیا جائے گا۔

تم ایک امانت کو جو تمہارے سپرد کی گئی ہو کسی دوسرے رشتہ دار یا ایسے شخص کے پاس جو تمہارا امین ہو رکھوا سکتے ہو۔ بشرطیکہ وہ معتبر اور دیانتدار ہو۔ اگر ایسا نہیں ہو تو امانت ضائع ہونے پر اس کا تاوان دینا پڑے گا۔

تمہاری بھول چوک یا بے احتیاطی سے امانت ضائع ہو جائے گی تو اس کا تاوان دینا پڑے گا۔

اگر گھر میں آگ لگ گئی ہو اور امانت کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو یا مرتے وقت اگر گھر کا کوئی آدمی موجود نہ ہو تو پرائی امانت کسی پڑوسی کو سپرد کر دینا جائز ہے۔

اگر کوئی شخص اپنے روپے یا پیسے امانت رکھائے تو انھیں روپیوں اور پیسوں کی حفاظت سے رکھنا چاہیئے۔ نہ تو اُن کو اپنے روپیوں پیسوں میں ملانا جائز ہے نہ اُنہیں اپنے صرف میں لانا جائز ہے۔ البتہ اگر امانت رکھنے والے نے اجازت دیدی ہو تو اُسے اپنے خرچ میں لانا جائز ہے۔ لیکن اگر تم انھیں روپوں اور پیسوں کو بطور امانت علٰحدہ رکھ چھوڑ دو گے تو ان کے تلف ہونے پر تاوان نہیں دینا پڑے گا۔ اور اگر انہیں اپنے روپیے میں ملا دو گے یا خرچ کر ڈالو گے اور پھر وہ تلف ہو جائیں گے تو تاوان دینا پڑے گا۔ کیونکہ امانتی روپیہ استعمال میں لانے کے بعد قرض کا حکم رکھتا ہے۔ قرض کی ادائیگی فرض ہے۔

اگر تم کو دس روپے کسی نے بطور امانت دیئے۔ اور تم نے اُس کی اجازت سے دو روپے اُس میں سے خرچ کر ڈالے اب جب تمہارے پاس روپیہ ہو اور تم وہ دو روپے واپس کرنا چاہو تو باقی ماندہ امانت کے آٹھ روپوں میں نہ ملاؤ بلکہ الگ رکھو۔ کیونکہ امانت کا روپیہ اپنے روپے میں ملانے سے قرض ہو جاتا ہے۔ اور پھر یہ نہیں ہو سکتا کہ تلف ہو جائے تو تاوان نہیں دینا پڑے۔

اگر امانت رکھنے والے کی اجازت سے تم نے اس کا روپیہ اپنے روپے میں ملا دیا۔ اور پھر یہ مشترکہ روپیہ تلف ہو گیا تو تاوان نہیں دینا پڑے گا۔ لیکن اگر کچھ تلف ہوا اور کچھ باقی رہا تو باقی ماندہ روپے کو بقدر تناسب تقسیم کر دیا جائے گا یعنی اگر امین اور امانت رکھنے والے کی رقمیں برابر تھیں تو نصف نصف تقسیم ہو گا۔ اور اگر تناسب مختلف ہو گا تو اسی کے مطابق تقسیم عمل میں آئے گی۔

اگر کسی شخص نے کوئی دودھار جانور امانت رکھوایا تو بے اجازت اُس کے دودھ کا استعمال ناجائز ہے۔ اور اگر بے اجازت استعمال کیا جائے گا تو اس کے دام دینا پڑینگے۔

امانت رکھی ہوئی چیزوں کا استعمال

اگر کسی نے کپڑا۔ زیور۔ چارپائی۔ یا اسی طرح کی کوئی اور چیز امانت رکھائی تو اس کا بلا اجازت استعمال کرنا ناجائز ہے۔ اگر استعمال کیا اور کوئی نقص واقع ہو گیا تو تاوان دینا پڑے گا۔

اگر کوئی جانور تمہارے پاس امانت رکھوایا گیا اور وہ بیمار پڑا۔ اور تم نے اسکی دوا کی جس سے وہ مر گیا تو تاوان دینا پڑے گا۔ لیکن اگر تم دوا نہ کرو اور وہ مر جائے تو تاوان نہیں دینا پڑے گا۔

امانت رکھوانے والا جس وقت اپنی امانت مانگے تو اُسے فوراً ادا کر دینا چاہیئے۔ امانت مانگنے کے بعد اگر تم ادا نہ کرو تو اب وہ رقم امانت نہیں بلکہ قرض ہو جائے گی۔

اور اس کے تلف ہونے پر تاوان دینا پڑے گا۔

اگر کسی امانت رکھنے والے نے آدمی بھیجکر اپنی امانت منگوائی تو تمہیں اختیار ہے کہ اس آدمی کو امانت نہ دو۔ اور خود امانت رکھنے والے کو بلوا بھیجو۔ لیکن اگر تم نے اس آدمی کو معتبر سمجھکر امانت دیدی اور پھر مالک نے کہا کہ میں نے اسکو نہیں بھیجا تھا تو پھر وہ تم سے اپنی امانت کا تاوان لے سکتا ہے۔ اور تم اُس آدمی سے وصول کر سکتے ہو۔ لیکن اگر اس آدمی کے پاس سے وہ امانت تلف ہوجائے تو تم کو اُس کے دام نہیں ملیں گے۔ لیکن اصلی مالک تم سے تاوان وصول کرلے گا۔

اگر کوئی چیز دو شخصوں کے پاس امانت رکھی جائے تو وہ دونوں اس کے ذمہ وار ہیں۔ اگر وہ چیز قابل تقسیم ہو جیسے کہ روپیہ تو لازم ہے کہ دونوں امین نصف نصف رقم اپنے پاس رکھکر حفاظت کریں۔ اور اگر وہ شے ناقابل تقسیم ہو جیسے ایک دیگ تو دونوں امین کو متفقہ طور پر حفاظت کرنی چاہیئے۔

ناجائز اشیاء کی امانت اگر کوئی شخص کوئی ناجائز چیز جو درحقیقت اس کی ملکیت نہ ہو کسی کے پاس امانت رکھوائے۔ مثلاً کسی شخص نے مال مسروقہ یا کوئی ایسی چیز جس کا مالک وہ بذات خود نہیں ہے۔ امانت رکھوائی اور بعد کو حقیقت کھل گئی تو اصلی مالک کو اختیار ہے کہ اپنی چیز ملزم سے وصول کرلے۔ اور یا براہ راست اس شخص سے لے لے جس کے پاس وہ امانت رکھوائی گئی ہے۔

اگر دو شخص جو کسی مال میں شریک ہوں اپنا مشترکہ مال امانت رکھوائیں تو امین کو چاہیئے کہ امانت اُس وقت واپس کرے جب دونوں شخص موجود ہوں۔ یہ بھی نہیں ہوسکتا کہ مشترکہ امانت میں سے ایک شریک کو جو امین کے پاس آیا ہو اُس کا حصہ واپس کردے اور دوسرے شریک کا حصہ رہنے دے۔ بلکہ وہ مشترکہ امانت دونوں شریکوں کی موجودگی میں بجنسہ ادا کی جائے گی۔

امانت کی واپسی اگر کسی شخص کے پاس اتنی کثرت سے لوگوں کی امانتیں جمع ہوں کہ وہ ہر امانت رکھنے والے کو نہ پہچانتا ہو یا امین کے پاس امانت اتنے عرصہ تک رہی کہ وہ امانت رکھنے والے کو بھول جائے تو امانت کی واپسی کے وقت اپنا اطمینان کر لینا۔ اور ضرورت کے وقت گواہ طلب کرنا ضروری ہے۔ اگر امانت غلطی سے کسی غیر مستحق کو ادا کر دی گئی ہے تو اصلی مالک کے مطالبہ پر تاوان دینا پڑے گا۔

دوسروں کے مال پر ناجائز قبضہ

قبضہ ناجائز کسی شخص کا مال اُسکی اجازت کے بغیر لے لینا یا ظلم وجبر کے ساتھ چھین لینا بڑا گناہ ہے۔ رسول اللہ صلعم کا ارشاد ہے کہ اگر کوئی شخص بالشت بھر زمین بھی از راہ ظلم لے لیگا۔ تو قیامت میں وہ زمین ساتوں طبقوں تک اُسکی گردن میں بطور طوق پہنائی جائے گی آپ نے فرمایا ہے کہ کوئی شخص اجازت کے بغیر کسی کے جانور کا دودھ نہ دوہے۔ کسی مسلمان کا مال بے اجازت لے لینا قطعی حرام ہے۔

اگر کسی کی چیز بے اجازت لے لی ہو اور وہ ابھی تمہارے قبضہ میں بجنسہ موجود ہو تو اُسے بجنسہ واپس کر دو۔ اور اگر استعمال میں آ گئی ہو یا ٹوٹ پھوٹ گئی ہو اور بازار میں مل سکتی ہو تو اُسی طرح کی چیز خرید کر واپس کر دینا جائز ہے۔ اگر وہ چیز بجنسہ بازار میں نہیں مل سکتی تو اس کی قیمت بجنسہ ادا کرنی چاہیئے۔

اگر کسی کی چیز تمہارے استعمال سے خراب ہو جائے۔ مثلاً چارپائی ہے اور اُس کا پایہ ٹوٹ گیا۔ تو اس نقصان کے بقدر تاوان دینا ضروری ہے۔

دوسرے کے روپے سے بے اجازت تجارت اگر دوسرے کے روپے سے بلا اجازت

تجارت کی جائے تو اس کا نفع کھانا حرام ہے۔ ایسی حالت میں لازم ہے کہ اصل روپیہ مالک کو واپس کر دے۔ اور بنا فع محتاجوں میں خیرات کر دے۔

اگر کسی کا نگینہ انگوٹھی پر رکھوالیا ہے تو اس نگینہ کو نکلوا کر واپس کرنا ضروری نہیں۔ بلکہ اس کے دام ادا کرنے چاہئیں۔

اگر کسی کی کوئی چیز لیکر اس میں تغیر پیدا کر دیا ہے۔ مثلاً کپڑا ہے تو اُسے رنگوا لیا تو اسکی قیمت مالک کو ادا کی جائے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مالک اپنی چیز واپس لے لے۔ اور تغیر پیدا ہونے سے اُسپر جو کچھ خرچ آیا ہے وہ دوسرے شخص کو دیدے۔

اگر کسی کا جانور تمہارے گھر میں چلا آئے تو اُس کا دودھ دوہنا حرام ہے۔ اور اگر دودھ دوہ لیا تو اُس کے دام دینا چاہئیں۔ البتہ اگر کوئی شخص بھوک سے مرتا ہو تو اُس کے لئے دودھ دوہ کر پی لینا جائز ہے۔

کوئی چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی اس کے مالک کی اجازت کے بغیر نہیں لینا چاہیئے قلیل سے قلیل رشتہ داری میں بھی اجازت کا حاصل کر لینا ضروری ہے۔ شوہر کو اپنی بیوی سے اور بیوی کو اپنے شوہر سے بھی اجازت لینا چاہیئے۔ حتیٰ کہ شوہر اپنے لئے کوئی کپڑا لایا ہو اور بیوی اُسے شوہر کے لئے قطع کر کے کچھ بچالے تو اُس کا استعمال بھی اجازت کے بغیر جائز نہیں۔

غصب کی تعریف حنفیوں کے نزدیک غصب کی تعریف یہ ہے کہ قبضۂ ناجائز سے کسی کے قبضۂ جائز کو باطل کر دیا جائے۔ اور یہ حرام اور گناہ عظیم ہے جس کا تاوان دُنیا میں بھی دینا چاہیئے۔ اور عقبےٰ میں بھی اُس کے مواخذہ کے خوف سے توبہ کرنی چاہیئے۔

دوسرے کے نوکر سے کام لینا کسی دوسرے کے نوکر سے خدمت لینا اور کسی دوسرے کے جانور پر بوجھ لادنا اجازت کے بغیر ناجائز ہے۔

البتہ کسی شخص کے فرش پر بیٹھ جانا جائز ہے۔ لیکن بہتر یہ ہے کہ اس صورت میں بھی اجازت حاصل کر لی جائے۔

اگر لاعلمی کی حالت میں کسی کی چیز کو لے لو اور پھر معلوم ہو کہ وہ کسی اور کی ملکیت ہے تو فوراً اُسے یا اُس کی قیمت کو مالک تک پہنچا دینا چاہیئے۔ ورنہ گناہ ہوگا۔

دلگی کے طور پر کسی کی چیز لے لینا

ہنسی دلگی کے طور پر کسی کی چیز کا لے لینا جائز نہیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اگر تم کسی کی لاٹھی اور چھڑی بھی لے لو تو اُسے واپس کر دو۔

اگر کوئی شخص اپنی چیز بعینہ کسی کے پاس دیکھے تو اُس کا مطالبہ کر سکتا ہے۔

قبضہ ناجائز کا تاوان

اگر کوئی شخص کسی کی جائداد غیر منقولہ مثلاً مکان یا باغ وغیرہ پر قابض ہو جائے اور وہ گھر یا باغ اُس کے قبضہ میں تلف ہو جائے تو اس ناجائز قبضہ کرنے والے کو تاوان دینا لازم ہے۔

اگر کسی نے زمین یا مکان پر قبضہ کیا اور استعمال سے زمین یا مکان میں کوئی نقصان آگیا تو ایسی جائداد کے وقت بقدر نقصان تاوان بھی دینا ہوگا۔

اگر زمین وغیرہ پر ناجائز قبضہ کر کے اُسے کرایہ وغیرہ پر اُٹھا دیا یا شئے غصب کردہ سے کوئی اور نفع حاصل کیا تو وہ حرام ہے اور ایسے روپے کو خیرات کر دینا چاہیئے۔

اگر ناجائز قبضہ کرنے والا مقبوضہ چیز میں ایسا تغیر کر دے جس سے اُس چیز کا منافع جاتا رہے یا کم ہو جائے تو پھر اُسے واپس نہیں کرے گا وہ چیز اُسی کی ملکیت ہو جائیگی اور تاوان دینا ہوگا۔ ملکیت تاوان دینے سے پہلے قرار پائے گی لیکن تاوان دینے سے پہلے نفع اُٹھانا جائز نہیں۔ مثلاً ایک شخص نے کسی کی بکری ناجائز طور پر چھین لی یا پکڑ لی۔ پھر اُسے ذبح کر ڈالا یا ذبح کر کے اُس کا گوشت پکا لیا تو اب یہ گوشت اصل مالک کو واپس نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ بکری کی قیمت ادا کرنی ہوگی۔ اسی طرح اگر گیہوں غصب کر کے پیس ڈالے تو آٹا واپس

نہیں کیا جائے گا بلکہ نقد تاوان لیا جائے گا۔

اگر کوئی شخص دوسرے کا سونا اور چاندی غصب کرکے زیور بنوالے تو یہ زیور اصل مالک کو واپس دیا جائے۔ قیمت نہیں دی جائے گی۔ اور زیور بنوانے میں جو صرفہ ہوا ہے وہ مجرا نہیں ملیگا۔

اگر کوئی شخص مالک کی اجازت کے بغیر اُس کی زمین پر عمارت بنالے یا درخت لگائے یا کسی اور طرح تصرف میں لائے تو ناجائز ہے۔ اور اُسے چاہیئے کہ زمین خالی کرکے مالک کو سپرد کردے۔ لیکن اگر مکان گرانے یا درخت اُکھاڑنے میں زمین خراب ہوتی ہے تو مالک زمین اُن کی قیمت ناجائز قبضہ کرنے والے کو ادا کرکے اپنی زمین پر اُسے باقی رکھ سکتا ہے عمارت اور درختوں کی وہ قیمت تجویز کی جائے گی جو گرانے اور اُکھاڑ دینے کے بعد ہوسکتی ہو۔ اور اُکھاڑنے کی اُجرت بھی اس قیمت سے منہا کردی جائے گی۔

بے اجازت مردہ کا دفن

اگر کسی شخص نے اپنے لئے قبر کھود رکھی ہو اور ایک شخص اجازت کے بغیر اُس میں اپنا مردہ دفن کردے تو اُس مردہ کا دفن کے بعد قبر سے نکالنا اور زمین کا اصلی حالت میں کردینا درست ہے۔ بشرطیکہ زمین اول قبر کھودنے والے کی ملکیت ہو۔ لیکن اگر زمین اُسکی ملکیت نہیں ہے بلکہ مباح یا موقوفہ ہے تو مردہ کو دفن کے بعد نہیں اُکھاڑیں گے۔ اور قبر کھودنے کی اُجرت ادا کردینگے۔

تین صورتوں میں اجازت کے بغیر دوسرے کا مال لینا جائز ہے۔ (۱) باپ اپنے بیٹے کا مال اُس کی اجازت کے بغیر لے سکتا ہے (۲) بیٹا اپنے باپ کا مال بقدر حاجت کھانے اور دوا کے لئے لے سکتا ہے۔ (۳) امین کو جائز ہے کہ امانت رکھنے والے کی اجازت بغیر اُسکے والدین کو کچھ دیدے۔ اِسی طرح اگر سفر میں کوئی شخص مرجائے تو رفقائے سفر کے لئے جائز ہے کہ اُس کا اسباب فروخت کرکے تجہیز وتکفین میں صرف کریں اور باقی ماندہ رقم اُسکے وارثوں کو پہنچادیں۔

حقوق عباد میں احتیاط

جہاں تک ممکن ہو اپنے آپ کو دوسرے کا مال لینے سے محفوظ رکھنا چاہیئے۔ کیونکہ انسان سے دو طرح کے گناہ سرزد ہوتے ہیں۔ ایک وہ جو خدا کی نافرمانی سے متعلق ہیں اور دوسرے وہ جو بندوں کی حق تلفی اور دل آزاری سے وابستہ ہیں۔ پس جو گناہ خدا کی نافرمانی سے متعلق ہیں اُن سے بہت زیادہ اہم وہ گناہ ہیں جو حقوق عباد سے تعلق رکھتے ہیں۔ خدا کریم و رحیم ہے اور اُسکی مہربانی سے گناہ گار بندوں کو بہت کچھ اُمید ہے لیکن حقوق عباد کا پامال کرنا نہایت خطرناک ہے۔ ایسے گناہوں میں صرف جناب الٰہی میں استغفار کافی نہیں بلکہ بندوں کو بھی جن کے حقوق برباد کئے ہیں خوش کرنا ضروری ہے۔ اگر مسلمان سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے سیدھے رستہ پر چلیں اور اپنے کسی بھائی کے مال یا حق پر ناجائز تصرف نہ کریں تو اُن کی زندگی کیسی پاک اور امن و سکون سے لبریز ہو سکتی ہے پھر نہ دُنیا میں فتنہ و فساد نہ بغض و عناد نظر آئے اور اُن کے دل عقبٰی کے عذاب سے خوفزدہ ہوں۔

---(مٹو)---

لاوارث اشیاء

لاوارث اشیاء کی حرمت رستہ میں میدان میں لوگوں کے اُٹھ جانے کے بعد کسی محفل میں۔ اپنے گھر میں یا کسی اور جگہ اگر کوئی چیز پڑی ہوئی ملے تو اُسے خود لے لینا حرام ہے۔ پڑی ہوئی چیز پانے والے کے پاس ایک امانت ہے۔ ایسی چیزوں کو صرف اس نظر سے اُٹھانا جائز ہے کہ وہ مالک کو تلاش کر کے دیدی جائیں گی۔

اگر کوئی چیز پڑی ہوئی نظر آئے اور اُسکو نہ اُٹھایا جائے تو کوئی گناہ نہیں ہے۔ لیکن اگر یہ اندیشہ ہو کہ پڑے رہنے سے اسے کوئی اور لے جائے گا۔ اُس چیز کو اُٹھا لینا اور مالک کو پہنچا دینا لازم ہے۔

لاوارث چیز اُٹھانے کے بعد کیا کرنا چاہیئے اگر تم نے کوئی پڑی ہوئی چیز اُٹھا لی تو اب مالک کو تلاش کر کے اُس چیز کو دیدینا تم پر واجب ہو گیا۔ اگر تم اُس چیز کو اپنے گھر رکھ لو گے یا جہاں سے اُٹھا لائے ہو وہاں ڈال دو گے اور مالک کو تلاش نہیں کرو گے تو گناہ ہو گا۔

اگر تم کسی مجمع میں کوئی چیز پڑی ہوئی پاؤ تو اُسے محفوظ کر کے بآواز بلند آواز دو اور دوسروں سے کہدو کہ ہم نے ایک چیز پائی ہے۔ اُس چیز کی پوری تفصیل بیان نہ کرو جس سے کوئی ناجائز مالک پیدا ہو جائے۔ اگر مجمع میں سے کوئی شخص اُسکی ملکیت کا اظہار کرے اور اُس چیز کا ٹھیک ٹھیک قابل اطمینان پتہ دے تو وہ چیز اُسے دیدو۔

اگر کوئی چیز رستہ میں پڑی ہوئی ملے اور کافی قیمت رکھتی ہو اور اعلان کی ہوئی صورت نہ ہو تو اخبارات کے ذریعہ سے مالک کی جستجو کرنی چاہیئے۔ کافی جستجو اور مشہور کرنے کے بعد

جب اس چیز کے مالک اور وارث کے ملنے سے مایوسی ہو جائے تو بہتر ہے کہ اُسے خیرات کر دے۔ اور اگر خود محتاج ہو تو اپنے استعمال میں رکھے۔ لیکن خیرات کرنے کے بعد اگر مالک کو پتہ چل گیا اس کی قیمت لے سکتا ہے۔ اور اگر وہ اس خیرات کو قبول کرے گا تو ثواب کا مستحق ہوگا۔

اگر پالو جانور یا چڑیاں۔ مثلاً کبوتر۔ طوطا۔ مینا۔ تمہارے گھر میں آجائے تو اُسے پکڑ کر اپنے گھر رکھنا حرام ہے اور واجب ہے کہ مالک کو تلاش کر کے اُنھیں سپرد کر دیا جائے۔

اگر تم کسی باغ سے گزر رہے ہو اور درخت کے نیچے کوئی آم یا امرود پڑا ہوا دیکھو تو مالک کی اجازت کے بغیر اُس کا اُٹھانا اور کھانا حرام ہے۔

کن لاوارث چیزوں کا لے لینا جائز ہے

کسی بے حقیقت اور کم قیمت چیز کو جس کے کھو جانے یا دوسرے کے استعمال میں آجانے سے مالک کو ناگواری نہ پیدا ہو۔ لے لینا اور استعمال میں لے آنا جائز ہے۔ بلکہ اپنی پرہیزگاری ظاہر کرنے کے لئے اُس کا اعلان کرنا اور لوگوں کو توجہ دلانا نامناسب ہے۔ خلیفہ ثانی حضرت عمرؓ کے عہد میں ایک شخص نے مسجد میں ایک کھجور پائی اور نمازیوں کے روبرو اس کا اعلان اور مالک کی جستجو کی حضرت عمرؓ نے اُس شخص کو سزا دلوائی اور اِس فعل کو ریاکاری اور پرہیزگاری کی نمائش پر مبنی قرار دیا۔

کِسی مکان یا جنگل میں اگر خزانہ ہے تو اُس کا بھی یہی حکم ہے کہ مالک کو تلاش کرے۔ اور جب مایوسی ہو تو خیرات کر دے۔ اور اگر خود غریب ہو تو اُس میں سے کچھ اپنے صرف میں بھی لائے۔

وارث نہ ملے تو کیا کیا جائے

اگر ایسی چیزیں پڑی ہوئی پاؤ جن کے خراب ہو جانے کا اندیشہ ہو مثلاً پھل اور کھانے پینے کی چیزیں تو مالک کی تلاش میں اتنا وقت صرف نہ کرو کہ وہ خراب ہو جائیں۔ بلکہ اُنہیں خیرات کر دو۔ اور خود

محتاج ہو تو اپنے صرف میں لے آوے۔

اگر پائی ہوئی چیز کا کوئی مالک پیدا ہو اور اس کا بیان قابلِ اطمینان نہ ہو تو اس سے دو ایسے گواہ طلب کرنے چاہئیں جو اسکی ملکیت کی گواہی دیں۔

تلف ہوجانے پر تاوان اگر پڑی ہوئی چیز کا اُٹھانے والا چیز کو اُٹھاتے وقت لوگوں کو گواہ کرلے کہ میں اسے حفاظت اور مالک کے پاس پہنچانے کے لئے اُٹھاتا ہوں تو اس چیز کے تلف ہوجانے پر تاوان لازم نہیں آئے گا۔ کیونکہ وہ امانت کے حکم میں ہے اور امانت کے تلف ہوجانے پر تاوان نہیں لیا جاتا۔ لیکن گواہ نہ کرنے کی حالت میں یا چیز اُٹھانے والے کے اقرار کرلینے پر کہ یہ چیز میں نے اپنے ذاتی استعمال کے لئے اُٹھائی تھی۔ تاوان دینا ضروری ہے۔

بعض چیزوں کو جن کے موجود رہنے سے نقصان کا اندیشہ ہو فروخت کردینے اور قیمت کو مالک کے لئے رکھ چھوڑنے کی بھی اجازت ہے۔



لاوارث بچّہ

لاوارث بچہ کا اٹھانا واجب ہے

بدکاری کے چھپانے یا افلاس یا کسی اور وجہ سے اگر کوئی بچہ کہیں پڑا ہوا ملے اور اُس کا کوئی وارث معلوم نہ ہوتا ہو تو اسے اُٹھا لینا ایک مسلمان کے لئے مناسب ہی، کیونکہ اس طریق عمل سے ایک انسانی جان کی حفاظت ہوتی ہے لیکن اگر اس کے تلف ہو جانے یا اسے نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو تو اُس کا اُٹھا لینا مناسب ہی نہیں بلکہ واجب ہے۔

اگر لاوارث بچہ کا راز کھل جائے

ایسے لاوارث بچہ کا مال کہیں ثابت ہو یا کسی کے ساتھ اُسکی قرابت ثبوت کو پہنچے تو اُسکی تمام کفالت اس مال سے ہوگی یا رشتہ دار کے ذمہ ہوگی۔ جو شخص کسی ایسے لاوارث بچہ کو اُٹھائے اُس سے بچہ کو جبرا لے لینا جائز نہیں، البتہ اگر اُٹھانے والا حفاظت کرنے کے ناقابل ہو تو اس سے بچہ کو لے سکتے ہیں۔

اگر بچہ کو کئی آدمیوں نے اُٹھایا ہو اور اُن میں سے کوئی مسلمان اور کوئی غیر مسلم ہو تو بچہ مسلمان کے سپرد کیا جائے گا۔

اگر کوئی شوہر والی عورت دعوےٰ کرے کہ یہ لاوارث بچہ مجھ سے تعلق رکھتا ہے اور شوہر یا دائی یا گواہ اس امر کی تصدیق کردیں تو اُس عورت کا دعوےٰ صحیح ہوگا۔ لیکن شوہر نے تصدیق نہ کی تو صحیح نہیں سمجھا جائے گا۔

لاوارث بچہ کا کیا مذہب قرار دیا جائے

لاوارث بچہ دار الاسلام میں پایا جائے تو مسلمان۔ اور دار الکفر میں پایا جائے

گا تو کافر سمجھا جائے گا۔

مسائل متفرقہ

لاوارث بچہ کے ساتھ اگر کچھ مال ہو یا وہ کسی جانور پر سوار ہو تو یہ مال اور یہ جانور اسی کی ملکیت قرار دیا جائے گا۔ لیکن حاکم وقت کی اجازت کے بغیر کوئی شخص لاوارث بچہ کا روپیہ اس کی ذات پر یا کسی اور مصرف میں صرف نہیں کر سکتا۔

لاوارث بچہ کے تربیت کنندہ کا فرض ہے کہ جو ہبہ یا خیرات اس کے نام پر کی گئی ہو اسکی بخوبی حفاظت کرے۔

لاوارث بچہ کے مربی کو اختیار ہے کہ اسے اپنے ساتھ رکھے۔ اور جہاں چاہے ساتھ لے جائے۔

اٹھانے والے کو لاوارث بچہ کے نکاح کا اور اس کی جانب سے ہبہ یا بیع کرنے کا حق حاصل نہیں۔

اگر کوئی شخص مجہول النسب ہو تو اس کے متعلق بھی لاوارث بچہ کے احکام نافذ کیے جائیںگے



گم شدہ کے متعلق احکام

اگر کوئی شخص سفر میں جاکر بے پتہ ہو جائے۔ یا گھر ہی سے اس طرح غائب ہو جائے کہ پھر اس کا کچھ سراغ نہ لگے اور اُس کی زندگی موت کی کوئی خبر نہ ملے تو ایسے گم شدہ شخص کو زندہ تصور کیا جائے گا۔ اگر اس کی بیوی موجود ہے تو اُسے کسی دوسرے شخص سے نکاح کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ اس کا مال وارثوں میں تقسیم نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ بدستور محفوظ رکھا جائے گا۔ اس کے جو حقوق یا قرض دوسروں پر ہیں وہ وصول کرکے اس کے لئے جمع کئے جائیں گے۔ البتہ جن چیزوں میں نقصان واقع ہونے کا اندیشہ ہو اُن کے بیچنے کی اجازت ہو اُس کا روپیہ اولاد اور ماں باپ اور بیوی پر خرچ کیا جائے گا۔

ایسے گم شدہ شخص کا انتظار اتنی مدت تک کیا جائیگا کہ اسکی عمر پوری نوے سال ہو جائے اور دوسروں سے پہنچے ہوئے وہ شے اتنے عرصہ تک موقوف رکھے جائیں گے۔ یہ مدت گذرنے کے بعد اسے مردہ قرار دیا جائے گا۔ اور اب اس کی بیوی کو اگر وہ اس قابل ہے عدت کا زمانہ بسر کرنے کے بعد نکاح ثانی کی اجازت ہے۔ اور گم شدہ مال بھی وارثوں میں تقسیم کیا جائیگا۔

حنفیوں کے نزدیک ایک گمشدہ شخص کی موت اُسوقت قرار دیجائے جب اُسکی عمر نوے سال کی سمجھ لی جائے اور یا اُسے جب مردہ قرار دیا جائے جب اُس کے ہم عمروں کی موتیں واقع ہونے لگیں کیونکہ نوے سال کی عمر کو بہت کم لوگ پہونچتے ہیں۔ اور اس کے بعد اسکی بیوی اور مال کے متعلق وہ تمام احکام جاری کرد ئے جائیں جو کسی شخص کی موت کے بعد جاری ہوتے ہیں لیکن حضرت امام مالکؒ کے نزدیک جب کسی شخص کی گم شدگی پر چار سال کا زمانہ گذر جائے تو اُسکی بیوی کو عدت کے دن پورے کر لینے کے بعد دوسرے نکاح کی اجازت ہے۔ امام مالکؒ کا یہ قول حضرت عمرؓ کے فیصلہ پر مبنی ہے۔ اور اس زمانہ میں عموماً حنفیوں میں بھی حضرت امام مالکؒ ہی کے فتوے پر عمل کیا جاتا ہے۔

حد بلوغ

مسائل اور معاملات میں اکثر ضرورت پیش آتی ہے کہ لڑکی اور لڑکے کے بلوغ کا صحیح علم حاصل کیا جائے۔ پس شریعت نے لڑکے کے بالغ ہونے کی جو حدیں مقرر کی ہیں وہ یہ ہیں کہ لڑکے کو احتلام ہو یعنی عالم خواب میں مادہ تولید کا اخراج ہو یا اُسے انزال ہوتا ہو یا اُس کی مباشرت سے عورت حاملہ ہو جائے۔ اصل یہ ہے کہ اصل شناخت انزال ہے۔ کیونکہ اسکے بغیر نہ احتلام ہو سکتا ہے اور نہ حمل قرار پاسکتا ہے۔ پس جس عمر میں انزال ہونے لگے وہ بلوغ کی عمر ہے۔

لڑکیوں کا بلوغ احتلام حیض اور حمل سے ثبوت کو پہنچتا ہے۔

موئے زیر ناف پیدا ہونے۔ سینہ کا اُبھرنا۔ نڈلیوں۔ موچھوں اور بغل میں بال نکلنا آواز کا بھاری ہونا۔ لڑکیوں اور لڑکوں کے بلوغ کے متعلق قطعی طور پر معتبر نہیں ہے۔

لڑکیوں اور لڑکوں کے بلوغ کے لئے جو علامات مقرر کی گئی ہیں۔ اگر ان میں سے کوئی بھی نہ پیدا ہو تو بلوغ کی مدت لڑکے کے لئے کم سے کم بارہ سال اور زیادہ سے زیادہ پندرہ سال۔ اور لڑکی کے لئے کم سے کم نو سال اور زیادہ سے زیادہ پندرہ سال تسلیم کی جائے گی۔

اگر لڑکا اور لڑکی دونوں بلوغ کے قریب ہوں اور وہ خود اس بات کا اقبال کریں کہ ہم بالغ ہو گئے ہیں تو اُن کا قول معتبر سمجھا جائے گا۔ بشرطیکہ آثار ظاہری اُن کو جھوٹا نہ قرار دیتے ہوں۔ مثلاً لڑکے کی عمر بارہ سال سے اور لڑکی کی عمر نو سال سے کم ہو۔ ایسی حالت میں ان کا بیان معتبر نہ ہوگا۔

تفصیلاتِ ہبہ

ہبہ کی تعریف ہبہ کے اصلی معنی ہیں فضیلت حاصل کرنا۔ دینا۔ بخشنا۔ شرعی اصطلاح میں ہبہ اُسے کہتے ہیں کہ کسی کو کوئی چیز بلامعاوضہ اپنی خوشی سے دیجائے۔

ہبہ کا مستحب ہونا ہبہ کا جائز بلکہ پسندیدہ اور مستحب ہونا احادیث سے ثابت ہے۔ سرورِ عالم کا ارشاد ہے کہ آپس میں ایک دوسرے کو ہدیہ دو تاکہ محبت زیادہ ہو۔ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ ایک دوسرے کو ہدیہ بھیجو کیونکہ اس سے کینے دور ہوتے ہیں۔

ہبہ کی تکمیل کیونکر ہوتی ہے ہبہ ایجاب وقبول سے قایم ہوتی ہے۔ اور جس کو کوئی چیز دی جائے اُس کے قبضہ لینے سے مکمل ہوجاتا ہے مثلاً تم نے کسی سے کہا کہ میں یہ باغ یا یہ مکان یا کوئی اور چیز تم کو دیتا ہوں اور اُس نے کہا مجکو منظور ہے تو ہبہ قایم ہوگیا۔ لیکن صرف ایجاب وقبول سے ہبہ کرنے والے کی ملکیت زائل نہیں ہوتی۔ البتہ جب وہ شخص جس کے لئے ہبہ کیا گیا ہے ہبہ کی ہوئی چیز پر قابض ہوجائیگا تو تمہاری ملکیت زائل اور ہبہ کی تکمیل ہوجائے گی۔

اگر تم کسی کو کوئی چیز دیدو اور وہ لے لے اور زبان سے نہ تم کچھ کہو نہ وہ کچھ کہے تو بھی ہبہ ہوجائے گا۔ کیونکہ ہبہ میں اصل چیز قبضہ ہے۔

اگر ہبہ کی ہوئی چیز پہلے ہی سے کسی قبضہ میں ہو تو محض ہبہ کی ایجاب وقبول سے معاملہ کی تکمیل ہوجائے گی۔

اگر تم ہبہ کی نیت سے کوئی چیز کسی کے سامنے رکھدو تو بھی ہبہ کی تکمیل ہوجائیگی۔ خواہ وہ اُسے نہ اُٹھائے۔

اگر کسی کو کچھ کپڑے دئے۔ اور وہ ایک صندوق میں بند ہیں تو جب تک اُس صندوق کی کنجی نہیں دی جائے گی اُس وقت تک ہبہ نہیں ہوگا۔

اگر کسی کو کوئی برتن دینا ہو یا کوئی اور ظرف اُسے خالی کرکے دینا چاہیے۔ مثلاً تم نے کسی کو ایک بوتل دی اور اس بوتل میں کوئی عرق یا تیل بھرا ہوا ہے۔ اور وہ عرق یا تیل تم نے نہیں دیا۔ تو اُس وقت تک ہبہ نہ ہوگا جب تک بوتل خالی نہ کرلو۔ اسی طرح اگر مکان دیا تو جب تک اپنا کل اسباب نہ نکال لو اور خود بھی نہ نکل جاؤ اُس وقت تک ہبہ کی تکمیل نہیں ہوگی۔

اگر تم نے کسی چیز کا کوئی جزو ہبہ کیا تو اگر وہ چیز خراب ہوئے بغیر تقسیم ہوسکتی ہے تو تقسیم کرکے ہبہ کرنی چاہیے۔ اور اگر تقسیم سے اس چیز میں نقص پیدا ہوتا ہے تو ضرورتاً نہیں وہ مشترکہ طور پر استعمال میں رہیگی۔ مثلاً تم نے نصف لوٹا ہبہ کیا۔ اب اگر لوٹا توڑا جائے گا تو ناقص ہوجائے گا۔ اس لئے ہبہ کے بعد لوٹا تمہارے اور دوسرے شخص کے درمیان مشترک رہیگا۔ لیکن اگر تم نے کپڑے کا نصف تھان ہبہ کیا تو ہبہ کی تکمیل کے لئے ضروری ہے کہ نصف تھان علیحدہ کرکے دیدو۔

زمین۔ گھر۔ کپڑا۔ اناج۔ دودھ دہی۔ جلانے کی لکڑی وغیرہ۔ اشیاء تقسیم کئے بغیر ہبہ نہیں کی جاسکتیں۔ اگر کسی برتن میں گھی بھرا ہوا ہے اور اُس میں سے آدھا گھی تم نے ہبہ کیا۔ تو اگر وہ شخص جس کے لئے ہبہ کیا ہے برتن پر قبضہ بھی کرلے تو ہبہ درست نہیں جب تک تم آدھا گھی اُسے علیحدہ کرکے نہ دیدو۔

ہبہ کی ناجائز صورتیں

اگر تم کسی شے یا جائداد کے مشترکہ مالک ہو تو جب تک اپنا حصہ علیحدہ تقسیم نہ کرالو اُس وقت تک ہبہ نہیں کرسکتے۔

کچھ پیسے یا ایک روپیہ دو شخصوں کو یہ کہکر ہبہ کرنا کہ تم آدھا آدھا لیلو جائز نہیں۔ بلکہ خود ہی تقسیم کرکے علیحدہ علیحدہ ہبہ کرنا چاہیے۔

وہ اُون جو ابھی جانور کے بدن پر ہو اور اُن پھلوں کا جو ابھی درخت میں لگے ہوں اور اُس دودھ کا جو ابھی تھنوں میں ہو ہبہ جائز نہیں جب تک پھل توڑ نہ لئے جائیں اور دودھ دوہ نہ لیا جائے۔

وہ آٹا جو ابھی گیہوں میں ہو۔ اور وہ تیل جو ابھی تلوں میں ہے۔ اور وہ گھی جو ابھی دودھ میں ہے۔ اگر ہبہ کیا جائے تو جائز نہیں۔ اِس لئے کہ ہبہ کے وقت اُس چیز کی موجودگی ضروری ہے جس کو ہبہ کیا جائے۔

اگر جانور کے پیٹ میں بچہ ہو تو پیدا ہونے سے پہلے اُس کا دیدینا جائز نہیں۔ اگر اُس وقت یہ ہبہ کیا جب بچہ جانور کے پیٹ میں تھا۔ اور جس کے لئے ہبہ کیا ہے اُس نے بچہ پیدا ہونے کے بعد قبضہ کر لیا تو بھی جائز نہیں۔ بلکہ پیدائش کے بعد ہبہ کرنا چاہیئے۔

اگر کوئی شخص گائے یا بکری ہبہ کرے اور یہ کہے کہ اس جانور کے پیٹ میں جو بچہ ہے اُسے میں ہبہ نہیں کرتا تو جائز نہیں۔ بلکہ وہ جانور اور بچہ دونوں اُس شخص کی ملکیت ہو جائیں گے جسکو ہبہ کیا گیا ہے۔

اگر نابالغ لڑکا یا لڑکی اپنی کوئی چیز ہبہ کر دے تو ناجائز ہے۔ اور دوسرے کو اُس سے لینا بھی ناجائز ہے۔

اگر باپ اپنی تندرستی کی حالت میں اپنا تمام مال صرف ایک بیٹے کو ہبہ کر دے۔ اور دوسروں کو بالکل محروم کر دے تو جائز ہے۔ لیکن باپ گنہگار ہوگا۔

ہبہ کی شرائط

ہبہ کے متعلق ضروری ہے کہ ہبہ کرنے والا عاقل ہو۔ بالغ ہو۔ (یعنی غلام نہو) جس چیز کو ہبہ کیا جائے وہ ہبہ کے وقت موجود ہو۔ جس چیز کو ہبہ کیا جائے وہ ہبہ کرنے والے کی ذاتی جائداد ہو۔ مشترک نہ ہو۔ جس کے لئے ہبہ کیا جائے وہ اسکو قبول کرلے اور وہ اس پر قابض ہو جائے۔

ہبہ کو متعلق رکھنا کسی شرط پر یا زمانہ آیندہ پر صحیح نہیں۔

ہبہ اور عاریت کا فرق

ہبہ اور عاریت میں یہ فرق ہو کہ ہبہ میں کسی چیز کا مالک بنا دیا جاتا ہے۔ اور عاریت میں صرف اُس سے فائدہ اُٹھانے کا موقع دیا جاتا ہو۔

کم سن بچّوں کو جو مال ہبہ کیا جائے اُس کا صرف کرنا والدین کو جائز ہے بشرطیکہ وہ مخلص ہوں۔

ہبہ کے لطیف امتیازات

اگر ایک شخص نے چند آدمیوں کی دعوت کی اور ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ خوان پر بٹھایا تو کسی خوان والے کیلئے یہ جائز نہیں کہ اپنے خوان میں سے دوسرے کو کچھ کھانا دے یا کسی فقیر یا نوکر کو اس میں سے کچھ دے۔ یا میزبان کے مکان کی بلّی کے سوا کسی اور مکان کی بلی کو کوئی نوالا دے۔

اگر ایک شخص نے دوسرے کو خط لکھا اور یہ لکھا کہ اسکی پشت پر جواب لکھ دو تو مکتوب الیہ کے لئے ضروری ہے کہ اُس خط کو واپس کردے۔ البتہ اگر اسی کاغذ پر کاتب نے جواب طلب نہیں کیا ہے تو مکتوب الیہ اس خط کا مالک ہو جائے گا۔

اگر عورت اپنا مہر اس شرط پر معاف کردے کہ شوہر اُس پر ظلم کرنا چھوڑ دے یا اُسے حج کرا لائے۔ اور اگر شوہر نے یہ شرط پوری نہ کی تو مہر بدستور اپنی حالت پر باقی رہیگا۔

ہبہ کی ہوئی چیز کی واپسی

ہبہ کرکے ہبہ کی ہوئی چیز کو واپس لینا اچھا نہیں۔ سرورِ عالم نے فرمایا ہے کہ ہبہ کو پھیرنے والے کی یہ حالت ہو جیسے کتا قے کرکے اُس کو چاٹتا ہے۔ اِس لئے جہاں تک ممکن ہو ہبہ کے بعد ہبہ کی ہوئی چیز کو واپس نہیں لینا چاہیئے۔ ہبہ کی واپسی اگرچہ مکروہ ہے۔ لیکن جائز ہے۔ البتہ ذیل کی صورتوں میں ہبہ کو واپس فسخ نہیں کیا جا سکتا۔

(۱) اگر ہبہ کی ہوئی چیز میں ایسا اضافہ ہو جائے جو ناقابل علیحدگی ہو۔ جیسے ایک شخص نے خالی زمین ہبہ کی اور اس کے بعد جس کے لئے ہبہ کی اُس نے عمارت بنائی درخت لگائے تو اب زمین کو واپس نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ اگر زمین بہت طویل اور عریض ہو تو اس قطعہ کو

چھوڑ کر جس میں عمارت بنی ہوئی ہے باقی زمین کو واپس لیا جا سکتا ہے۔

(۲) ہبہ کرنے والا یا جس کے لئے ہبہ کیا گیا ہو وہ مر جائے تو واپسی کا اختیار باقی نہیں رہتا۔

(۳) اگر ہبہ کا معاوضہ دیدیا جائے۔ مثلاً جس شخص کے لئے ہبہ کیا گیا ہے وہ یہ کہے کہ لو یہ تمہارے ہبہ کا معاوضہ ہے۔ اور اس معاوضہ پر ہبہ کنندہ قابض بھی ہو جائے۔ یا جس کے لئے ہبہ کیا گیا ہے اس کی طرف سے کوئی اور معاوضہ ادا کر دے تو ہبہ کی واپسی کا اختیار نہیں رہتا۔ کیونکہ اس طرح کا ہبہ درحقیقت بیع کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ لیکن اگر معاملہ کی صراحت نہ کی جائے اور ہبہ کنندہ کو یہ نہ بتایا جائے کہ جو چیز اُسے دی گئی ہے وہ ہبہ کا معاوضہ ہے تو دونوں شخصوں کو اپنی اپنی چیز کی واپسی کا اختیار ہے۔

(۴) اس صورت میں بھی ہبہ کی واپسی نہیں ہو سکتی کہ ہبہ شدہ چیز اس شخص کی ملکیت سے خارج ہو جائے جس کے لئے اُسے ہبہ کیا گیا ہے۔ مثلاً اُسے فروخت کر ڈالے یا کسی اور کو ہبہ کر دے۔ البتہ اگر اُس نے نصف شے فروخت کی ہے تو باقی نصف کو پھیرا جا سکتا ہے۔ اور اسی طرح اگر وہ اپنا ہبہ واپس کرلے تو پھر پہلا ہبہ کنندہ بھی اپنا ہبہ واپس لے سکتا ہے۔

(۵) اگر ہبہ کے وقت ہبہ کرنے والے میں اور اُس شخص میں جس کے لئے ہبہ کیا جائے میاں بیوی کا رشتہ ہو تو ہبہ کی واپسی نہیں ہو سکتی۔ مثلاً بیوی شوہر کو یا شوہر بیوی کو حالت زوجیت میں کوئی چیز ہبہ کر دے اسکی واپسی نہیں ہو سکتی۔ لیکن اگر کسی عورت کو کوئی چیز ہبہ کی اور اُس کے بعد اُس سے نکاح کر لیا تو واپسی جائز ہے۔ اگر بیوی کو کوئی چیز ہبہ کی اور پھر اُسے طلاق دیدی تو ہبہ کی واپسی جائز نہیں۔ اور یہی حالت اُس ہبہ کی ہے جو بیوی کی طرف سے شوہر کو ہو۔

(۶) اگر ہبہ کرنے والے اور اس شخص میں جس کے لئے ہبہ کیا گیا ہے محرمیت کی رشتہ داری ہو۔ یعنی ایسی رشتہ داری ہو کہ جس سے نکاح حرام قرار پائے تو واپسی ناجائز ہے۔ لیکن

ایسی رشتہ داریوں میں واپسی جائز ہے جن میں محرمیت نہ ہو۔ مثلاً چچا۔ ماموں یا خالہ کی کی اولاد۔

(۷) اگر ہبہ کی ہوئی چیز یا اُس کا منافع تلف ہوجائے تو واپسی جائز نہیں۔

ہبہ کی واپسی کے لئے ہبہ کرنے والے اور اس شخص کی جس کے لئے ہبہ کیا گیا ہو رضامندی اور حاکم کی اجازت ضروری ہے۔ اِس لئے ہبہ کی واپسی میں مجتہدین کا اختلاف ہو۔

چونکہ معاوضہ دئے جانے کی حالت میں ہبہ بیع کی صورت اختیار کرلیتا ہے۔ اِس لئے اگر ہبہ شدہ جائداد قابلِ شفعہ ہو تو شفعہ جائز ہے۔

تقریبوں کے نیوتے

بچوں کی مختلف تقریبوں میں احباب واعزہ کی طرف سے نیوتہ دیا جاتا ہے۔ یہ نیوتہ اگرچہ بچوں کی تقریب میں ہوتا ہو لیکن دراصل بچوں کے والدین کو دیا جاتا ہے۔ پس ایسی رقوم کا صرف کرنا ماں باپ کو جائز ہو۔ لیکن جو روپیہ یا چیز خصوصیت کے ساتھ بچے ہی کو دی جائے اُسے والدین اپنے تصرف میں نہیں لا سکتے۔ اگر بچہ سمجھدار ہے تو وہ خود اس پر قبضہ کرلے اور اگر ناسمجھ ہے تو اُس رقم کو والدین بطور امانت اپنے پاس رکھیں۔ یہ رقم اُسی بچے پر جسے وہ ہبہ کی گئی ہے خرچ کرنی چاہیئے۔ اور دوسری اولاد پر خرچ نہیں ہونی چاہیئے۔ اسی طرح اگر والدین کسی بچہ کو کوئی چیز دیں مثلاً لڑکے کے لئے کپڑے بنوائیں یا لڑکی کے لئے زیور بنوائیں تو وہ اُسی کی ملکیت ہو۔ ایسا نہیں چاہیئے کہ ایک لڑکی کا زیور دوسری لڑکی کو دیدیا جائے۔ خواہ اُسکی شادی ہی کیوں نہ ہوجائے۔ البتہ اگر زیور یا کپڑا دیتے وقت یہ کہدیا جائے کہ یہ چیزیں ہم بطور عاریت دیتے ہیں اور جب چاہیں گے لے لیں گے تو اُن چیزوں کو واپس لے لینا یا دوسرے بچوں کو دیدینا جائز ہے۔

نابالغ بچوں کیلئے ہبہ

جو رقم یا چیز بچوں کو ہبہ کی جائے اور بچے اُس پر قبضہ کرنے کے قابل نہ ہوں تو سب سے پہلے باپ اور پھر دادا

اور یہ دونوں نہ ہوں تو وہ شخص جس کی سپردگی میں بچہ پرورش پا رہا ہو قبضہ کرنیکا مستحق ہے۔ باپ دادا کی موجودگی میں ماں نانی یا دادی کا قبضہ کرنا جائز نہیں۔

باپ یا دادا بچے کو کوئی چیز دینا چاہے تو اتنا کہدینا کافی ہے کہ میں نے یہ چیز اُسے دیدی۔ اگر باپ دادا نہ ہوں تو ماں یا بھائی بچے کو کچھ دینا چاہیں اور خواہ وہ بچہ اُن کے زیر پرورش ہو تو صرف زبان سے کہدینا کافی ہے۔ کسی کے قبضہ کی ضرورت نہیں ہے۔

والدین کو چاہیئے کہ سب بچوں کو کوئی چیز یا مال برابر تقسیم کریں۔



وصیّت

وصیّت کی تعریف کسی شخص کا یہ کہنا کہ میرے مرنے کے بعد اس قدر روپیہ فلاں شخص کو دے دینا یا اس قدر روپیہ فلاں کام میں صرف کرنا وصیت کہلاتا ہے۔ وصیت کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ مرتے وقت ہی کی جائے۔ تندرستی اور مرض دونوں حالتوں میں جائز ہے۔ اگر حالت مرض میں وصیت کی اور پھر بیمار تندرست ہو گیا تو کچھ حرج نہیں۔ اور اگر وہ مرض مرض الموت ثابت ہو تو مرنے کے بعد موصی (وصیت کرنے والے) کی وصیت پر عملدرآمد ہوگا۔ اصطلاح شرع میں تملیک بعد الموت یعنی مرنے کے بعد کسی شخص کو کسی چیز پر قابض کر دینے کا نام وصیت ہے۔ صرف ایجاب سے وصیت کی تکمیل ہو جاتی ہے یعنی وصیت کرنے والے کا صرف یہ کہہ دینا کہ میں نے اس چیز کی وصیت کی بالکل کافی ہے۔ لیکن وصیت کے لئے شرائط ذیل ضروری ہیں۔

وصیّت کی شرائط (۱) وصیت کرنے والا جس چیز کی وصیت کرے اُس کا مالک ہو اور ایسا مالک ہو کہ اُس چیز کو دوسرے کی ملکیت بنا سکتا ہو۔

(۲) جس چیز کی وصیت کی جائے وہ وصیت کرنے والے کی کامل ملکیت و تصرف میں ہو کسی قرض میں مکفول و مستغرق نہ ہو۔

(۳) وصیت کے وقت وہ شخص جس کے لئے وصیت کی گئی ہے زندہ ہو۔

(۴) جس وقت وصیت کی جائے اُس وقت وہ شخص جس کے لئے وصیت کی گئی ہے۔ وصیت کرنے والے کا وارث نہ ہو۔

(۵) جس شخص کے لئے وصیت کی جائے وہ وصیت کرنے والے کا قاتل نہ ہو۔

(۶) وصیت کرنے والے کے مرنے کے بعد وہ مال یا جائداد جس کی وصیت کی گئی ہے۔

اِس حالت میں ہو کہ وہ ملکیت اور تصرف میں آ سکے۔

(۷) جس چیز کی وصیت کی جائے وہ مجہول نہ ہو بلکہ تشریح کے ساتھ بیان کر دی جائے اور اچھی طرح معلوم ہو۔

(۸) جس قدر جائداد یا مال کی وصیت کی جائے وہ کل مال اور کل جائداد کا ایک تہائی ہو۔ ایک تہائی سے زیادہ نہ ہو۔

اگر یہ تمام شرطیں پائی جائیں تو وصیت صحیح اور مکمل ہوگی۔ لیکن مختلف حالات کے لحاظ سے وصیت مباح و مکروہ بھی ہوتی ہے۔ مثلاً امانت اور قرض کی ادائگی کے لئے وصیت واجب ہے۔ نماز اور روزہ وغیرہ کے فدیہ اور کفارے کے مستحب ہے۔ اعزہ و اقربا کے لئے جو محتاج ومفلس ہوں اور ترکہ انھیں نہ پہنچتا ہو وصیت کرنا مستحب ہے۔ فاسق وفاجر اشخاص کے لئے وصیت کرنا مکروہ ہے۔

وصیت کی تعمیل مرنے کے بعد مرنے والے کے مال میں سے تجہیز و تکفین کا سامان کریں اور اس کے بعد جو کچھ بچے اُسے قرض میں دینا چاہیئے۔ اگر قرض اتنا زیادہ ہو کہ تمام ترکہ صرف ہو جائے اور وارثوں کے لئے کچھ باقی نہ رہے تو مضائقہ نہیں کیونکہ قرض کا ادا کرنا ضروری ہے۔ اگر مرنے والے کی وصیت نہ ہو تو بھی سب سے پہلے قرض ادا کیا جائے گا۔

تجہیز و تکفین اور ادائے قرض کے بعد کچھ باقی بچے تو دیکھو کہ مرنے والے نے کوئی وصیت تو نہیں کی ہے اگر وصیت کی ہے اور اُس کی مقدار باقی ماندہ مال کی ایک تہائی تک پہنچتی ہے تو اُسے پورا کیا جائے گا اور دو تہائیاں ورثا پر تقسیم ہوں گی۔ لیکن اگر وصیت کی مقدار تہائی سے زیادہ ہے تو اُسے وارثوں کی مرضی کے بغیر پورا نہیں کیا جا سکتا۔ صرف ایک تہائی مال وصیت پر خرچ کیا جائے گا۔ اور اس کے بعد اگر وصیت باقی یا غیر مکمل رہتی ہے تو اُس کی پروا نہیں کی جائے گی۔ اگر وارث خوشی سے اپنا اپنا حصّہ معاف کر دیں اور رضامند ہوں

تو ایک تہائی سے زیادہ رقم بھی وصیت پر خرچ کی جائے گی۔ لیکن نابالغ ورثار کی رضامندی کا اعتبار نہیں۔ اور اُن کا حِصّہ صرف میں نہیں لانا چاہیئے۔

کس کیلئے وصیّت جائز نہیں

جن اعزہ کو میراث کا مال ملنے والا ہو مثلاً والدین۔ اولاد۔ شوہر وغیرہ تو جیسا کہ اوپر لکھا گیا ہے اُن کے لئے وصیت کرنا جائز نہیں ہے۔ وصیت صرف اُن رشتہ داروں کے لئے ہے جو وارث نہیں ہو سکتے۔ اور غیر اشخاص کے لئے جائز ہے۔

کتنے مال کی وصیّت کرنی چاہیئے

وصیت کرنے والے کو چاہیئے کہ جہانتک ممکن ہو تہائی مال سے کم کی وصیت کرے بلکہ ہو سکے تو وصیت ہی نہ کرے تاکہ ورثاورثہ سے محروم نہ ہوں۔ البتہ نماز روزہ کے فدیہ کی وصیتیں ضروری ہیں۔

اگر کسی شخص کا کوئی وارث نہ ہو تو اُسے اپنے تمام مال کے متعلق وصیت کر دینا بھی جائز ہے۔ لیکن اگر بیوی موجود ہو تو چونکہ اُسے مال متروکہ کا ایک چوتھائی حِصّہ پہنچتا ہے اِس لئے باقی تین چوتھائی کی وصیت کرنی چاہیئے۔ اِسی طرح شوہر والی عورت اپنے نصف مال کی وصیت کر سکتی ہے۔

اگر کوئی شخص وصیت کرے کہ میرے ترکہ میں سے پانچسو روپے خیرات کئے جائیں تو اُسکی وفات کے بعد کل ترکہ کا حساب لگایا جائے۔ اگر تجہیز و تکفین اور ادائے قرض کے بعد پندرہ سو روپے بچتے ہوں تو ایک تہائی خیرات کر دینا چاہیئے۔ لیکن اگر پانچسو کی رقم ایک تہائی سے زیادہ ہوتی ہے تو وارثوں کی اجازت اور خوشی کے بغیر صرف نہیں کیجاسکتی اور صرف ایک تہائی رقم خیرات کی جائے گی۔

نابالغ کی وصیت

نابالغ کی وصیت قابلِ اعتبار نہیں اور اُس پر عمل کرنا ضروری نہیں۔

ممنوعات شرعی کی وصیت

اگر کوئی شخص ایسی باتوں کی وصیت کرے جو شرعًا جائز نہ ہوں تو وہ وصیت نہ صرف ناجائز ہوگی بلکہ اُس پر عمل کرنا گناہ ہی۔ مثلًا کوئی شخص یہ وصیت کرے کہ میری قبر پختہ بنانا۔ قبر پر گنبد بنانا۔ قبر پر ایک حافظ بٹھانا۔ تو یہ باتیں شرعًا ناجائز ہونے کی وجہ سے نہ صرف ناقابلِ وصیت ہیں بلکہ اُن کی تعمیل گناہ ہے۔ اِسی طرح اگر کوئی وصیت کرے کہ میرے جنازہ کی نماز فلاں شخص پڑھائے یا مجھے فلاں جگہ دفن کرنا تو اِس وصیت کی تعمیل بھی ضروری نہیں۔

وصیت کرنے کے بعد اُسے توڑ دینا جائز ہے۔ چنانچہ یہ کہدینے سے کہ اب مجھے ایسا منظور نہیں ہے وصیت باطل ہو جائے گی۔

مسائل متفرقہ

مسلمان کی وصیت ذمی کے لئے اور ذمی کی وصیت مسلمان کے لئے جائز ہے۔

اگر دیگر ورثار رضامند ہوں تو وارث کے لئے بھی وصیت جائز ہو سکتی ہے۔ اگر بعض رضامند ہوں اور بعض رضامند نہ ہوں تو جس قدر رضامند ہوں گے اُن کے حصّہ کے بقدر وصیت جائز ہو گی۔

اگر بچہ حالتِ حمل میں ہو تو اُس کے لئے وصیت جائز ہے۔ بشرطیکہ بچہ وصیت کے بعد چھ ماہ سے کم مدّت میں پیدا ہوا ہو۔

گونگے کی وصیت اشارے سے جائز ہے بشرطیکہ وہ عرصہ سے گونگا ہو اور اُس کے اشارات سمجھ میں آتے ہوں۔

وصیت کرنے والے کی موت سے پہلے نہ وصیت کو قبول کیا جا سکتا ہے اور نہ رد۔

اگر مریض اپنا مال ہبہ کرے تو یہ دیکھنا چاہیئے کہ وہ کب سے بیمار ہے۔ اگر اُس کے مرض پر ایک سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہو اور موت کا خوف نہ ہو تو ہر حالت میں ہبہ جائز ہے۔ اور اگر موت کا خوف ہو تو ہبہ اُس صورت میں جائز ہو سکتا ہے کہ اُس کی مقدار

کل مال مریض کے ایک تہائی سے زیادہ نہ ہو۔

اگر مریض نے کئی وصیتیں کی ہوں تو پہلے وہ وصیت پوری کی جائے گی جو واجب ہو اور اُس کے بعد مستحب وغیرہ اور اگر سب ایک ہی سی ہوں تو اُس وصیت کو مقدم کیا جائیگا جسے وصیت کرنے والے نے مقدم کیا ہے۔

اگر مال وصیت تلف ہو جائے تو وصیت باطل ہو جاتی ہے۔

اگر وصیت کے بعد وصیت کرنے والا دیوانہ ہو جائے اور چھ ماہ سے زیادہ عرصہ تک دیوانہ رہے تو وصیت باطل ہو جائے گی۔

جس کے لئے وصیت کی گئی ہے اگر وہ وصیت کرنے والے سے پہلے مر جائے تو وصیت باطل ہو جائے گی۔

مال وصیت تقسیم سے پہلے امانت کا حکم رکھتا ہے۔ اِس لئے تلف ہو جانے پر تاوان لازم نہیں آتا۔

مال وصیت سے وہ مال مراد نہیں جو وصیت کے وقت موجود ہو بلکہ وہ مال مراد ہے جو وصیت کرنے والے کی موت کے وقت موجود ہو۔

اگر وصیت کرنے والا دو شخصوں کے متعلق وصیت کرنے کے بعد ایک اور شخص کو شریک کر دے تو تینوں کو مساوی حصّہ ملیگا۔

اگر کوئی شخص اقربا کے لئے وصیت کرے تو یہ باتیں قابلِ لحاظ ہیں (۱) وصیت دو یا دو سے زیادہ رشتہ داروں کے لئے ہونی چاہیئے (۲) جن لوگوں کے لئے وصیت کی جائے وہ فی الحقیقت وصیت کرنے والے کے قرابت دار ہوں۔ (۳) جن لوگوں کیلئے وصیت کی جائے وہ وصیت کرنے والے کے وارث نہ ہوں۔ رشتہ داروں کی وصیت میں مرد اور عورت برابر کے حصہ دار سمجھے جائیں گے۔

اگر کوئی شخص وصیت کرے کہ میرے مکان یا دوکان کا کرایہ یا اراضی وغیرہ کی

آمدنی اتنے عرصہ تک فلاں شخص کو دی جائے یا فلاں کام میں صرف کی جائے تو جائز ہے۔

وصیت کرنے والا جس شخص کو تعمیل وصیت کے لئے معین کرے اُسے اصطلاح شرعی میں وصی کہتے ہیں۔ وصی اپنے عہدے کو قبول کر لینے سے پورا ذمہ دار بن جاتا ہے اب اگر وہ وصیت کرنے والے کے بعد اپنے وصی ہونے سے انکار کرے تو جائز نہ ہوگا۔ البتہ اگر وہ اپنے آپکو فرائض کے ناقابل قرار پائے تو حاکم اُسے معزول کر سکتا ہے۔

وصیت کرنے والا ایک سے زیادہ وصی بھی مقرر کر سکتا ہے۔ اگر دو شخص وصی ہوں تو اُنھیں تمام معاملات میں متفقہ رائے سے کام کرنا ہوگا۔ لیکن بعض کام ایک وصی تنہا بھی انجام دے سکتا ہے۔ مثلاً میت کی تجہیز و تکفین اُس کے قرض کا وصول کرنا وغیرہ۔

جس طرح وصیت کرنے والے کے لئے یہ جائز نہیں کہ ایک تہائی سے زیادہ مال کی وصیت کرے اُسی طرح مرض الموت میں ایک تہائی سے زیادہ خرچ کرنا بھی درست نہیں اور اس حکم کا مدعا یہ ہے کہ وارثوں اور پسماندوں کی حق تلفی نہ ہو اور وہ اپنے مورث کی وفات کے بعد پہلے ہی دن سے افلاس و تہیدستی کی مصیبت میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک صحابی نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہ میرے پاس اللہ کا دیا بہت کچھ ہے اور ایک بیٹے کے سوا کوئی وارث نہیں۔ اگر حکم ہو تو میں دو تہائی خیرات کردوں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ نہیں پھر اُنھوں نے پوچھا کہ نصف خیرات کروں؟" آپ نے فرمایا کہ نہیں۔ پھر اُنھوں نے عرض کیا کہ اچھا حکم ہو تو ایک تہائی خیرات کرکے باقی بیٹے کے لئے چھوڑ جاؤں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ بس تہائی کافی ہے۔ کیونکہ اگر تم اپنے وارثوں کو بے فکر و بے نیاز چھوڑ جاؤ تو یہ اس سے کہیں بہتر ہے کہ وہ مفلس ہوں اور لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلاتے پھریں۔

وارثوں کے حقوق

وارثوں کا حق اتنا زیادہ ہے کہ مرض الموت میں شدید ضروریات غذا و دوا کے سوا کوئی خرچ جتنے کہ ایسی اتنی

خیرات بھی نہیں کرنی چاہیئے جو تہائی مال سے بڑھ جائے اور وارثوں کی حق تلفی ہو۔

لوگوں کو چاہیئے کہ جب کوئی وفات پائے تو اُس کا متروکہ صدقہ و خیرات میں ہرگز صرف نہ کریں کیونکہ اُس نے جو کچھ چھوڑا وہ مرنے کے بعد اُس کا مال نہیں رہا بلکہ وارث اُس کے مالک ہیں۔ پس اُس کے صرف کرنے کے یہ معنی ہیں کہ کسی اور کا مال بے اجازت اُٹھا کر کوئی مردہ کے نام پر خیرات کردے۔ اب ظاہر ہے کہ ایسی خیرات ثواب کی جگہ عذاب کا باعث ہوگی۔ اگر مرنے والے کے وارث نابالغ ہوں تو اور بھی زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے۔ اور جیسا کہ عام طور پر دستور ہے مردہ کے استعمالی کپڑے وغیرہ بھی خیرات نہیں کرنے چاہئیں۔ کیونکہ اُس نے جو کچھ چھوڑا ہے وہ وارثوں کی ملکیت ہوا اور اگر وارث نابالغ ہیں تو اُن کی اجازت معتبر نہیں ہے۔ البتہ اگر مرنے والے نے ان چیزوں کے خیرات کرنیکی وصیت کردی ہو اور وصیت کی مجموعی رقم تہائی سے زیادہ نہ ہوتی ہو تو جائز ہے اسی طرح عزیز و اقربا کو مرض کی حالت میں بطور عیادت اور مرنے کے بعد بطور تعزیت جمع ہو کر کھانا پینا جائز نہیں۔ جس سے مرنے والے کا مال کم ہو اور اُس کے وارثوں کے حقوق تلف ہوں۔ البتہ اگر کوئی تیمار داری کرتا تو مضائقہ نہیں۔



مسائلِ میراث

عِلم الفرائض علم الفرائض وہ علم ہے جس کے ذریعہ سے حسب منشائے شریعت میراث کے تقسیم کرنے کا طریقہ معلوم ہو۔

علم الفرائض کی فضیلت علم الفرائض کو بہت بڑی اہمیت حاصل ہے۔ اور ہر مسلمان کو اس سے کم وبیش واقف ہونا ضروری ہے۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے۔ تعلموا الفرائض علموها فانها نصف العلم (علم فرائض سیکھو اور سکھاؤ کیونکہ وہ نصف علم ہے) ایک دوسرے موقع پر حضور نے فرمایا ہے کہ تعلموا الفرائض فانها من دینکم (علم فرائض سیکھو کیونکہ وہ تمہارے دین کا ایک جزو ہے) پس ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اس اہم اور ضروری علم سے واقفیت حاصل کرے۔ علم فرائض سے ناواقف ہونے کی بنا پر اکثر اپنا اور دوسروں کا حق تلف ہوتا ہے اور کسی کی حق تلفی ایسا گناہ ہے جس کی تلافی دشوار ہے۔

اسلام میں ترکہ کی تقسیم کا قاعدہ ایسا مکمل اور انصاف پر مبنی ہے کہ اس کی مثال دنیا کی کسی قوم اور کسی مذہب میں نہیں ملتی۔ ایک مرنے والے کا تعلق جتنے رشتہ داروں سے ہوتا ہے انہیں علی قدر مراتب کچھ نہ کچھ ضرور مل جاتا ہے۔ دیگر مذاہب میں یہ بات نہیں۔ بعض رشتہ دار مالا مال ہوجاتے ہیں اور بعض رشتہ دار محروم رہتے ہیں۔

اسلامی طریقۂ میراث سب سے بہتر ہے اس زمانہ میں بعض نافہم اور کج دماغ لوگ اسلام کے مسائل میراث کو قابل اصلاح و ترمیم قرار دیتے ہیں۔ اور اپنی بے عقلی کی بنا پر یہ ظاہر کرتے ہیں کہ اس طرح تقسیم مال و جائداد سے ایک بندھی ہوئی رقم ٹوٹ جاتی ہے اور ایک مستقل جائداد ٹکڑے

ٹکڑے ہو کر اپنی شاندار حیثیت کھو بیٹھتی ہے۔ یہ اعتراض اگرچہ بظاہر نہایت اہم اور دنیوی نقطۂ نظر سے قابل توجہ معلوم ہوتا ہے لیکن آپ ایک مسلمان کی حیثیت سے جب غور کریں گے تو انتہائی تنگ خیالی اور پستیٔ نظر پر مبنی دکھائی دیگا۔ آپ غور تو فرمائیے کہ محض ایک شخص کی مرفہ الحالی اور شان و عظمت قائم کرنے کے لئے صدہا افراد کو اُنکے واجبی حقوق سے محروم کر دینا اور مصیبت میں چھوڑ دینا کون سا انصاف ہے۔

فرض کیجئے کہ ایک شخص نے ۵ لاکھ کی جائداد اور ۵ بیٹے چھوڑے۔ نئی روشنی کا تعلیم یافتہ یہ چاہتا ہے کہ بڑے بیٹے کو کل جائداد دیدی جائے۔ اور باقی چار بیٹوں کے لئے گزارہ کے طور پر ایک ماہانہ رقم معین کر دی جائے۔ اِس طرح کُل جائداد محفوظ رہے گی۔ اور اُسکی مستقل شان و عظمت کو کچھ نقصان نہیں پہنچے گا۔ یہ خیال اپنی جگہ پر درست ہے۔ جائداد ضرور محفوظ رہیگی۔ اور اگر اُسے سرکاری قانون کے زیر اثر لایا گیا تو یہ بھی ممکن ہے کہ بڑے بیٹے کی عدم اہلیت اور نا قابلیت کے باوجود اُسے کچھ نقصان نہ پہنچے۔ لیکن یہ فیصلہ اُس صورت میں کیا جا سکتا ہے جب یہ مان لیا جائے کہ متوفی کے باقی بیٹے مطلقاً نااہل ہیں اپاہج ہیں۔ دُنیا میں کسی قسم کی ترقی نہیں کر سکتے۔ اگر روپیہ اُن کو ملا تو وہ یقیناً اُسے برباد کر دیں گے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ بات کیونکر فرض کی جا سکتی ہے اور کیونکر تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ باقیماندہ چار لڑکے بالکل نااہل ہوں گے۔ اُن میں ترقی کی اُمنگ نہ ہوگی۔ وہ دنیا کی کامیابیوں میں کوئی حِصّہ لینے کے آرزومند نہ ہونگے۔ نہ وہ اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے وکالت۔ بیرسٹری۔ ڈاکٹری اور ملازمت اختیار کریں گے اور نہ تجارت وغیرہ کے ذریعہ سے اپنی دولت اور جائداد کو ترقی دینا چاہیں گے۔

جس طرح تصویر کا تاریک اور خوفناک رُخ سامنے لایا جاتا ہے اُسی طرح اگر ہم تصویر کا روشن اور آسودگی بخش پہلو پیش نظر رکھیں تو معاملہ برعکس نظر آتا ہے۔ اور وہی طریقۂ میراث جو خطرناک ثابت کیا جاتا ہو نہایت جاں بخش اور باعث فلاح و بہبود ثابت ہوتا ہے۔

فرض کیجئے کہ جائداد مذکور پانچوں بیٹوں میں بحصہ مساوی تقسیم کردی گئی اور ہر ایک کو ایک ایک لاکھ کی رقم مل گئی اور پھر ہر ایک نے اس سرمایہ سے تجارت شروع کی۔ کارخانے قائم کئے یا کسی اور زرخیز کاروبار کی بنیاد ڈالی تو کیا یہ بالکل ممکن نہیں ہے کہ چند سال کی جلد و جہد کے بعد ہر ایک کے پاس پانچ لاکھ کی جائداد ہو جائے۔ اور صرف ایک بیٹے کو جائداد ملنے کی حالت میں نسلاً بعد نسل اُن کو جس محرومی کا سامنا کرنا پڑتا اُس سے وہ محفوظ رہیں یہی حالت اُن وارثوں کی ہے جن کا سرمایہ کم ہے۔ بہر حال کوئی ایسی ترمیم قرینِ عقل و انصاف نہیں کہی جا سکتی جس میں لوگوں کی حق تلفی ہوتی ہو اور جس میں شخصی مفاد کے لئے دوسروں کی بربادی منصور ہو۔ اور اس لئے شریعت حقہ نے میراث کے لئے جو قواعد وضع کئے ہیں وہ نہایت موزوں اور قابلِ عمل ہیں۔

بعض ناخداترس بندگانِ زر مسلمان ہو کر عورتوں کو اُن کے جائز حق میراث سے محروم کرتے ہیں۔ ہندوستان کے مختلف حصوں میں عموماً اور پنجاب میں خصوصاً یہ شکایت سنی جاتی ہے۔ جان بوجھ کر کسی اسلامی حکم کی نافرمانی کرنا کفر کا مترادف ہے۔ پس ایسے ناعاقبت اندیش لوگوں کو چاہیئے کہ طمع دنیاوی کے لئے ایمان و دیانت کو ہاتھ سے نہ دیں اور دُنیا کے عارضی فوائد پر عقبےٰ کی غیر فانی نعمتوں کو قربان نہ کریں۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ جو شخص اپنے وارثوں کو محروم کرے گا اللہ تعالیٰ اُس کا حق جنت سے منقطع کر دے گا۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو ایسے انصاف پسند تھے کہ حضور کو یہ بات بھی گوارا نہ تھی کہ جس شخص کے دو بیٹے ہوں تو وہ دو میں سے ایک کو کم اور ایک کو زیادہ دے چنانچہ حضور نے اس طریقۂ عمل کو ظلم سے تعبیر کیا ہے۔

مسلمانوں کو چاہیئے کہ کسی قسم کی طمع یا ہوس کو دل میں جگہ دیئے بغیر اپنے وارثوں کو احکام شریعت کے مطابق تقسیم کریں۔ تاکہ خدا و رسول کی خوشنودی کا باعث ہو۔ اور اُنہیں خزانہ غیب سے رزق میں برکت و وسعت نصیب ہو۔

اب میں مستند و معتبر کتب و رسائل سے انتخاب کر کے ذیل میں تقسیم میراث کے ضروری مسائل قلمبند کرتا ہوں۔

تقسیم میراث سے پہلے کیا کرنا چاہیئے

تجہیز و تکفین مرنے والے نے جو کچھ مال چھوڑا ہے خواہ وہ اُس نے خود حاصل کیا ہو یا اور کسی جگہ سے ملا ہو۔ اس تمام مال سے اول تجہیز و تکفین کا خرچ لیا جائے یعنی اس کا گور و کفن اسکی حیثیت کے موافق متوسط درجہ پر کیا جائے۔

(۱) کفن و دفن کے وقت جو صدقہ و خیرات کرتے ہیں وہ تجہیز و تکفین میں محسوب نہ ہوگا۔ بلکہ اگر سب وارثوں کی مرضی اور اجازت سے ہوا ہے تو سب کے حصے میں اُس کو محسوب کیا جائیگا۔ بشرطیکہ سب بالغ ہوں۔ اگر کوئی نابالغ ہوگا تو اُس کے حصہ سے کچھ کم نہ ہوگا۔ بالغ وارثوں کے ذمہ پڑیگا۔ اور اگر صرف ایک شخص نے بلا رضا دوسروں کے صدقہ خیرات کیا ہے تو وہی اس کا ذمہ وار ہوگا۔ اس کے حصہ میں محسوب کر دیا جائیگا۔

(۲) اگر میت کے ذمہ اس قدر قرضہ ہو کہ اس کا چھوڑا ہوا مال ادائے قرض کو کفایت نہ کرے تو ایسی حالت میں اس کے مال سے صدقہ خیرات فاتحہ درود کرنا ہرگز جائز نہیں کیونکہ وہ مال قرض خواہوں کا حق ہے۔ اس میں کسی وارث کو تصرف کرنا جائز نہیں۔ البتہ اگر کسی کو بہت محبت ہو اور ایصال ثواب چاہتا ہو تو اپنے پاس سے مال خرچ کر کے ایصال ثواب کرے۔ کھانا پکا کر غریبوں کو کھلائے روپیہ تقسیم کرے ہر قسم کا ثواب انشاء اللہ تعالیٰ میت کو پہنچے گا۔ مگر نیت خالص ہونی چاہیئے۔ اگر دنیا کو دکھانا اور ناموری منظور رہو گی تو نہ کرنیوالے کو ثواب ہوگا نہ مرنے والے کو۔

(۳) اگر کسی جگہ کوئی غریب لاوارث مرجائے تو اس کا مال اسباب حتی الوسع وارثوں کو دینا چاہیئے۔ البتہ اگر کوئی وارث معلوم ہی نہ ہو سکے تو فقراء و مساکین کو دیا جائے جب تک

وارث معلوم ہوں لوگوں کو یہ جائز نہیں کہ اس کا مال خیرات کردیں۔

ادائے قرض تجہیز و تکفین کے خرچ کے بعد جو کچھ مال باقی رہے اسمیں سب سے مقدم اور ضروری دین ہے۔ اول اُس کو ادا کیا جائے۔ اگر مال متروکہ قرض کے برابر یا زیادہ ہو تو تمام قرض خواہوں کو پورا قرض ادا کردیا جائے۔ اور اگر مال قرض سے کم ہو تو سب قرض والوں کو حصہ رسد تقسیم کردیا جائے۔ جس کا قرض زیادہ ہو اُس کو زیادہ دیا جائے اور جس کا کم ہو اُس کو کم دیا جائے۔ یعنی جس مقدار کا قرض ہو اُسی حساب اور نسبت سے مال میں سے حصہ دیا جائے۔ مثلاً زید کے ذمہ ہزار روپیہ عمرو کا دو ہزار۔ بکر کا تین ہزار خالد کا واجب ہے۔ زید مرا اور تجہیز و تکفین کے بعد صرف بارہ سو روپیہ باقی رہا تو عمرو کو دو سو بکر کو چار سو خالد کو چھ سو روپیہ دیدیا جائے۔

نوٹ:۔ زوجہ کا دین مہر ادا کرنا بھی ایسا ہی ضروری ہے جس طرح دوسرے قرض ضروری ہیں۔ اور اگر مال کم ہو تو وہ بھی سب قرض والوں کی شریک ہو کر حصہ رسد مال پائیگی۔

تکمیل وصیت قرض ادا کرنے کے بعد جو کچھ ترکہ باقی رہے اسمیں سے وصیت پر عمل کیا جائے جس کا مفصل بیان اس کتاب میں کسی دوسری جگہ درج ہے۔

حقوق ورثا کفن دفن اور ادائے قرض و وصیت کے بعد جو کچھ باقی رہے اُس کو وارثوں میں بقدر استحقاق تقسیم کردیا جائے۔ بعض وارثوں کے عام فہم حصے حسب ذیل ہیں۔

ماں باپ اور دادا

(۱) اگر کوئی شخص مرجائے اور اس کے باپ بھی موجود ہو اور بیٹا بھی تو مرنے والے کے باپ کو چھٹا حصہ ملیگا۔

(۲) اگر کوئی شخص مرجائے اور اُسکے باپ بھی موجود ہو اور پوتا بھی تو باپ کو میراث کا چھٹا حصّہ ملیگا۔

(۳) اگر کوئی شخص مرجائے اور اس کے بیٹا پوتا پڑپوتا وغیرہ نہ ہو مگر بیٹی یا پوتی ہو تو مرنے والے کے باپ کو چھٹا حصہ بھی ملے گا اور وہ مال بھی ملیگا جو ذوی الفروض کے حصے پورے مل جانے کے بعد باقی رہے۔

(۴) اگر مرنے والے کے باپ دادا دونوں ہوں تو دادا کو میراث سے کچھ نہ ملیگا۔

(۵) اگر باپ موجود نہ ہو تو دادا کو وہی حصے ملیں گے جو باپ کے لئے لکھے گئے ہیں۔

(۶) اگر مرنے والے کے کوئی بیٹا پوتی نہ ہو اور نہ پوتا ہو نہ پوتے کی کوئی اولاد ہو نہ دو بھائی بہن ہوں تب اس میت کی ماں کو ایک ثلث ملیگا۔

(۷) اگر مرنے والے کے بیٹا بیٹی یا پوتا یا اسکی اولاد موجود ہو تو میت کے مال میں سے اُسکی والدہ کو چھٹا حصہ ملیگا۔

(۸) اگر میت کے دو بھائی یا دو بہن یا ایک بھائی ایک بہن غرض دو یا زیادہ موجود ہوں تو میت کی ماں کو چھٹا حصہ ملیگا۔

دادی اور نانی

(۱) دادی کو چھٹے سے زیادہ کبھی نہیں ملتا۔

(۲) اگر مرنے والے کے ماں باپ دونوں یا صرف ماں یا صرف باپ موجود ہو تو دادی کو کچھ میراث نہیں ملتی۔

(۳) دادا کے موجود ہونے سے دادی کے حصے میں کمی نہیں آتی۔

(۴) نانی کو بھی چھٹے حصّے سے کبھی زیادہ نہیں ملتا۔

(۵) جب مرنے والے کی ماں موجود ہوتی ہے تو نانی محروم رہتی ہے۔

(۶) اگر نانی دادی دونوں موجود ہوں تو چھٹے حصے میں دونوں شریک رہیں گی۔

بھائی بہن

(۱) جو بھائی صرف ماں میں شریک ہو۔ باپ میں شریک نہیں اگر وہ تنہا ہو تو اسکو میراث کا چھٹا حصہ ملیگا۔ بشرطیکہ میت کے باپ دادا اور بیٹی بیٹا پوتا اور پوتے کی اولاد نہو۔

(۲) جو بہن صرف ماں میں شریک ہو۔ اگر تنہا ہو تو اُسکو بھی چھٹا حصہ ملتا ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ میت کے باپ دادا اور بیٹی بیٹا پوتا اور پوتے کی اولاد نہ ہو۔

(۳) اگر ماں کے شریک دو بھائی یا دو بہنیں یا ایک بھائی اور ایک بہن یا اس سے زیادہ ہوں تو اُن کو ترکہ کا تیسرا حصہ ملیگا۔ اس کو اب برابر تقسیم کرلیں مرد اور عورت کو برابر حصہ ملیگا۔ مگر شرط یہی ہے کہ میت کے باپ دادا بیٹی بیٹا اور پوتے کی اولاد نہ ہو۔

(۴) اگر میت کے باپ دادا۔ پردادا زندہ ہوں یا بیٹا بیٹی پوتا یا پوتے کی اولاد مذکر یا مونث موجود ہو تو ماں کے شریک بھائیوں کو کچھ نہیں ملیگا۔

(۵) اگر مرنے والے کے بیٹا بیٹی نہ ہو اور پوتا اور پوتے کی اولاد بھی نہ ہو اور ماں باپ بھی نہ ہوں اس وقت میت کی حقیقی بہن کو نصف میراث مل جاتی ہے۔

(۶) جب کہ مرنے والے کے بیٹا بیٹی نہو اور پوتا اور پوتے کی اولاد بھی نہ ہوں اس وقت اگر دو تین چار یا زیادہ ہمشیرہ حقیقی موجود ہوں تو ان کو میراث میں سے دو تہائی ملیگا اس کو باہم برابر تقسیم کرلیں۔

(۷) جو بہنیں صرف باپ میں شریک ہوں اُن کا بھی یہی حال ہے جو حقیقی بہنوں کا مذکور ہوا بشرطیکہ میت کے حقیقی بہن موجود نہ ہو۔

(۸) جب کہ مرنے والے کے کوئی بیٹا اور پوتا اور پوتے کی اولاد اور ماں باپ بھی موجود

بہنوں اور حقیقی بہن صرف ایک ہی موجود ہے تو باپ کی شریک بہن کو چھٹا حصہ ملیگا۔

(۹) جس وقت مرنے والے کے باپ دادا بیٹا یا بیٹے کی اولاد پسری موجود ہو تو کسی قسم کی بہنوں کو کچھ میراث نہ ملیگی۔

(۱۰) اگر میت کے حقیقی بھائی بہن ہوں اور بہنیں بھی موجود ہوں تو مرد کو دوہرا حصہ ملیگا اور عورتوں کو اکہرا یعنی جس قدر بھائی کو ملا ہے اُس سے آدھا بہن کو ملیگا۔

(۱۱) جب میت کے حقیقی بھائی بہن موجود ہوں تو علاتی یعنی صرف باپ کے شریک بھائی کو کچھ نہیں ملیگا۔

اولاد

(۱) اگر مرنے والے کے بیٹا نہ ہو اور ایک بیٹی ہو تو اُسکو نصف ترکہ ملیگا۔

(۲) اگر مرنے والے کے بیٹا نہ ہو اور دو یا دو سے زیادہ بیٹیاں ہوں تو اُنکو دو ثلث میراث ملیگی سب بیٹیاں اس کو برابر تقسیم کرلیں۔

(۳) اگر میت کے بیٹا بیٹی دونوں موجود ہوں تو جس قدر بیٹے کو ملیگا بیٹی کو اس سے آدھا ملے گا۔

(۴) اگر مرنے والے کے بیٹا بیٹی نہ ہو اور ایک پوتی موجود ہو تو اُس کو نصف ترکہ ملیگا۔

(۵) اگر مرنے والے کے بیٹا بیٹی کوئی موجود نہ ہو اور دو تین چار یا زیادہ پوتیاں ہوں تو میراث کا دو ثلث (یعنی دو تہائی) ان سب کو مل جائیگا۔

(۶) اگر مرنے والے کے بیٹا نہ ہو ایک ہی بیٹی ہو تو پوتیوں کو میراث کا چھٹا حصہ ملے گا خواہ ایک پوتی ہو یا دو چار ہوں۔

(۷) اگر مرنے والے کے بیٹا موجود ہو تو پوتیوں کو کچھ نہ ملیگا۔

(۸) اگر مرنے والے کے بیٹا موجود ہو تو کچھ ذوی الفروض کے حصے پورے دینے کے بعد

باقی رہے وہ پوتے کو ملیگا۔

(۹) اگر میت کے بیٹی نہ ہو تو پوتی کو نصف ترکہ مل جائیگا۔

(۱۰) اگر میت کے ایک بیٹی ہو تو پوتی کو ترکہ میں سے چھٹا حصہ ملیگا۔

(۱۱) اگر میت کے دو بیٹیاں ہوں تو پوتی بالکل محروم رہے گی۔

(۱۲) اگر میت کے بیٹا موجود ہو تو پوتیاں محروم رہیں گی۔

(۱۳) اگر میت کے پوتی نہ ہو تو پڑپوتی کو وہی حصے ملیں گے جو پوتی کو ملتے۔

(۱۴) اگر میت کے پڑپوتے اور پڑپوتیاں ہوں بیٹا پوتا نہ ہو تو ذوی الفروض کے بعد جو کچھ باقی رہے وہ ان کا حق ہے مرد کو دہرا عورت کو اکہرا ملیگا۔

(۱۵) اگر میت کے بیٹا یا پوتا موجود ہو تو پڑپوتا اور پڑپوتیاں محروم رہیں گی۔

میاں بیوی

(۱) اگر زوجہ مر جائے اور اُس کے بیٹا بیٹی نہ ہو اور پوتا پوتی پڑپوتا پڑپوتی وغیرہ نہ ہو تو شوہر کو نصف ترکہ ملیگا۔

(۲) اگر زوجہ کے بیٹا بیٹی یا بیٹے کی اولاد ہو تو خاوند کو ربع (یعنی چوتھا حصہ) ملیگا۔

(۳) اگر زوجہ کے اولاد پہلے شوہر سے ہو تب بھی موجودہ شوہر کو ربع ہی ملیگا۔

نوٹ: جس طرح دوسرے قسم کے مال میں سے شوہر کو نصف یا چہارم حصہ ملتا ہے اسیطرح مہر جو شوہر کے ذمہ واجب ہے۔ اسمیں سے بھی شوہر کو بوقت ہونے اولاد زوجہ کے چہارم ملیگا۔ اور اگر اولاد نہ ہو تو مہر میں سے بھی نصف شوہر کو ملیگا۔ کیونکہ یہ مہر زوجہ کا مملوکہ مال ہے اِس میں بھی میراث جاری ہوتی ہے۔ البتہ جب مرنے والے کے ذمہ قرض اسقدر ہو کہ مہر کے مال سے پورا نہ ہو سکے یا اس کے برابر ہو اور کوئی مال اور موجود ہو تو مہر میں میراث جاری نہ ہو گی۔

(۴) اگر خاوند مر جائے اور اس کے بیٹا بیٹی اور بیٹے کی اولاد بھی نہ ہو تو زوجہ کو ربع میراث ملتی ہے۔

(۵) اگر مرنے والے کے بیٹا بیٹی یا بیٹے کی اولاد موجود ہو تو زوجہ کو ثمن (یعنی آٹھواں حصہ) ملے گا۔

(۶) اگر خاوند کی اولاد کسی دوسری زوجہ سے موجود ہے تب بھی زوجہ کو ثمن (یعنی آٹھواں حصہ) ملے گا۔

نوٹ:۔ اگر ایک زوجہ ہو اسکو بھی یہی حصہ ملتا ہے جو مذکور ہوا اور اگر دو تین چار ہوں تب بھی یہی ربع یا ثمن ملتا ہے۔ اسی کو باہم برابر تقسیم کریں۔ زوجہ کو جو میراث ملتی ہے وہ مہر کے علاوہ ملتی ہے میراث کے حصہ میں مہر محسوب نہیں ہو جاتا۔

مسئلہ۔ اگر طلاق رجعی کی عدت میں شوہر مر جائے تو زوجہ کو میراث ملیگی۔

مسئلہ۔ اگر شوہر نے اپنے مرض میں زوجہ کو طلاق دیدی اور عدت ختم ہونے سے پہلے مر گیا تو عورت میراث پائے گی۔

مسئلہ۔ کوئی عورت اگر شوہر کی وفات کے بعد نکاح ثانی کرلے تو پہلے شوہر کے ترکہ سے محروم نہ ہوگی۔

عصبہ اور ذوی الارحام

اوپر جن وارثوں کے حصوں کا ذکر ہوا ہے انکو ذوی الفروض کہتے ہیں۔ یعنی کلام مجید میں ان کے ترکہ کا ذکر آیا ہے۔

ان سے سوا جو وارث رہے وہ عصبہ ہیں یا ذوی الارحام۔ لیکن ان دو قسموں کے لئے کوئی حصہ مقرر اور طے شدہ نہیں۔ اس لئے ان کے واسطے کوئی پختہ اور عام قاعدہ نہیں لکھا جاسکتا۔ مگر مختصر طور پر اتنی بات کہہ سکتے ہیں کہ مذکورہ بالا وارثوں کے حصے پورے دیکر جو کچھ باقی رہے وہ عصبہ کو دیا جائے۔ اور اگر عصبہ اور ذوی الفروض کوئی بھی موجود نہ ہو تو ذوی الارحام مستحق ہوتے ہیں۔

تفصیل عصبات

(۱) میت کا بیٹا۔ (۲) پوتا (۳) پوتے کی اولاد پسری۔ (۴) باپ۔ دادا۔ پردادا۔ اوپر تک (باپ دادا ذوی الفروض بھی ہیں اور عصبہ بھی ہیں) (۵) حقیقی اور علاتی بھائی (۶) بھتیجا بھتیجے کی اولاد پسری (۷) چچا (۸) چچا کی اولاد پسری۔ ذوی الفروض سے جو باقی رہے وہ ان کو ملتا ہے لیکن عصبہ نمبر اول موجود ہو تو نمبر ۲ کو کچھ نہ ملیگا۔ اسی طرح نمبر ۲ کی موجودگی میں نمبر ۳ کو کچھ نہ ملیگا۔ اور نمبر ۳ کی موجودگی میں نمبر ۴ کو عصبہ ہونے کی وجہ سے کچھ نہ ملیگا۔ غرض یہ کہ جب قریب درجہ کا عصبہ موجود ہو تو بعید درجہ کے عصبہ کو عصبہ ہونے کی وجہ سے میراث نہ ملیگی۔ اس کے متعلق چند پختہ اور عام فہم قاعدے لکھے جاتے ہیں۔

(۱) جس وقت میت کے بیٹا موجود ہوتا ہے تو میت کے پوتے پڑپوتے بھائی اور چچا اور بھتیجے سب محروم رہتے ہیں۔

(۲) جس وقت میت کا باپ یا دادا زندہ ہو تو میت کے بھائی بھتیجوں اور چچا کو کچھ نہ ملے گا۔

(۳) جب میت کا بھائی موجود ہے تو بھتیجوں کو کچھ نہ ملیگا۔

(۴) جب میت کا حقیقی بھائی موجود ہے تو علاتی بھائی کو کچھ نہ ملیگا۔

(۵) جب میت کی بیٹی اور بہن دونوں موجود ہوں تو باپ میں شریک بھائی یعنی علاتی محروم رہتا ہے۔

(۶) جس وقت بھائی یا بھتیجے موجود ہوں۔ اُس وقت چچا کو کچھ حق نہیں ملتا۔

(۷) جب حقیقی بھائی کے بیٹے موجود ہوتے ہیں تو علاتی بھائی کے بیٹوں کو کچھ نہیں پہنچتا۔

(۸) جس حالت میں چچا موجود ہوتا ہے تو چچا کے بیٹوں کو کچھ نہیں ملتا۔

(۹) جب حقیقی چچا یعنی باپ کا حقیقی بھائی موجود ہوتا ہے تو علاتی چچا یعنی باپ کے علاتی بھائی کو کچھ نہیں ملتا۔

(۱۰) اگر علاتی چچا موجود ہو تو حقیقی چچا کے بیٹے محروم رہیں گے۔

(۱۱) اگر حقیقی چچا کے بیٹے موجود ہوں تو علاتی چچا کے بیٹے محروم رہیں گے۔

(۱۲) اگر میت کا ایک بھائی زندہ ہے اور دوسرا بھائی مرگیا مگر اس کے لڑکے موجود ہیں تو یہ لڑکے محروم رہیں گے۔

(۱۳) اگر ایک چچا خود زندہ ہے اور دوسرے چچا کے بیٹے موجود ہیں تو ان چچا کے بیٹوں کو میراث سے کچھ حصہ نہ ملیگا۔

اگر ذوی الفروض میں سے صرف زوجہ یا شوہر موجود ہو اور عصبہ کوئی نہ ہو تو ذوی الارحام کو حصہ مل جاتا ہے۔ ورنہ ہمیشہ جب ذوی الفروض اور عصبہ کوئی موجود ہی نہ ہو تب ذوی الارحام کو میراث ملتی ہے۔ مگر ایسی صورت بہت کم پیش آتی ہے۔ کیونکہ عصبہ کوئی نہ کوئی موجود ہی ہوتا ہے۔

ذوی الارحام

ذوی الارحام کی چار قسمیں ہیں۔ (۱) بیٹیوں کی اولاد۔ پوتیوں کی اولاد (۲) نانا۔ دادی کا باپ۔ نانی کا باپ (۳) بھانجا۔ بھانجی۔ بھتیجیاں۔ (۴) پھوپیاں۔ نانا کا بھائی۔ ماموں۔ خالائیں۔

(۱) ذوی الارحام میں سب سے مقدم نواسا اور نواسی ہیں۔

(۲) اگر دو چار نواسے نواسی موجود ہوں تو مال برابر تقسیم کرلیں۔ مرد کو دوہرا ملے گا۔ عورت کو اکہرا۔

(۳) اگر نواسا نواسی خود نہ ہوں تو ان کی اولاد کو حصہ ملیگا۔ لیکن نواسی کی اولاد کو آدھا آدھا حصہ ملیگا۔ خواہ وہ مرد ہو یا عورت اور نواسے کی اولاد کو پورا پورا حصہ ملیگا خواہ مرد ہو یا عورت۔

(۴) اگر پوتی کی اولاد بھی موجود ہے اور نواسی کی اولاد بھی تو نواسی کی اولاد محروم رہیگی۔ پوتی کی اولاد کو حصہ ملیگا۔ مرد کو دوہرا عورت کو اکہرا۔

(۵) دوسرے قسم کی ذوی الارحام میں سب سے مقدم نانا ہے۔ اگر بیٹیوں پوتیوں وغیرہ کی اولاد نہ ہو تو اسی کو مال ملتا ہے۔

جب کوئی کسی قسم کا بھی وارث معلوم نہ ہو تب حکم یہ ہے کہ میت کا مال بیت المال میں داخل کیا جائے۔ لیکن چونکہ اس زمانہ میں بیت المال نہیں ہے۔ لہذا فقیر مسکین آدمیوں کو دیا جائے۔ یا مدرسوں اور مسجدوں میں جو فقیر و مفلس طالب علم وغیرہ رہتے ہیں اُنکو دیا جائے۔

وہ رشتہ دار جنکا میراث میں حق ہے

(۱) سوتیلے بیٹے کو اپنی سوتیلی ماں (یعنی مادر) کے ترکہ میں سے کچھ نہیں پہنچتا۔

(۲) عورت کو اپنے سوتیلے بیٹے کی میراث میں سے کچھ حق نہیں۔

(۳) زوجہ کی اولاد کا شوہر میت کے ترکہ میں سے کچھ حق نہیں مثلاً زید مرا اُس کی زوجہ کے بیٹے دوسرے خاوند سے موجود ہوں تو ان بیٹوں کو زید کے ترکہ میں سے کچھ نہ ملیگا۔

(۴) خاوند کے بیٹوں کو زوجہ کی میراث نہیں ملتی مثلاً ہندہ کا انتقال ہوا اس کے شوہر کے بیٹے دوسری بی بی سے موجود ہیں تو ان بیٹوں کا کچھ حق نہیں۔

(۵) اگر بیٹا اپنے باپ کے سامنے مر گیا تو اس بیٹے کی زوجہ کو خسر کے ترکہ سے کچھ نہ ملیگا۔

(۶) ساس کے ترکہ سے داماد کو کچھ نہیں ملتا۔ بعض دفعہ جو ملجاتا ہے اسکی یہ صورت ہوتی ہے کہ عورت اپنی ماں کا ترکہ پاتی ہے اور عورت کے بعد اُس کے شوہر کو ملجاتا ہے۔ بظاہر سمجھا جاتا ہے کہ ساس کا ترکہ داماد کو مل گیا۔

(۷) چچا کی زوجہ کو بھتیجے کی میراث سے کچھ نہ ملیگا۔

(۸) ماموں کی زوجہ (یعنی مامی) کو بھانجے کی میراث سے حق نہیں پہنچتا۔ بعض دفعہ یہ ہوتا ہے کہ چچا یا ماموں کو میراث ملی اس کے ذریعہ سے زوجہ کو مل جاتی ہے۔

(۹) اگر کوئی عورت مر جائے تو اس کے دیور جیٹھ (یعنی خاوند کے بھائی) کو عورت کی میراث سے کچھ نہ ملیگا۔

(۱۰) سالا اور سالی اپنے بہنوئی یعنی بہن کے شوہر کے مال سے کچھ نہ پائیں گے۔

(۱۱) اگر کوئی مرد یا عورت کسی کو بیٹا بنالے (یعنی متبنٰی اور لے پالک کرلے) تو اس بیٹے کو میراث میں سے کچھ نہیں مل سکتا جو کچھ دینا ہو زندگی میں دیجائے یا اُس کے لئے وصیت کرجائے۔

(۱۲) اگر کوئی شخص کسی غیر آدمی کو بطور دوستی کے عمر بھر کھلائے پہنائے اور خدمت کرے تو مرنے کے بعد اس کا وارث نہ ہوگا۔ بلکہ مرنے والے کے عزیز و اقارب وارث ہوں گے۔

معلومات متعلقہ

وارث بحالت حمل اگر میت کے وارثوں میں کوئی ایسا حمل موجود ہو جو میت کا وارث ہوسکتا ہے تو بہتر ہے کہ اس کے وضع حمل تک میراث کی تقسیم ملتوی رکھی جائے۔ مثلاً میت کی زوجہ کو یا کسی ایسی عورت کو حمل ہو جس کا بچہ میت کا وارث ہوسکتا ہے تو اس کے لئے میراث کا حصہ رکھا جائے گا۔ ذیل کی مثالوں سے یہ مقصد اور زیادہ واضح ہوگا۔

(۱) میت نے تین بیٹے چھوڑے اور اُسکی زوجہ کو حمل ہے لہٰذا میراث کے چار حصے کئے جائیں جن میں سے ایک حصہ باقی رکھا جائے۔

(۲) میت نے اپنے پسماندوں میں بیوی اور بہن چھوڑی۔ بیٹا کوئی نہیں ہے۔ لیکن ایک بیٹے کا میت سے ایک مہینہ پہلے انتقال ہوا تھا۔ فرض کرو کہ اسکی بیوی کو حمل ہے لہٰذا میت کی بیوی کو آٹھواں حصہ دیکر باقی میراث امانت رکھی جائے۔ کیونکہ وضع حمل کے بعد جو بچہ پیدا ہوگا وہ میت کا پوتا ہوگا۔ اور اس لئے بہن محروم رہ جائے گی۔ اگر پوتی

پیدا ہوئی تو ترکہ میں سے نصف کی وارث ہوگی۔ آٹھواں حصہ میت کی بیوی کو باقی ہمشیرہ کو ملیگا۔ اگر حمل ضائع ہوگیا یا بچہ پیدا ہونے سے پہلے مرگیا تو بیوی کو چہارم اور باقی سب اُسکی بہن کو ملیگا۔

(۳) اگر وضع حمل سے پہلے ترکہ تقسیم کرنا چاہیں تو حمل کو لڑکا فرض کرکے اُس کا حصہ اُٹھا رکھیں۔ اگر لڑکی پیدا ہو تو اُس کا حق دیکر باقی ماندہ رقم سب ورثا تقسیم کریں۔

اگر وارث مفقود الخبر ہو مفقود الخبر کے احکام کسی دوسرے باب میں لکھے جا چکے ہیں۔ حنفیوں کے نزدیک اگر وارث مفقود الخبر ہو تو اُسکی پیدائش سے شمار کرکے نوے سال تک اس کا حصہ امانت رکھا جائیگا۔ اور اتنا زمانہ گذرنے کے بعد اُسے مردہ فرض کرکے مال کو وارثوں پر تقسیم کردیا جائے گا۔

مرتد کی وراثت اگر کوئی شخص مرتد ہوجائے تو اس کا ترکہ حالت اسلام کا کمایا ہوا مسلمان وارثوں کو دیا جائے گا۔ اور حالت ارتداد کی کمائی مساکین و فقراء پر صرف کی جائیگی۔ لیکن اگر عورت مرتد ہوجائے تو اس کا ترکہ ہر حالت میں مسلمان وارثوں کو ملے گا۔

اگر وارث کافر ہو اگر ایک شخص مسلمان ہو اُس کا رشتہ دار ہندو یا عیسائی یا یہودی وغیرہ مرجائے تو مسلمان کو اُس کے مال میں سے کچھ نہ ملیگا۔ اِسی طرح اگر مسلمان مرجائے تو اُس کے مال میں سے ہندو عیسائی وغیرہ رشتہ داروں کو کچھ نہ ملیگا۔ جو رشتہ دار مسلمان ہوں اُن کو دیا جائے۔ اگر کوئی مسلمان رشتہ دار میراث لینے والا نہ ہو تو فقراء پر صرف کیا جائے۔

اگر وارث قاتل ہو جو شخص اپنے مورث کو مار ڈالے وہ میراث سے محروم ہوجائیگا خواہ عمداً مار ڈالے یا بطور خطا کے مثلاً کسی جانور کے بندوق یا تیر مارتا تھا غلطی سے رشتہ دار کے جا کر لگ گیا۔ تب بھی مارنے والا اسکی میراث سے محروم رہیگا۔

شیعہ سنی اور مقلد غیر مقلد کے باہمی ورثے مقلد اور غیر مقلد میں باہم میراث

جاری ہوتی ہے اسمیں نہ اختلاف ہے نہ کچھ شبہ۔ سنی اور شیعہ میں باہم اکثر علماء کے قول کے موافق میراث جاری ہوگی یعنی اگر کوئی سنی مرجائے تو اُس کے وارث جو شیعہ مذہب رکھتے ہوں میراث پائیں گے۔ اسی طرح اگر شیعہ مرجائے تو اُس کی زوجہ یا دوسرے وارث اگر سنت جماعت ہوں تو اس کی میراث پائیں گے۔

عاق کی ہوئی اولاد

اولاد ہو یا کوئی وارث ہو ہمارے محروم کرنے سے محروم نہیں ہوسکتا پس اگر کوئی کسی اولاد کو عاق اور محروم کرنا چاہے تو محروم نہیں ہوسکتا۔ البتہ یہ صورت ہوسکتی ہو کہ جن لوگوں کو دینا چاہتا ہے اُن کو اپنی صحت حیات میں مال وجائداد تقسیم کرکے دلادیا جائے اور جس کو محروم کرنا چاہتا ہے اُسکو کچھ نہ دے۔ ہاں یہ خیال رہے کہ اگر بلاقصور اُسکو محروم کرے گا تو شرعًا گنہگار ہوگا۔

ناجائز اولاد کا حق وراثت

جو اولاد زنا سے پیدا ہو اُسکو زانی سے میراث نہیں ملتی۔ ایک عورت سے زنا کیا۔ اولاد پیدا ہوئی اور پھر اس سے نکاح کرلیا تو نکاح سے پہلی اولاد ولدالزنا سمجھی جائے گی۔ اور اُسکو باپ سے میراث نہ ملیگی۔

ایک عورت سے زنا کیا اور حمل قرار پایا اور پھر نکاح کرلیں نکاح سے پہلے چھ ماہ یا اس سے زیادہ عرصہ کے بعد بچہ پیدا ہوا تو نسب ثابت ہوگا۔ اور میراث ملیگی اور اگر نکاح کو چھ مہینے گزرنے سے پہلے پیدا ہوگیا تو ولدالزنا سمجھا جائے گا۔ اور میراث کا مستحق نہ ہوگا۔

ولدالزنا اپنی ماں کی طرف سے میراث پاے گا۔ اور اسکی ماں اس سے میراث پائیگی۔

میراث پانے میں عمر کا کچھ اعتبار نہیں۔ پس اگر کوئی وارث بالکل بچہ ہو اُسکو بھی وہی پورا حصہ ملیگا۔ جو جوان ہونے کی حالت میں ملتا۔ یہاں تک کہ جو بچہ مورث کے انتقال کے وقت شکم مادر میں تھا اُسکو بھی پورا حصہ ملیگا۔

اگر کسی لڑکی کا خاوند مرگیا۔ اور ابتک باہم صحبت نہیں ہوئی تو بھی عورت میراث کی مستحق ہوگی۔

وقف

وقف کی تعریف وقف اسے کہتے ہیں کہ اپنا مال یا جائداد اللہ تعالےٰ کے لئے مخصوص کر دی جائے اور اُسے نیک کاموں میں صرف کیا جائے۔

شرائط وقف وقف کرنے والے کے لئے ضروری ہے کہ وہ عاقل ہو، بالغ ہو اور آزاد ہو۔

جو جائداد یا جو مال وقف کیا جائے۔ اُسکو کھول کر بیان کر دینا چاہیئے۔ یعنی اُس کی حالت معلوم ہو۔ مجہول اور غیر معین نہ ہو۔ یہ بھی نہ ہو کہ وقف کسی ایسی شرط پر منحصر رکھا جائے جو اُس وقت موجود نہیں ہے۔ وقف کو وقتی بھی نہیں ہونا چاہیئے۔

وقف کا اعلان ان الفاظ میں ہونا چاہیئے کہ میری فلاں جائداد مسکینوں کے لئے صدقۂ موقوفہ دائمی ہے۔ یعنی اُسے خیرات کی غرض سے ہمیشہ کے لئے وقف کیا گیا ہے یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ فلاں زمین خدا کے لئے وقف ہے یا اس طرح کہنا چاہیئے کہ نیک کاموں کے لئے وقف ہے۔

وقف شدہ جائداد وقف کرنیوالے کی ملکیت سے نکل جاتی ہے۔

اگر وقف کرنے والا وقف کو اپنی موت پر منحصر رکھے تو اُس کے مرنے پر ملکیت زائل ہو جائے گی۔ اگر کوئی وقف کرنے والا یہ اعلان کرے کہ میں فلاں جائداد کو اپنی زندگی میں اور اپنی وفات کے بعد ہمیشہ کے لئے وقف کرتا ہوں تو اُس کی ملکیت ہمیشہ کے لئے جاتی رہیگی۔

مسجد اور عیدگاہ کو محض جدا کر دینے سے وقف کنندہ کی ملکیت زائل ہو جاتی ہے۔

وقف کی تکمیل اُس وقت تک وقف کی تکمیل نہیں ہوتی جب تک وقف کی ہوئی

جائداد پر متولی کا قبضہ نہ ہو جائے۔

جب وقف مکمل ہو جاتا ہے تو کسی کی ملکیت نہیں رہتا اور اس لئے اُس کا بیچنا یا آریت میں دینا جائز نہیں۔

وقف کی جائز صورتیں

وقف اس طرح جائز ہے کہ حقدار یکے بعد دیگرے اُس سے فائدہ اُٹھائیں۔

مسجدوں کے بنانے اور اُن کی مرمت کرنے پُلوں اور راستوں کے بنانے سرائے تیار کرنے، اور تجہیز و تکفین کے لئے جائز ہے۔

جائداد اور اشیاء منقولہ کا جن کا وقف کیا جانا رائج ہو وقف کرنا جائز ہے جیسے قرآن مجید اور ہتیار وغیرہ۔

وقف کی آمدنی پہلے جائدادِ موقوفہ کی مرمت اور حفاظت میں خرچ کی جائے اور اس کے بعد دوسرے مصارف ہونے چاہئیں۔ مثلاً کسی شخص نے ایک مسجد اور اُسکے متعلق چند دکانیں وقف کی ہیں متولی کو چاہیئے کہ پہلے مسجد اور دوکانوں کی مرمت اور درستی میں روپیہ خرچ کرے اس کے بعد ملازمین کو تنخواہ دے۔ پھر تیل اور چٹائی وغیرہ میں صرف کرے۔

اگر متولی جائداد کی مرمت کا کام چھوڑ کر مسکینوں یا دیگر مستحقین پر روپیہ صرف کرے گا تو اُسے تاوان دینا ہو گا۔ اور خیرات کئے ہوئے روپیہ کو واپس لینے کا اُسے حق حاصل نہ ہو گا۔

اگر مسجد منہدم ہو جائے اور استعمال کے قابل نہ رہے تو بھی وہ مسجد ہی کے حکم میں رہیگی۔ اور یہ نہ ہو گا کہ وقف کنندہ یا اُس کے وارثوں کو واپس مل سکے۔

جائداد موقوفہ کا حکم

وقف کی ہوئی جائداد کا بیچنا جائز نہیں۔ البتہ ایک حصہ کی ضروریات کے لئے دوسرا حصہ فروخت کر دیا جائے تو جائز

ہے۔ بشرطیکہ کوئی اور صورت ممکن نہ ہو اور حاکم سے اجازت لے لی جائے۔

اگر وقف کنندہ اس بات کو کھول کر نہ بیان کر دے کہ موجودہ متولی کے بعد کس کو متولی بنایا جائے اور اس مقصد کے لئے اُس نے کسی کو اپنا وصیع بھی قرار نہ دیا ہو تو متولی کو اختیار ہے کہ اپنی موت سے پہلے حاکم کی اجازت لیکر کسی شخص کو اپنا قایم مقام مقرر کرے۔

وقف کی تولیت اگر وقف کنندہ چاہے تو خود بھی وقف کردہ جائداد کا متولی بن سکتا ہے۔

اگر کوئی وقف کرنے والا متولی کی شرط نہ رکھے تو وہ بذاتِ خود متولی تصور کیا جائیگا اور اُس کے بعد اوسکا وصیع متولی ہوگا۔ اور اگر وصیع نہ ہو تو حاکم۔

اگر متولی کی خیانت ثابت ہو یا وہ کام کے ناقابل قرار پائے یا اُس کا فاسق ہونا ظاہر ہو جائے یا وہ اپنا مال کیمیا میں صرف کرتا ہو تو اُس کو متولی کے عہدہ سے معزول کر دیا جائے گا۔

کسی ایسی عمارت کا وقف جائز نہیں جو مستعار یا کرایہ کی زمین پر بنی ہو۔

مرض الموت میں وقف کرنا بشرطیکہ قبضہ ہو جائے جائز ہے۔ لیکن ایک تہائی جائداد وقف میں دی جائے گی۔ لیکن ورثا کی رضامندی ضروری ہے۔ اگر چند وارثوں میں سے سب رضامند نہ ہوں تو جو رضامند ہوگا اُسی کا حصہ وقف کیا جائیگا۔

وقف کی ناجائز صورتیں کسی ایسے شخص کا وقف جس کی جائداد رہن ہو یا کسی ایسے مریض کا وقف جسکی تمام تر جائداد قرض میں گھری ہو باطل ہے۔

اگر وقف کنندہ کے رشتہ دار متولی بننے کی لیاقت رکھتے ہوں تو اُن کو دوسروں پر ترجیح دی جائے گی۔

تولیت کی تبدیلی متولی مرض الموت کی حالت میں کسی دوسرے کو متولی بنا سکتا ہے

آیندہ مصارف کے لئے وقف کرنا جائز ہے۔ لیکن جب تک وہ مصارف پیدا نہوں اُس وقت تک وقف کی آمدنی محتاجوں پر صرف کی جائے گی۔ مثلاً کسی شخص نے ایک دینی مدرسہ قایم کرنے کے لئے جائداد وقف کی۔ جب تک وہ مدرسہ قایم نہ ہوا اُسوقت تک جائداد کی آمدنی مساکین کو دیجائیگی۔

وقف کنندہ کی تعمیل کب ضروری اور کب غیر ضروری ہے۔

وقف کنندہ جو شرائط مقرر کرے گا اُنکی تعمیل ضروری ہے۔ لیکن ذیل کی صورتوں میں ضروری نہیں۔

مثلاً اُس نے یہ شرط کی کہ متولی کو معزول نہ کیا جائے۔ اب اگر متولی نا اہل ثابت ہوا تو اُسے معزول کر دیا جائے گا۔

اگر اُس نے شرط کی کہ مکان کو ایک سال سے زائد عرصہ کے لئے کرایہ پر نہ دیا جائے اور اس کے بعد مصلحت یہ ہوئی کہ ایک سال سے زائد کرایہ پر دیا جائے تو وقف کنندہ کی تعمیل نہیں کی جائے گی۔ اِسی طرح اگر مسکینوں کو گوشت روٹی دینے کی شرط ہے تو اُنھیں بصورتِ ضرورت نقد دیا جا سکیگا۔

اگر خاص مسجد کے سائلوں میں آمدنی خرچ کرنے کی شرط ہو۔ اگر امام کی تنخواہ مقرر کردی گئی ہو اور بعد میں وہ ناکافی ثابت ہو۔ اگر شرط کی گئی ہو کہ وقف نہ بدلا جائے اور بعد میں بدلنا مناسب ہوا گر یہ شرط ہو کہ متولی کے ساتھ کسی کو نہ شریک کیا جائے۔ اور پھر کسیکو شریک کرنا مناسب قرار دیا جائے اِن صورتوں میں شرائط کی تعمیل ضروری نہیں۔

اہل و عیال پر وقف

اگر کوئی شخص اپنی جائداد اِس طرح وقف کرے کہ تا زندگی اُسکی آمدنی اپنی ذات پر صرف کرے اور اس کے بعد اُسکی اولاد درجہ بدرجہ مستحق ہو تو جائز ہے۔ اور اولاد میں زن و مرد دونوں شامل سمجھے جائینگے

جب تک اُن کی صراحت نہ کرلی جائے۔

وقف کنندہ اگر اپنے بیٹے یا پوتے پر وقف کرے گا تو وقف اُن ہی کی ذات تک محدود رہیگا۔ البتہ اگر پڑوتے پر بھی وقف ہوگا تو جب تک نسل باقی رہے گی اُس وقت تک جاری رہے گا۔

اگر کوئی شخص اپنے محتاج رشتہ داروں کے لئے کچھ وقف کرے تو اس سے وہی رشتہ دار فائدہ اُٹھا سکیں گے جو وقف کے وقت محتاج ہوں۔

وقف کی فضیلت

وقف بہترین عبادت ہے۔ احادیث میں اسکی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے یہ ایک صدقۂ جاریہ یعنی ہمیشہ رہنے والی خیرات ہے۔ تمام نیکیوں اور نیک کاموں کا سلسلہ مرنے کے بعد ٹوٹ جاتا ہے۔ لیکن وقف کا ثواب مرنے کے بعد بھی قائم رہتا ہے۔ پس جن مسلمانوں کو خدا نے اس قابل کیا ہو وہ اِس نعمت عظمیٰ سے اپنے آپ کو محروم نہ رکھیں۔

وقف علی الاولاد

جیساکہ ہم اوپر بیان کرچکے ہیں وقف علی الاولاد جائز ہے اور چونکہ ہندوستان میں یہ مسئلہ قانونی حیثیت سے گورنمنٹ میں آچکا ہے اور باقاعدہ پاس ہوچکا ہے اس لئے ہم اُسے کسی قدر تفصیل سے بیان کرنا چاہتے ہیں تاکہ مسلمان اُس سے فائدہ اُٹھائیں۔

آپ نے بارہا مشاہدہ کیا ہوگا کہ مسلمانوں کی جائدادیں اولاد کی ناقابلیت اور بدوضعی کی وجہ سے برباد ہوگئیں اور برباد ہورہی ہیں لیکن اس کے روک تھام کی کوئی صورت نہیں۔ والدین سے یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ وہ اولاد کو اُس کے جائز حق سے محروم کردیں اور اپنی تمام عمر کی کمائی جو صرف اولاد ہی کا حصہ ہے اُس کی طرف منتقل نہ کریں اور یہ بھی اُن کے بس میں نہیں کہ اگر اُن کے بعد خدانخواستہ اولاد ناقابل ثابت ہو یا اُس کا چال چلن تباہ کن ہو تو اُس کی اصلاح کی کوئی صورت پہلے سے

تجویز کر جائیں۔ پس اِس تکلیف دہ اور مایوس کن صورتِ حال کو پیشِ نظر رکھکر میں کہنے کے لئے تیار ہوں کہ اِس درد کا علاج وقف علی الاولاد سے بہتر اور کسی طریقہ سے ناممکن ہے۔ پس صاحبِ جائداد مسلمانوں کو چاہئے کہ اگر انہیں اپنے بعد جائداد تلف ہونے کا ذرا بھی احتمال ہو مثلاً مرتے وقت وہ اولاد کو خود غرض اور دغا باز احباب واقربا کے نرغہ میں چھوڑ رہے ہیں یا اولاد بذات خود نااہل اور ناقابل ہو تو فوراً وقف علی الاولاد کی کارروائی پر عمل کریں۔ اِس سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ اولاد کیسی ہی ناقابل کیوں نہ ہو اور خود غرض اشخاص اُسے کیسے ہی فریب کیوں نہ دیں لیکن جائداد تلف نہیں ہو سکتی۔ اور رہتی دنیا تک قائم رہ سکتی ہے۔ کیونکہ بیع شرا وغیرہ کی صورت نہیں۔ اور اُس کے منافع سے ورثار بخوبی فائدہ اُٹھاتے رہیں گے۔

جب سے وقف علی الاولاد کا قانون بعض بزرگان قوم اور بالخصوص علامہ شبلی نعمانی مرحوم کی کوشش سے پاس ہوا ہے عاقبت اندیش مسلمان بکثرت اپنی جائدادوں کو اولاد پر وقف کر کے انہیں ہمیشہ کے لئے بربادی سے بچا رہے ہیں۔ نواب وقار الملک مولوی مشتاق حسین مرحوم نے اپنی جائداد اولاد پر وقف کر کے وقف نامہ کو چھپوایا ہے اور اُس کے ضمن میں آپ نے ایک رہنمائے قوم کی حیثیت سے حسب ذیل الفاظ میں مسلمانوں کو وقف علی الاولاد کی طرف توجہ دلائی ہے۔

مسلمانوں کی بہت سی جائدادیں تلف ہو چکی ہیں۔ اور جو گھر کسی زمانہ میں دولتمند کہلاتے تھے آج نہایت غربت اور افلاس کی حالت میں ہیں اور اُن میں سے کتنے ہی اِس وقت نانِ شبینہ کو محتاج ہیں۔ اور اگر یہی حالت خدانخواستہ چندے باقی رہی تو معلوم نہیں کہ مسلمانوں کا انجام کیا ہوگا۔ وقف علی الاولاد کا قانون ہی ایک ایسی تجویز ہے جس سے اگر مسلمان مستفیض ہوں تو آیندہ کے لئے اِس تباہی سے محفوظ رہ سکتے ہیں ورنہ دوسری کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ اور اِس میں جس قدر ممکن ہو جلدی سے کام

لینا چاہیئے۔ موت کا کوئی وقت مقرر نہیں۔ معلوم نہیں کس وقت ہم اس دنیا سے رخصت ہو جائیں۔ لہذا جو کچھ انتظار کرنا ہے اُس کو اپنے سامنے مکمل کرنا چاہیئے۔ میں تمام بزرگانِ قوم سے بہ منت عرض کرتا ہوں کہ اس موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دینا چاہیئے جس سے ہو سکے اور جس قدر جلد ہو سکے اِس قسم کا انتظام اپنے سامنے مکمل کر دیں۔"

نواب صاحب مرحوم کی ہدایات ہر طرح قابل عمل ہیں۔ میری رائے میں اسکی پروا نہیں کرنی چاہیئے کہ لاکھوں روپے کی جائداد ہو تو اُسی کو اولاد پر وقف کیا جائے۔ اگر کسی کے پاس ایک مکان مسکونہ ہے تو اُسے چاہیئے کہ اُس مکان ہی کو اولاد پر وقف کر کے رہن و بیع سے محفوظ کر دے۔ غریبوں اور متوسط الحال لوگوں میں ایسی لاکھوں مثالیں ہیں کہ ماں باپ کے بعد اولاد کے پاس رہنے کو گھر بھی نہیں رہا۔ جس کے نہ ہونے سے انسان کو طرح طرح کی تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

بہر حال اس موقع سے امیر غریب سب کو فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ وقف علی الاولاد میں ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ ایک وصیت کی صورت اختیار کر سکتا ہے۔ اور صرف اولاد ہی پر موقوف نہیں رہتا بلکہ اہل خاندان بھی اُس سے مستفید ہو سکتے ہیں۔ ایک جائداد آپ اِس طرح وقف کر سکتے ہیں کہ جب تک آپ کی اولاد موجود ہے وہ اُسکی تولیت میں رہے اولاد کے بعد اولاد کی اولاد۔ اور اگر وہ نہ ہو تو بھائی بہن یا بھائی بہن کی اولاد یہ نہ ہوں تو دیگر قریبی رشتہ دار اور جب اہل خاندان میں کوئی اہل و مستحق نہ ہو تو اُس کا منافع فقرا و مساکین کو دیا جائے۔

قانونِ وقف علی الاولاد کا خلاصہ

چونکہ ایسے اوقات سے جواز کی نسبت جنکو مسلمانوں نے اپنی ذات اور نیز اپنے اہل خاندان اور اولاد اور بالآخر غربا اور مساکین کے فائدہ یا دیگر مذہبی یا خیراتی اغراض کے واسطے کئے تھے

شکوک ظاہر کئے گئے ہیں اور قرین مصلحت ہے کہ یہ شکوک رفع کئے جائیں۔ لہذا احکام ذیل صادر ہوتے ہیں۔

دفعہ ۱۔ (۱) اس ایکٹ کا نام ایکٹ جواز وقف علی الاولاد ۱۹۱۳ء ہے (۲) اس کا نفاذ کل برٹش انڈیا میں ہوگا۔

دفعہ ۲۔ تاوقتیکہ مضمون یا سیاق عبارت سے اس کے خلاف نہ پایا جائے اس ایکٹ میں۔

(۱) وقف سے یہ مطلب ہے کہ کوئی مسلمان اپنی کوئی جائداد دوام کے لئے کسی ایسی غرض سے منتقل کر دے جو شرع کے مطابق ایک مذہبی یا خیراتی غرض پر مبنی کہی جا سکے۔

(۲) حنفی سے فقہ حنفی کا پیرو مراد ہے۔

دفعہ ۳۔ ہر مسلمان مجاز ہے کہ اپنی جائداد منجملہ دیگر اغراض کے اغراض ذیل سے وقف کرے۔ بشرطیکہ وہ وقف دیگر وجوہ سے کلیتہً احکام شرع کے مطابق ہو۔

(الف) اُس کل جائداد سے یا اُس کے ایک جزو سے اپنے اہل خاندان اور اولاد کی پرورش اور امداد کرنا اور

(ب) اگر وقف کنندہ حنفی مذہب ہو تو حین حیات کے واسطے خود اپنی پرورش اور امداد بھی کرنا یا جائداد موقوفہ کے منافع سے اپنا قرض ادا کرنا۔

مگر ایسی صورتوں میں جائداد موقوفہ سے متمتع ہونے والے آخر میں ہمیشہ غربا اور مساکین ہوں گے۔ یا وہ کسی ایسی غرض پر صرف ہوگی جو شرع کے بموجب ایک مستقل مذہبی یا خیراتی غرض کہی جا سکے۔

دفعہ ۴۔ وقف مذکور محض اس وجہ سے ناجائز نہیں سمجھا جائے گا کہ وقف سے مساکین اُس وقت تک متمتع نہیں ہو سکتے یا غرض مذہبی کے واسطے اُس وقت تک وہ صرف نہیں ہو سکتا جب تک واقف کے اہل خاندان یا اولاد اُس سے تمتع کے واسطے باقی رہیں۔

دفعہ ۵۔ اِس ایکٹ کا اثر کسی ایسے رسم و رواج پر نہ پڑے گا جو خواہ معافی ہو یا مسلمانوں کے کسی خاص طبقے یا فرقہ میں رائج ہو۔

مسائل کفر و ارتداد

اسلام انسان کے لئے ایک بڑی نعمت ہے۔ دنیا کی تمام نعمتیں اس ایک نعمت پر قربان کیجا سکتی ہیں۔ لیکن بعض لوگ جنکو اس دو انگل گوشت کے ٹکڑے یعنی زبان پر قدرت حاصل نہیں۔ اس نعمت کو باتوں ہی باتوں میں گنوا دیتے ہیں۔ اور لاعلمی اور جہالت کا پردہ ان کو اس تباہی سے بیخبر رکھتا ہے جب اسلام کی نعمت ارتداد کے طوفان میں بہہ جاتی ہے تو نہ عبادت کا کوئی نتیجہ نکلتا ہے نہ خیرات کا۔ اس لئے انسان کو چاہیئے کہ جو قدم اٹھائے وہ سنبھل کر اٹھائے۔ جو کرے اسپر غور کرلے اور زبان کو گردش دینے سے پہلے اچھی طرح سوچ سمجھ لے۔ ترمذی شریف میں آیا ہے کہ جب انسان صبح اٹھتا ہے تو اسکے سب اعضا زبان سے درخواست کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارا خیال کرکے خدا سے ڈرنا۔ کیونکہ ہم تیرے ساتھ ہیں اگر تو سیدھی رہی تو ہم بھی سیدھے رہینگے اور اگر تو ٹیڑھی ہو گئی تو ہم بھی ٹیڑھے ہو جائینگے۔

مرتد کسے کہتے ہیں

جو شخص دین اسلام سے پھر جائے اُسے مرتد کہتے ہیں۔ اگر کوئی مسلمان صحت عقل و حواس کے ساتھ زبان سے کفر کے کلمات کہے تو وہ مرتد ہو جائیگا، اس لئے جنون اور فتور عقل کی حالت میں کفر کی باتیں بکنے سے کچھ نہیں ہوتا البتہ اگر ایک شخص کبھی کبھی مجنون ہو جاتا ہو اور حالت جنون میں نہیں بلکہ حالت صحت میں کلمات کفر کہے تو مرتد ہو جائیگا۔ اسیطرح ارادہ اور بلوغ کی شرط بھی ضروری ہے۔ اگر ایک بچہ کفر کے الفاظ استعمال کرے تو اُسے مرتد نہیں کہا جا سکتا اور کسی شخص کو زبردستی کلمات کفر کہنے پر مجبور کیا جائے تو وہ کافر نہیں ہو سکتا۔ مختل العقل کسی دماغی بیماری میں مبتلا اور ایسے شخص کے کلمات کفر کا بھی اعتبار نہیں جسے کچھ کھلا پلا دیا گیا ہو اور اُسکی عقل باطل ہو گئی ہو۔

مرتد کے ساتھ کیا برتاؤ کیا جائے

ان شرائط کے مطابق اگر کوئی شخص دین سے پھر جائے تو مسلمانوں کا فرض ہے کہ اُسے از سر نو اسلام کی دعوت دیں۔ اگر اُسے اسلامی عقائد و اعمال کے متعلق کوئی شبہ وارد ہو تو علماء کو چاہیئے کہ

اُسے رفع کریں۔ مرتد کے دوبارہ مُسلمان ہونے کی صورت یہ ہے کہ وہ صدق دل سے کلمۂ شہادت پڑھے۔ اپنے کلمات کفر سے توبہ کرے۔ اور اگر اُس نے کوئی اور مذہب قبول کرلیا ہے تو اُس مذہب سے بیزاری کا اظہار کرے اور اُسے اچھا نہ سمجھے۔

جو شخص دین سے پھر جائے اُسے سوچنے سمجھنے کے لیئے تین دن کی مہلت دینی چاہیئے۔ اگر کوئی شخص تین مرتبہ اسلام قبول کرے اور پھر مرتد ہو جائے تو ہر مرتبہ اُسے تین تین دن کی مہلت دی جائے گی اور چوتھی مرتبہ پھر وہ کافر ہو جائے تو اُسے مہلت دئے بغیر اسلام کی دعوت دی جائے۔ اگر وہ اسلام قبول کرلے تو خیر ورنہ حکومت اسلامی اُس کے قتل کا حکم دے۔

اگر عورت مرتد ہو جائے

اگر کوئی عورت مرتد ہو جائے اور کسی طرح اسلام پر رضامند نہ ہو تو اُسے قید کر دینا چاہیئے۔ قتل کرنا جائز نہیں۔ قید کی حالت میں جب وہ توبہ کرلے تو اُسے قید سے آزاد کر کے از سرِ نو مُسلمان کرلیا جائے۔

مرتد عورت کو زد و کوب کرنا جائز ہے۔ اور اگر قتل کر دیا جائے تو خوں بہا لازم نہیں آتا۔

کن اقوال و رکن افعال سے کفر و ارتداد پیدا ہوتا ہے

کلمات کفر زبان پر آتے ہی ایمان جاتا رہتا ہے۔ تمام عمر کی عبادت اور نیکیاں خاک میں مِل جاتی ہیں۔ نہ روزہ نماز کا ثواب باقی رہتا ہے۔ اور نہ زکوٰۃ و حج کا۔ اگر کوئی شخص حج کر چکا ہو اور پھر مرتد ہو جائے تو دوبارہ اسلام لانے کے بعد اُس پر حج بدستور فرض رہیگا۔ نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔ عورت اور مرد دونوں میں سے جو شخص مرتد ہو جائے گا نکاح باطل ہو جائے گا۔ اور اب از سرِ نو مسلمان ہونے کے بعد از سرِ نو نکاح پڑھوانے کی ضرورت ہو گی۔ مرتد کے تمام کاموں پر کفار و مشرکین کا اطلاق ہو گا۔ چنانچہ اُس کے ہاتھ کا ذبح کیا ہوا جانور حرام ہے۔

اب ذیل میں وہ باتیں لکھی جاتی ہیں جن سے آدمی مرتد اور کافر ہو جاتا ہے۔ یہ باتیں

کئی قسم کی ہیں۔ ان میں سے بعض ایمان و اسلام کے متعلق ہیں اور وہ یہ ہیں۔
اگر کوئی شخص اپنے ایمان میں شک کرے یا شرط لگا کر اس طرح کہے کہ میں انشاءاللہ مومن ہوں۔
یا کوئی کہے کہ قرآن مخلوق ہے یا کہے کہ ایمان مخلوق ہے۔
یا جس کا اعتقاد ہو کہ ایمان اور کفر ایک ہی بات ہے۔
یا ایمان کے ساتھ رضامند نہ ہو بلکہ کفر کے ساتھ رضامند ہو۔
یا کہے کہ میں نہیں جانتا کہ اسلام کسے کہتے ہیں۔
اگر کسی عورت سے پوچھا جائے کہ توحید کسے کہتے ہیں اور وہ اس کا جواب لکھے پڑھے لوگوں کی طرح نہ دے سکے تو ہرج نہیں لیکن اگر وہ یہ نہ جانتی ہو کہ خدا ایک ہے تو اس کو مومنہ نہیں کہیں گے اور اُس کے ساتھ نکاح جائز نہیں ہوگا۔
اگر کوئی شخص اس حالت میں مر جائے کہ یہ نہ جانتا ہو کہ میرا کوئی خالق ہے اور خدا کے پاس اس دنیا کے علاوہ کوئی اور گھر بھی ہے۔ اور نہ اُس کے خیال میں ظلم حرام ہے تو وہ کافر ہے۔
اگر کوئی شخص کسی سے کہے کہ میں مسلمان ہوں اور وہ جواب میں کہے کہ تجھ پر اور تیری مسلمانی پر لعنت تو ایسا کہنے والا کافر ہو جائے گا۔
اگر کوئی غیر مذہب والا مسلمان ہو جائے اور کسی مورث کے مرنے پر کہے کہ کاش میں مسلمان نہ ہوتا کہ مال میرے ورثہ میں آتا تو وہ کافر ہو جائے گا۔
اگر کسی نومسلم سے کوئی کہے کہ تم نے اپنے دین میں کیا بُرائی دیکھی کہ مسلمان ہو گئے تو کفر عائد ہوگا۔

بعض باتیں جو ذات و صفات الٰہی سے متعلق ہیں یہ ہیں کہ
اگر کوئی مسلمان خدا کو ایسے وصف سے متصف کرے جو اُس کے شایاں نہیں ہے یا خدا کے ناموں میں سے کسی نام کے ساتھ تمسخر کرے یا اُس کی کسی حکم کے ساتھ تمسخر کرے یا اُس سے

انکار کرے یا اس کے وعدوں اور تخویفوں سے منکر ہو یا جہالت عجز اور نقصان اُسکی طرف منسوب کرے یا کسی کو اُس کا شریک، فرزند یا بیوی قرار دے تو ان سب باتوں سے وہ کافر ہو جائے گا۔

اگر کوئی کہے کہ خدا ایسا کام بھی کر سکتا ہے جس میں کوئی حکمت نہ ہو تو کافر ہو جائیگا۔

یہ اعتقاد رکھنا کہ خدا کفر سے رضامند ہے کفر ہے۔

اگر کسی کے مرنے پر یہ کہا کہ یہ شخص خدا کو درکار تھا اس لئے اُس نے طلب کر لیا تو کفر ہو جائے گا۔

اگر کوئی شخص کہے کہ میں حکم خدا سے تمہارے ساتھ شریک ہوتا ہوں اور دوسرا شخص اس کے جواب میں کہے کہ میں خدا کا حکم نہیں جانتا یا یہاں خدا کا حکم نہیں چلتا یا خدا کسی کے لئے نہیں ہے پس یہ دوسرا شخص کافر ہو جائے گا۔

کسی مصیبت زدہ کے متعلق یہ کہنا کہ خدا اُسے بھول گیا ہے کفر ہے۔

یہ کہنا کہ خدا تیری بدزبانی سے پناہ مانگتا ہے میں تو کس شمار میں ہوں تو کفر ہو جائے گا۔

اگر کوئی اپنی محبوبہ یا بیوی سے یہ کہے کہ تو مجھے خدا سے زیادہ پیاری ہے تو کافر ہو جائے گا۔

کسی سے یہ کہنا کہ میرے لئے آسمان پر خدا ہے اور زمین پر تم ہو کفر ہے۔

خدا کے لئے مکان قرار دینا کفر ہے۔

اللہ کی طرف ظلم کو منسوب کرنا کفر ہے۔

اگر کوئی شخص روز حشر کو مشروط کرے مثلاً یوں کہے کہ اگر قیامت برپا ہوئی تو میں تجھ سے بدلہ لوں گا یا اگر خدا نے انصاف کیا تو ایسا ہو گا وغیرہ تو کفر ہے۔

ایک شخص نے کہا کہ جھوٹ شراب ہے دوسرے نے کہا کہ جھوٹ کس لئے ہے؟ کھنے ہی کے لئے تو ہے تو کافر ہو جائے گا۔

اگر کسی سے کہا جائے کہ اللہ کی رضا طلب کر وہ جواب دے کہ مجھے نہیں چاہیئے تو کافر ہو جائے گا۔

اگر کسی سے کہا جائے کہ گناہ نہ کرو خدا دوزخ میں داخل کرے گا اور وہ جواب دے کہ میں دوزخ سے نہیں ڈرتا تو کافر ہو جائے گا۔

اگر کسی سے کہا گیا کہ بہت نہ کھاؤ اللہ بہت کھانے والوں کو پسند نہیں کرتا اور اُسنے جواب دیا کہ میں تو بہت کھاؤں گا اللہ پسند کرے یا نہ کرے تو کفر عائد ہو جائے گا۔

اگر کسی سے کہا گیا کہ بہت نہ ہنسو، بہت نہ سوؤ۔ اُس نے جواب دیا کہ میں اتنا سوؤں گا اور اتنا ہنسوں گا جتنا خود میرا جی چاہے تو کافر ہو جائے گا۔

اگر کسی سے کہا جائے کہ گناہ نہ کر کیونکہ خدا کا عذاب بہت ہی۔ اور وہ اس کے جواب میں کہے کہ میں خدا کا سارا عذاب ایک ہاتھ سے اُٹھالوں گا تو کافر ہو جائے گا۔

اگر کوئی کہے کہ خدا روپے سے محبت کرتا ہے اور اسی لئے مجھے نہیں دیا۔

اگر کوئی کہے کہ انشاء اللہ تم یہ کام کروگے اور جواب میں کہا کہ میں انشاء اللہ بغیر یہ کام کرلوں گا۔

اگر کہا کہ اے خدا اپنی رحمت مجھ سے دریغ نہ رکھ۔

اگر خاوند نے عورت سے کہا کہ اللہ سے ڈر اور اُس نے جواب دیا کہ میں اللہ سے نہیں ڈرتی۔

اگر کسی کو حالت گناہ میں دیکھکر کہا گیا تو اللہ سے نہیں ڈرتا اور اُس نے جواب دیا کہ نہیں ڈرتا (خواہ غصہ کی حالت میں کیوں نہ ہو)

اگر کوئی خدا اور رسول کے احکام کو ناپسند کرے مثلاً کہے کہ خدا نے چار بیویاں حلال کی ہیں میں اسے پسند نہیں کرتا۔

اگر کوئی ہنسی کے طور پر بھی کہے کہ میں خدا ہوں۔

تو اِن سب صورتوں میں ایمان جاتا رہیگا اور کہنے والا کافر ہو جائے گا۔

اگر کوئی کسی سے کہے کہ تم کو تمہاری برائیوں پر خدا سزا دے گا۔ اس کے جواب میں اُس نے کہا کیا تم نے خدا کو بٹھا رکھا ہے کہ جو تم کہو گے وہی خدا کرے گا تو کفر ہو جائے گا۔

اگر کوئی کہے کہ خدا بس ہی تو کر سکتا ہے کہ دوزخ میں بھیجدے۔

اگر کسی نے بدشکل جانور یا انسان کو دیکھکر کہا کہ خدا کا کوئی مشیر اور کارپرداز نہیں کہ اُس نے ایسی صورت پیدا کی۔

اگر کوئی شخص فقر و تنگدستی کی تکالیف سے اکتا کر کہے کہ ایک میں بندہ ہوں کہ مجھے اتنی تکالیف ہیں اور ایک فلاں شخص بھی بندہ ہے جسے ایسی نعمتیں حاصل ہیں۔ یہ کونسا انصاف ہے۔

اگر کوئی شخص کسی سے کہے کہ خدا سے ڈرو اور وہ جواب دے کہ خدا کہاں ہے؟

تو ان صورتوں میں بھی کہنے والا کافر ہو جائے گا۔

کفر کی بعض باتیں انبیاء علیہم السلام سے تعلق رکھتی ہیں۔ مثلاً کوئی شخص بعض انبیا کا انکاری ہو یا اُن کے کسی طریقے کو ناپسند کرتا ہے تو وہ کافر ہے۔

اگر کوئی یہ کہے کہ اگر فلاں شخص نبی ہوتا یا نبوت کا دعوے کرتا تو میں اسپر ایمان لے آتا۔

اگر کوئی شخص انبیاء علیہم السلام کی ذات سے گناہوں کو منسوب کرے۔

اگر کوئی شخص حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو آخر الانبیاء نہ مانے۔

تو ان سب صورتوں میں کافر ہوگا۔

اگر کوئی شخص کہے کہ میں رسول اللہ ہوں یا کہے کہ میں پیغمبر ہوں تو کافر ہو جائیگا۔

اگر کوئی کہے کہ میں نہیں جانتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جن تھے یا انسان تو کافر ہو جائے گا۔

جو لوگ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کو (عیاذاً باللہ) برا کہتے ہیں اور لعنت کرتے ہیں وہ کافر ہیں۔

جو شخص خدا کے دیدار کو محال کہتا ہے وہ کافر ہے۔

جو شخص ابوبکر صدیق اور عمر فاروقؓ کی امامت وخلافت کا انکار کرے تو وہ کافر ہے۔

جو شخص یہ کہے کہ اگر حضرت آدم گیہوں نہ کھاتے تو ہم اس مصیبت میں نہ پڑتے تو وہ کافر ہے۔

اگر کوئی شخص کہے کہ اگر حضرت محمد مصطفیٰ بھی کہیں یا آسمان سے آواز آئے تو بھی میں یہ کام کروں گا تو کافر ہو جائے گا۔

اگر خاوند بیوی سے کہے کہ خلاف نہ کہو بیوی جواب میں کہے کہ پیغمبروں نے بھی خلاف کہا ہے تو وہ مرتد ہو جائے گی اور از سر نو نکاح کرنا لازم ہو گا۔

اگر یہ کہا کہ جبرئیل ومیکائیل ہوں تو بھی میں اُن کی گواہی نہیں سُنتا تو کافر ہو جائیگا۔

اگر کوئی شخص کسی عورت سے نکاح کرے اور گواہ موجود نہ ہوں اور وہ کہے کہ میں نے خدا ورسول یا فرشتوں کو گواہ کیا تو کافر ہو جائے گا۔

کفر وارتداد کی جو باتیں قرآن مجید سے متعلق ہیں وہ یہ ہیں کہ جو شخص قرآن کو مخلوق کہے گا یا قرآن پاک کی کسی آیت سے انکار یا تمسخر کرے گا وہ کافر ہو جائے گا۔

اگر کوئی شخص دف اور لکڑیوں کو بجا کر قرآن پڑھیگا تو وہ کافر ہو جائے گا۔

اگر ایک شخص قرآن پڑھ رہا ہو اور کوئی اُسے سُنکر کہے کہ یہ کیا طوفان برپا کیا ہے تو کفر ہو جائے گا۔

اگر کوئی عالم وادیب آیات قرآنی کو مزاح وتمسخر اور شوخی طبع کے طور پر استعمال کرے مثلاً کسی شخص کو نماز باجماعت کے لئے کہا جائے تو وہ کہے کہ میں تو تنہا نماز پڑھتا ہوں کیونکہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنۡهٰى تو اِس طرح کی باتوں سے کہنے والا کافر ہو جائے گا۔

اگر کوئی کہے کہ قرآن عجمی ہے تو کافر ہو جائے گا۔

اگر کوئی کہے کہ میں قرآن سے بیزار ہوں تو کافر ہو جائے گا۔

جو شخص قرآن کو فارسی یا اردو میں نظم کرے گا وہ کافر ہو جائے گا۔ اور واجب القتل قرار پائے گا۔

بعض باتیں جن سے مسلمان مرتد و کافر ہو جاتا ہے نماز روزہ اور زکوٰۃ سے تعلق رکھتی ہیں۔ مثلاً کسی بیمار سے کہا جائے کہ نماز پڑھ اور وہ بیمار کہے کہ خدا کی قسم میں کبھی نماز نہیں پڑھوں گا اور اسی حالت میں اُس کا انتقال ہو جائے تو وہ کافر ہوگا۔

اگر کوئی کہے کہ نماز پڑھنی نہ پڑھنی ایک سی ہے۔ یا کہے کہ میں نماز پڑھتے پڑھتے اُکتا گیا تو کافر ہو جائے گا۔

اگر کسی نے نماز کے لئے کہا اور دوسرے نے جواب دیا کہ میں نے بہت نماز پڑھ دیکھی نماز سے میری حاجت برآری نہیں ہوئی تو یہ دوسرا شخص کافر ہو جائے گا۔

اگر ایک شخص نے کہا کہ آؤ نماز پڑھو دیکھو نماز میں کیسی شیرینی ہے اور دوسرا جواب دے کہ تم نماز چھوڑ کر دیکھو کہ نماز چھوڑنے میں کیسی شیرینی ہے تو یہ دوسرا شخص کافر ہو جائیگا۔

اگر کوئی یہ کہکر نماز ترک کرے کہ خدا نے میرے مال میں کمی کر دی میں اُس کے حقوق میں کمی کرتا ہوں تو کافر ہو جائے گا۔

اگر ایک شخص صرف رمضان میں نماز پڑھتا ہے اور پھر نہیں پڑھتا اور کہتا ہے کہ رمضان میں ہر نماز کا ثواب ستر نمازوں کی برابر ملتا ہے اس لئے وہ دیگر ایام کے لیئے کافی ہے تو اُسپر کفر عائد ہے۔

اگر کوئی شخص بغیر وضو کے یا بغیر طہارت کے یا نجس کپڑے پر قصداً نماز پڑھے تو کافر ہو جائے گا۔

جو شخص رکوع و سجود کے فرض ہونے سے انکار کرے تو کافر ہو جائے گا۔

اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اگر کعبہ قبلہ نہ ہوتا بیت المقدس قبلہ ہوتا تو میں نماز کعبہ ہی کیطرف پڑھتا اور بیت المقدس کی طرف نہ پڑھتا یا کہا کہ اگر فلاں جگہ قبلہ ہو تو اُسکی

طرف مُنہ نہ کروں یا کہا کہ گو فلاں جانب کعبہ ہو تو اُسکی طرف رُخ نہ کروں یا کہا کہ قبلے دو ہیں۔ ایک کعبہ اور ایک بیت المقدس تو کافر ہو جائے گا۔

اگر کوئی شخص کفار و مشرکین میں بیٹھکر اُن کی خوشنودی کے لیئے نماز ترک کرے تو کافر ہو جائے گا۔

اگر کوئی شخص اذان سُنکر اذان کو شور و غوغا کہے تو کافر ہو جائے گا۔

اگر کوئی شخص دانستہ زکوٰۃ سے انکار کرے گا تو کافر ہو جائے گا۔

رمضان کے روزوں کی فرضیت کا جان بوجھکر انکار کرنا کفر ہے۔

رمضان کی اہانت اور تمسخر کفر ہے۔

اگر کہا کہ اللہ نے اِس طرح کی عبادتوں سے ہم کو کیا عذاب میں ڈال دیا ہے تو کفر ہے۔

بعض باتیں علمائے دین کی ذات سے تعلق رکھتی ہیں۔ پس

اگر کوئی کسی عالم دین کو یا فقیہہ کو بے سبب بُرا کہے اور اُسے اور اُس کے علم کو گالی دے تو کافر ہو جائے گا۔

اگر کوئی شخص کہے کہ میں علم (دین) لیکر کیا کروں گا مجھے تو روپیہ چاہیئے تو کافر ہو جائے گا۔

جس وقت کوئی عالم وعظ کہہ رہا ہو اور کوئی حدیث صحیح پڑھ رہا ہو تو اُس وقت یہ کہنا کہ اسکی ضرورت نہیں روپے کی ضرورت ہے کفر ہے۔

اگر کوئی عورت کہے کہ دانشمند خاوند پر لعنت ہو تو کافر ہو جائے گی۔

کتب فقہ میں مذکور ہے کہ ایک فقیہہ اپنی کتاب کسی دوکاندار کے پاس رکھکر کسی کام کو چلا گیا۔ جب فقیہہ واپس آیا تو دوکاندار نے اُس سے کہا کہ تم اپنا بسولہ یہیں چھوڑ گئے؟ فقیہہ نے کہا کہ میں تمہاری دوکان پر اپنی کتاب چھوڑ گیا ہوں بسولہ نہیں چھوڑ گیا ہوں۔ دوکاندار نے کہا کہ ایک ہی بات ہے بڑھئی بسولے سے لکڑی کاٹتے ہیں اور تم لوگ اپنی کتاب سے

لوگوں کی گردن کاٹتے ہو۔ فقیہ کو یہ بات بہت ناگوار گزری اور اُس نے شیخ امام ابی بکر محمد بن فضل سے شکایت کی۔ شیخ موصوف نے دو کا ندار کے قتل کا حکم دیا۔ اِس واقعہ سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ علم دین اور علمائے دین کی شان میں استہزا اور گستاخی کیسا گناہ عظیم اور باعث کفر ہے۔

اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے کہ خدا کی طاعت کر اور گناہوں سے باز رہ اسکے جواب میں اگر بیوی کہے کہ میں خدا اور علم کو کیا جانوں میں نے اپنے آپ کو دوزخ میں رکھا ہو تو کافر ہوجائے گی۔

اگر کسی شخص کے سامنے یہ کہا گیا کہ طالب علم ملائکہ کے پروں پر چلتے ہیں اور اُس نے کہا کہ یہ جھوٹ ہے تو کافر ہوجائے گا۔

اگر کوئی شخص یہ کہے کہ آج تو عیش سے گزرتی ہے عاقبت کی خبر خدا جانے تو کافر ہوجائیگا۔

اگر کوئی شخص کہے کہ میں رسوم کا پابند ہوں شرع کا پابند نہیں ہوں تو کافر ہوجائیگا۔

اگر کوئی شخص علماء کا فتوے زمین پر پھینکدے اور اُسکی توہین کرے اور کہے کہ یہ کیا شرع ہے تو کافر ہوجائے گا۔

اگر کسی نے علماء سے فتوی لیا اور فتوی یہ دیا گیا کہ طلاق ہوگئی۔ اب وہ کہے کہ میں طلاق ولاق نہیں جانتا تو کافر ہوجائے گا۔

کفر کی بعض باتیں حرام وحلال سے تعلق رکھتی ہیں۔ مثلاً جو شخص حرام کو حلال اور حلال کو حرام اعتقاد کرے گا وہ کافر ہوجائے گا۔

اگر کوئی شخص کہے کہ مجھے مال چاہیئے خواہ حلال ہو یا حرام تو کافر ہوجائے گا۔

اگر کوئی شخص فقیر کو خدا کی راہ میں مال حرام میں سے کچھ دے اور ثواب کی امید رکھے تو کافر ہوگا۔

اگر کسی شخص سے کہا جائے کہ مال حلال کھاؤ اور وہ کہے کہ مجھے تو حرام عزیز ہے تو کافر

ہوجائے گا۔ اور اگر یہ کہے کہ دنیا میں کوئی حلال کھانے والا ہو تو لاؤ میں اُسے سجدہ کروں تو بھی کافر ہوجائے گا۔

جو شخص یہ کہے کہ شراب کی حرمت قرآن سے ثابت نہیں ہوتی تو وہ کافر ہے۔

اگر کوئی شراب کے متعلق کہے کہ اگر اس میں سے تھوڑی سی گر پڑے تو جبرئیل علیہ السلام اپنے پروں سے اٹھالیں تو کافر ہوجائے گا۔

اگر کوئی شخص کسی گناہ صغیرہ کا مرتکب ہو اور اُس سے کہا جائے کہ توبہ کر۔ وہ جواب میں کہے کہ میں نے کیا کیا ہے کہ توبہ کروں تو کافر ہوجائے گا۔

اگر کوئی شخص طعام حرام پر یا کسی فعل حرام پر بسم اللہ کہے تو کافر ہوجائے گا۔ مثلاً شراب کو بسم اللہ کہکر پینا۔ زنا کے وقت جوا کھیلتے وقت بسم اللہ کہنا کفر ہے۔

اگر دو شخص تکرار کر رہے ہوں اور اُن میں سے ایک لاحول پڑھے اور دوسرا کہے کہ لاحول سے کام نہیں چلتا یا اسی طرح کے دیگر الفاظ سے لاحول کا تمسخر کرے تو کافر ہوجائیگا۔

کفر کی بعض باتیں روز قیامت سے متعلق ہیں۔ اور وہ یہ ہیں کہ اگر کوئی شخص قیامت۔ جنت۔ دوزخ۔ میزان۔ صراط۔ حشر۔ نامۂ اعمال کا انکار کرے گا تو کافر ہوگا۔

اگر کوئی شخص کہے کہ جنت میں داخل ہونے کے بعد دیدار الٰہی نہ ہوگا تو کافر ہے۔

عذاب قبر سے انکار کرنے والا کافر ہے۔

اگر کوئی شخص کہے کہ عذاب و ثواب صرف روح پر ہوگا تو کافر ہے۔

اگر کسی سے کہا جائے کہ گناہ نہ کر وایک دوسرا عالم ہے اور وہ کہے کہ دوسرے عالم کی کسے خبر ہے تو کافر ہے۔

اگر کسی نے کہا کہ مجھے محشر سے کیا سروکار یا کہا کہ مجھے قیامت سے ڈر نہیں تو کافر ہو۔

اگر کسی سے کہا گیا کہ دُنیا کو آخرت کے لئے چھوڑ دے اُس نے کہا کہ میں اُدھار کے بدلے نقد کو نہیں چھوڑتا تو کافر ہے۔

اگر کہا کہ جب تک تم رضوان کے لئے کچھ نہ لے جاؤ گے وہ جنت کا دروازہ نہیں کھولے گا تو کافر ہو گیا۔

اگر کوئی شخص کسی کو کلمات کفر سکھائے خواہ ہنسی مذاق کے طور پر کیوں نہ ہو کافر ہو جائیگا۔

اگر کوئی شخص دیگر مذاہب والوں کو اشغال واعمال کی بنا پر مسلمانوں سے بہتر قرار دے تو کافر ہے۔

اگر کوئی شخص کفار کے تہواروں کی عظمت کرے اور اس مقصد سے ان کے ہاں تحائف بھیجے یا اُن کے میلوں پر میلوں کی عظمت کی وجہ سے وہ چیزیں خریدے کرے جو معمولاً خریدا نہیں کرتا یا دیگر مذاہب والوں کے کسی فعل کو اچھا جانے۔ حتےٰ کہ اگر یہ کہے کہ مجوسیوں کے ہاں کھانا کھاتے وقت نہ بولنا اور حیض کی حالت میں عورت کو پاس نہ سلانا اچھا ہے تو کافر ہو جائیگا۔

جو شخص خدا کے سوا کسی بزرگ یا جن و پری وغیرہ کے نام پر کوئی جانور مخصوص کر دے مثلاً یہ بکرا شیخ سدو کا ہے یا یہ مرغ مدار صاحب کا ہے تو وہ کافر ہوگا اور اُس جانور کا کھانا حرام ہے۔ خواہ ذبح کے وقت خدا کا نام بھی کیوں نہ لیا گیا ہو۔

اگر کوئی شخص خدا کے سوا کسی دوسری ہستی کے تقرب و تعظیم کے لئے جانور ذبح کرے تو وہ کافر ہے۔ اور ذبح کیا ہوا جانور حرمت میں سؤر سے بڑھکر ہے۔

اگر خاوند نے بیوی کو مارا۔ اور بیوی نے کہا کیا تو مسلمان نہیں ہے؟ خاوند نے جواب دیا کہ ہاں میں مسلمان نہیں ہوں پس وہ کافر ہو جائے گا۔

اسی طرح اگر کسی شخص سے پوچھا جائے کہ تم مسلمان نہیں ہو اور وہ کہے کہ ہاں میں مسلمان نہیں ہوں تو کافر ہو جائے گا۔

اگر خاوند بیوی سے یا بیوی خاوند سے یا کوئی شخص کسی سے یہ بات کہے کہ تو کافر ہے اور وہ جواب دے کہ اگر میں ایسا نہ ہوتا تو تیرے ساتھ تعلق کیوں ہوتا۔ اس کلمہ کے کہنے سے کافر ہو جائے گا۔

اگر کوئی مسلمان کہے کہ میں ملحد ہوں تو وہ کافر ہو جائے گا۔

اگر کوئی کہے کہ میں فرعون ہوں یا ابلیس ہوں تو وہ کافر ہو جائے گا۔

اگر کوئی عورت خاوند سے کہے کہ تمہارے ساتھ رہنے سے کافر ہونا اچھا ہے تو وہ کافر ہو جائیگی۔

اگر کوئی عورت خاوند سے کہے کہ اگر تم میرے لئے فلاں چیز نہ خریدو گے یا فلاں کام نہ کروگے تو میں کافر ہو جاؤں گی۔ پس اتنا کہنے سے وہ کافر ہو جائے گی۔

اگر ایک شخص دوسرے سے کہے کہ خدا تجھ سے ایمان لے لے اور دوسرے نے اس جملہ پر آمین کہا تو دونوں کافر ہو جائیں گے۔

اگر کوئی شخص یہ آرزو کرے اور کہے کہ کاش اللہ ظلم۔ زنا اور قتل کو خواہ مخواہ حرام نہ کرتا تو کافر ہو جائیگا۔

اگر ایک مسلمان کسی غیر مذہب کی حسین عورت کو دیکھکر یہ تمنا کرے کہ کاش میں مسلمان نہ ہوتا بلکہ اس عورت کے مذہب میں ہوتا اور اس سے شادی کرتا تو کافر ہو جائیگا۔

اگر کوئی شخص کسی سے کہے کہ تم حق پر میری مدد کرو اور وہ جواب دے کہ میں ناحق پر بھی تمہاری مدد کروں گا تو وہ کافر ہو جائے گا۔

اگر کوئی شخص علم غیب کا دعویٰ کرے یا دوسرے کے علم غیب کا یقین کرے یا نجومی کی پیشگوئی کو سچ سمجھے تو کافر ہو جائے گا۔

اگر کوئی کلمات کفر یا کوئی ممنوع بات زبان پر لائے اور دوسرا شخص اُسے متنبہ کرے اور کہے کہ کیا کہتے ہو اس سے کفر لازم آتا ہے تو یہ شخص کہے کہ کفر لازم آتا ہے تو میں کیا کروں۔ لازم آنے دو تو کافر ہو جائے گا۔

اگر کوئی شخص کہے کہ میں ثواب و عذاب سے بری ہوں تو کافر ہو جائے گا۔

اگر کوئی شخص کہے کہ فلاں شخص جو کچھ کہیگا اُس پر میں عمل کروں گا خواہ وہ کفر ہی کیوں نہ کہے تو کافر ہو جائے گا۔

اگر کوئی شخص کہے کہ میں مسلمان ہونے سے بیزار ہوں تو کافر ہو جائے گا۔

احکام شرع کے ساتھ استہزا کفر ہے۔

یہ کہنا کہ جب تک خیانت نہ کی جائے اور جھوٹ بولا جائے دن نہیں گزرتا یا یہ کہنا کہ جب تک خرید و فروخت میں جھوٹ نہ بولا جائے روٹی کھانے کو نہیں ملے گی۔ یا کسی سے کہا جائے کہ تم کیوں خیانت کرتے ہو اور کیوں جھوٹ بولتے ہو اور وہ جواب میں کہے کہ اس سے چارہ نہیں تو ان الفاظ سے مسلمان کافر ہو جاتا ہے۔

اگر کوئی شخص کسی بات کے متعلق کہے کہ یہ بات کلمۂ طیبہ سے بھی زیادہ سچ ہے تو وہ کافر ہو جائے گا۔

مؤلف نے یہ باب اس طرح لکھا ہے کہ اُس کا دل خوف الٰہی سے کانپ رہا ہے۔ سچ ہے کہ زبان کا معاملہ بہت نازک ہے۔ زبان آتشگیر مادں سے بھی زیادہ خوفناک ہے۔ لفظوں کے معمولی ہیر پھیر میں کچھ سے کچھ ہو جاتا ہے۔ جب دنیا کے معمولی بادشاہوں کے دربار میں زبان کی ادنیٰ سی لغزش پر دربانہ نکلوا دیا جاتا ہے۔ یا انسان گردن زدنی قرار پاتا ہے تو اُس ذات گرامی کا کیا کہنا جو ملک الملوک اور خالق دوجہاں ہے۔ پس مسلمانوں کو چاہیئے کہ ہر وقت زبان کی احتیاط رکھیں۔ خواہ غصہ کی حالت ہو یا رنج کی خوشی میں ہوں یا غم میں بہرحال اور بہرکیف زبان سے کوئی ایسا کلمہ نہ نکالیں جو خدا اور رسول کی ناخوشی کا باعث اور خدانخواستہ کفر کا موجب ہو۔ اور دینداروں کو چاہیئے کہ صبح و شام اس دعا کو پڑھا کریں کیونکہ سرور عالم کا ارشاد ہے کہ جو شخص اس دعا کو پڑھیگا اُس کا ایمان اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے گا۔ دعا یہ ہے۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ اَنْ اُشْرِكَ بِكَ شَيْئًا وَّ اَنَا اَعْلَمُ وَاَسْتَغْفِرُكَ لِمَا لَا اَعْلَمُ +

جہاد

"جہاد" کی حقیقت جہاد کے لغوی معنی ہیں مشقت اور اصطلاح شریعت میں اُس لڑائی کو "جہاد" کہتے ہیں جو حفاظتِ اسلام کی غرض سے کافروں کے ساتھ کی جائے۔ قرآن مجید کی جن آیتوں میں جہاد کا ذکر ہے اُنکا ترجمہ یہ ہے "مسلمانو! تمپر دین کی حمایت میں دشمنوں سے لڑنا فرض کیا گیا ہے" (پارہ ۲ بقر رکوع ۲۶)

"اللہ کی راہ میں جان و مال سے جہاد کرو جیسا کہ اُسکی راہ میں جہاد کرنے کا حق ہے" (پارہ ۱۷ حج رکوع ۱۰)

"مسلمانو! جو لوگ خواہ مخواہ تم سے لڑیں تم بھی اللہ کے رستے میں یعنی دین کی حمایت میں اُن سے لڑو مگر زیادتی نہ کرو (پارہ ۲ سورۂ بقر رکوع ۲۴)

"اور جو لوگ تم سے لڑتے ہیں جنگ کی حالت میں تم اُن کے ساتھ کوئی رعایت نکرو اگر تم جنگ کے موقع پر اُنکے ساتھ سختی سے کام نہیں لوگے تو اُنکے حوصلے بڑھینگے اور وہ برابر فتنہ و فساد برپا کرتے رہینگے اور یہ ظاہر ہے کہ فساد کا برپا رہنا خونریزی سے بھی بڑھ کر ہے (پارہ ۲ سورۂ بقر رکوع ۲۴)

(مسلمانو!) اللہ کے رستے میں اگر تم مارے جاؤ تو خدا کی رحمت و مغفرت جو آخرت میں تم پر ہوگی وہ اُس مال و دولت سے کہیں بہتر ہے جو دُنیا میں چند روز زندہ رہ کر جمع کر لیتے ہیں (پارہ ۴ آل عمران رکوع ۱۷)

"اے ایمان والو! جب کافروں سے تمہارے لشکر کا تصادم ہو جائے تو اُن کے سامنے سے بھاگنا نہیں اور جو شخص ایسے موقع پر کافروں کے سامنے سے بھاگے تو سمجھ لو کہ وہ خدا کے غضب میں آ گیا اور آخرکار اسکا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ بہت بُری جگہ ہے (پارہ ۹ س انفال رکوع ۲)

"مسلمانو! جب کافروں کی کسی فوج سے تمہارا تصادم ہو جایا کرے تو ثابت قدم رہا کرو اور کثرت سے اللہ کو یاد کیا کرو تا کہ آخرکار تم فلاح پاؤ (پارہ ۱۰ س انفال رکوع ۶)

"بے شک خدا تو اُن لوگوں کو دوست رکھتا ہے جو اُسکی راہ میں اسطرح صف باندھ کر اور قدم جما کر لڑتے ہیں کہ گویا وہ ایک دیوار ہیں جسمیں سیسہ پلا دیا گیا ہے"

(پارہ ۲۸ سورۂ صف رکوع ۱)

اگر تمھارے دشمن فساد سے باز آجائیں تو پھر اُن پر کسی طرح کی زیادتی نہ کرو ، کیونکہ زیادتی ظالموں کے سوا کسی پر جائز نہیں (پارہ ۲ سورۂ بقر رکو ۶ ع ۲۴)

اور اگر کافر صلح کی طرف جھکیں تو تم بھی اُس کی طرف جھکو اور اللہ پر بھروسہ رکھو ، (پارہ ۱۰ س انفال رکو ۶ ع ۸)

اب وہ حدیثیں لکھی جاتی ہیں کہ جن سے جہاد کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے ،

جہاد کی فضیلت

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ، انسانوں میں سب سے اچھا وہ ایماندار آدمی ہے جو اپنے مال اور اپنی جان سے خدا کی راہ میں جہاد کرے ، (ابوداؤد)

حضرت انس رضؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضور اقدس نے فرمایا قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ میری خواہش یہ ہے کہ خدا کی راہ میں جہاد کروں اور قتل کیا جاؤں ، پھر جہاد کروں اور پھر قتل کیا جاؤں ، اور پھر جہاد کروں اور پھر قتل کیا جاؤں (بخاری)

ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یا حضرت ! اگر میں خدا کی راہ میں مارا جاؤں تو کیا سب گناہ معاف ہو جائینگے ؟ حضور نے فرمایا ہاں تمھارے سب گناہ معاف ہو جائیں گے سوائے قرض کے (مسلم)

حضرت سلمان فارسی رضؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجاہدین کے مال و اسباب کی حفاظت کرنا ایک دن اور ایک رات کے لیۓ ایک مہینے کے روزوں سے بہتر ہے ۔ (مسلم)

حضور نے فرمایا جس شخص نے خدا کی راہ میں کسی مجاہد کی مالی امداد کی یا اُسکی عدم موجودگی میں اس کے متعلقین کی اچھی طرح خبر گیری کی اس نے بھی گویا جہاد کیا ۔

پھر فرمایا جو شخص خالصاً لوجہ اللہ جہاد کرے اور شہید ہو اس کا جنت میں

داخل ہونا یقینی ہے، اور اُسکو حق تعالیٰ کا قرب حاصل ہوگا (ابوداؤد)

سہل بن حنیف رضؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن جہاد کے فضائل بیان کیئے، اور فرمایا جو شخص سچے دل سے جہاد کی آرزو کرے اور شہادت کا طالب ہو وہ خواہ اپنے بستر ہی پر مرے لیکن ثوابِ عظیم پائیگا۔ اور اس پر حق تعالیٰ کی رحمت ہوگی، (مسلم)

جہاد کی غرض و غایت

جہاد کی اصلی غرض و غایت قیام امن اور حفاظت اسلام ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص خدا کی رضامندی کے واسطے جہاد کرے وہ بیشک مجاہد ہے، اور اس کیلیئے اجرِ عظیم ہے، اور جو شخص نام و نمود یا فتنہ و فساد کی نیت سے جنگ کرے وہ مجاہد نہیں ہے۔ اور اس کے لیئے گناہ ہے۔ (بخاری)

حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یا حضرت! اگر کوئی شخص خدا کی راہ میں جہاد کرے اور دنیاوی مفاد کا بھی خواہشمند ہو تو اُسکو کچھ ثواب ملیگا یا نہیں،؟ حضورؐ نے فرمایا اُسے کچھ ثواب نہیں ہوگا (ابوداؤد)

اِن ارشادات سے ثابت ہے کہ جہاد میں اخلاصِ نیت ضروری ہے، ورنہ جہاد کا کوئی ثواب نہیں، اور دُنیاوی مفاد کے لیئے یا فتنہ و فساد کی نیت سے یا نام و نمود کے لیئے جہاد کرنا گناہ ہے،

فقہائے کرام نے لکھا ہے کہ جہاد کے لیئے ایک امام کا ہونا، اور مجاہدین کو اسکی متابعت کرنا ضروری ہے۔ اور جہاد میں کسی عورت کسی ضعیف العمر کسی نابالغ بچے پر حملہ نہ کیا جائے جو ایسا کرے وہ گنہگار رہے۔

جہاد کے مواقع

حفاظتِ اسلام کی غرض سے جہاد کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے، اسکی چند صورتیں ہیں۔ اگر کسی مقام پر حفاظتِ

اسلام کے سلسلہ میں کافروں سے اور مسلمانوں سے جنگ ہو رہی ہو اور مسلمانوں کی اور کافروں کی کی طاقت و قوت برابر ہو تو مختلف مقامات کے مسلمانوں پر جہاد فرض کفایہ ہے۔ یعنی اگر چند مسلمان بھی انکی امداد و اعانت کے لیے وہاں پہونچ جائیں گے تو فرض ادا ہو جائیگا۔ اور اگر یہ صورت ہو کہ مسلمان قلیل تعداد میں ہوں اور کافروں کی تعداد زیادہ ہو اور مسلمانوں پر ظلم ہو رہا ہو تو ہر مسلمان پر انکی امداد و اعانت فرض ہے اور یا یہ صورت ہو کہ مسلمانوں کے کسی شہر پر کافروں نے جمعیت عظیم کے ساتھ حملہ کیا ہو اور مسلمانوں کی جان و مال اور عزت و آبرو خطرے میں ہو تب بھی ہر مسلمان پر جہاد فرض عین ہو جاتا ہے، ایسے مواقع پر تساہل و تامل کرنا، اور لا یعنی عذر کرنا بے ایمانی کی علامت ہے۔ اور زبان سے کلمۂ حق کہنا جہاد باللسان ہے۔ اور قلم سے اظہار حق کرنا جہاد بالقلم ہے۔ اور راہِ حق میں مال صرف کرنا جہاد بالمال ہے، حق تعالیٰ توفیق عمل عطا فرمائے۔

قصاص

"قصاص" کے معنی ہیں "بدلا" شریعت اسلام میں جان کا بدلا جان ہے قرآن پاک میں حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ کسی مسلمان کو روا نہیں کہ مسلمان کو جان سے مار ڈالے مگر غلطی سے مار ڈالا ہو تو دوسری بات ہے، اور جو مسلمان کو غلطی سے بھی مار ڈالے تو اول تو ایک مسلمان غلام آزاد کرے، اور پھر مقتول کے وارثوں کو "خوں بہا" دے ہاں اگر وارثانِ مقتول "خوں بہا" معاف کر دیں تو ان کو اختیار ہے۔ اور اگر مقتول ان لوگوں میں کا ہو جو تم مسلمانوں کے دشمن ہیں اور وہ خود مسلمان ہو تو صرف ایک مسلمان غلام آزاد کرنا چاہیئے، اور اگر مقتول ان لوگوں میں کا ہو جن میں اور تم میں صلح کا عہد پیمان ہے تو قاتل کو چاہیئے کہ وارثانِ مقتول کو "خوں بہا" پہونچائے اور ایک مسلمان

غلام آزاد کرے، اور جسکو یہ میسر نہ ہو وہ متواتر دو مہینے کے روزے رکھے، یہ کفارہ خدا کی طرف سے قبول توبہ کے لیئے ہے۔ اور خدا سب کچھ جانتا اور بڑی حکمت والا ہے"

اور جو شخص مسلمان کو قصداً دیدہ و دانستہ مار ڈالے تو اس کی سزا دوزخ ہے جسمیں وہ ہمیشہ ہمیشہ جلتا رہیگا اور خدا اس پر غضبناک ہوگا اور اس پر لعنت کرے گا اور ایسے شخص کے لیئے اللہ نے بڑا سخت عذاب تیار کر رکھا ہے، (پارہ ۵ سورہ نساء)

چھٹے پارے سورہ مائدہ میں ارشاد ہے کہ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت، اور سب زخموں کا اسی طرح بدلا ہے، لیکن جو مظلوم بدلہ معاف کر دے تو وہ اس کے گناہوں کا کفارہ ہوگا۔ اور جو شخص خدا کے نازل کیئے ہوئے احکام کے مطابق حکم نہ دے تو ایسے ہی لوگ بے انصاف ہیں (سورہ مائدہ رکوع ۷)

ان آیات کی تفسیر میں مفسرین نے لکھا ہے کہ ان میں قصاص کے احکام ہیں اور یہ احکام عام ہیں، ان میں کسی کی تخصیص نہیں۔

اب ان احکام کی تفصیل حدیث و فقہ سے لکھی جاتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کسی مومن کا خون روا نہیں۔ لیکن اگر تین صورتیں واقع ہو جائیں تو خون روا ہے۔ وہ تین صورتیں یہ ہیں:۔

اگر کوئی مومن کسی کو ناحق قتل کرے تو اس سے قصاص لینا ضروری ہے اور اس کا قتل کرنا جائز ہے۔ اور اگر کوئی شادی شدہ مکلف مسلمان زنا کرے تو اس کو سنگسار کرنا روا ہے۔ اور اگر کوئی دین اسلام سے مرتد ہو جائے تو اس کو قتل کرنا واجب ہے۔ (بخاری)

شارحین کرام نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ مرتد ہونے والے شخص

کو جو مسلمانوں کے زمرے میں شمار کیا ہے تو یہ باعتبار اسکی پہلی حالت کے ہے ، اور حنفیہ کے نزدیک اگر کوئی عورت مُرتد ہو جائے تو اُسکو قتل نہ کیا جائے ۔

حضرت انس رضؓ بیان کرتے ہیں ، ایک دن مدینہ کے ایک یہودی تاجر نے ایک لڑکی کا سر پتھر سے کچلا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور یہ مقدمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوا ، حضورؐ نے اوّل تو لڑکی کا بیان سنا ۔ پھر اس یہودی سے استفسار کیا تو اُس نے اپنے جرم کا اقرار کیا اُس کے بعد حضورؐ نے اس یہودی کا سر کچلنے کا حکم دیا ۔ (بخاری اور مسلم)

اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے فقہا نے لکھا ہے کہ اگر کوئی مرد کسی عورت کو قتل کرے تو اس سے قصاص لیا جائے اور اُس کو قتل کیا جائے ،

حضرت ابن عمر رضؓ سے روایت ہے کہ ایک دن ربیع بن نضر نے ایک لڑکی کے منہ پر اس زور سے لکڑی ماری کہ اس کے دانت ٹوٹ گئے ، آخر یہ مقدمہ حضور اکرم رضؓ کی خدمت میں پیش ہوا ۔ آپ نے تحقیق و تفتیش کرنے کے بعد حکم دیا کہ ربیع بن نضر کے دانت توڑے جائیں (بخاری)

حضرت سمرہ بن جندب رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا جو اپنے غلام کو قتل کریگا ہم اس سے قصاص لینگے ، اور اُسکو قتل کرینگے ۔ اور جو شخص اپنے غلام کے اعضا کاٹے گا ہم اُس کے اعضا کاٹیں گے ۔ (ترمذی اور ابن ماجہ)

عرب میں غلاموں کے ساتھ نہایت ظالمانہ سلوک ہوتا تھا اور اکثر اوقات بعض استبداد پسند اصحاب غلاموں کو قتل کر دیتے تھے ، اور اُن کے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالتے تھے ۔ حضور نے اس کا انسداد فرمایا ،

عمرو بن شعیب رضؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص جان بوجھ کر کسی کو قتل کرے ، اُسکو قتل کیا جائے ، اور قصاص کا حکم سب مسلمانوں کے

لیئے ہے (یعنی اسمیں ادنی و اعلی اور شریف ورذیل کا کوئی امتیاز نہیں) اور مسلمان کافر کے بدلے قتل نہ کیا جائے (ابن ماجہ)

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے متعلق یہ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے جو یہ فرمایا ہے کہ مسلمان کو کافر کے بدلے میں قتل نہ کیا جائے اس کا یہ مطلب ہے کہ جو کافر حربی ہو، یعنی مسلمانوں سے جنگ میں مصروف ہو اس کے بدلے میں کسی مسلمان کو قتل نہ کیا جائے، اور جو کافر کہ ذمی ہو یعنی مسلمانوں کی حمایت میں ہو اس کے بدلے میں قتل کرنا درست ہے،

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص عمداً کسی کو قتل کرے تو اس سے قصاص لینا واجب ہے، اور جو شخص قصاص لینے میں حائل ہو اور مزاحمت کرے اس پر اللہ تعالی کی لعنت ہے، اور اس پر غضب نازل ہوگا، اور اس کی کوئی عبادت فرض ہو یا نفل قبول نہ ہوگی، اور جس شخص کے ہاتھ سے بھول میں کوئی مارا جائے یا نادانستہ طور پر مارا جائے تو اس سے قصاص نہیں لینا چاہیئے۔ بلکہ غلطی کا "خونبہا" لینا چاہیئے۔ (ابوداؤد)

نادانستہ طور پر قتل" کے متعلق فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ اسکی چند صورتیں ہیں۔ انکی تفصیل یہ ہے اگر کوئی شخص شکار کھیل رہا تھا اور اُسکے نشانے کی زد میں جانور کی بجائے آدمی آگیا تو یہ نادانستہ فعل ہے اور غلطی پر محمول کیا اور اگر کوئی شخص کسی بلند جگہ پر سے ہتھیار اتار رہا تھا اور نیچے آدمی سو رہا تھا دفعتًہ اس کے ہاتھ سے ہتھیار چھوٹ گیا اور وہ سوتا ہوا آدمی ہلاک ہوگیا تو اس صورت میں بھی عمد ثابت نہیں۔ ایک مریض کے پاس دو دوائیں رکھی ہوئی تھیں، ایک زہریلی اور دوسری مرض کے متعلق کسی ناواقف شخص نے اصلی دوا کے بجائے زہریلی دوا دیدی اور مریض ہلاک ہوگیا تو یہ فعل غلطی پر محمول کیا جائیگا اور ان سب صورتوں میں ایک غلام آزاد کیا جائیگا اور خونبہا ادا کیا جائیگا۔ اور جو شخص کسی کا ہاتھ کاٹے تو اس کا ہاتھ کاٹا

جائے اور جو شخص کسی کا پاؤں کاٹے تو اُسکا بھی پاؤں کاٹا جائے، اور اگر کوئی شخص کسی کی آنکھ میں ایسی ضرب لگائے جس سے آنکھ کی روشنی زائل ہو جائے تو ایسے شخص کی آنکھ پھوڑ دی جائے، (المختصر القدوری)

شرعی سزائیں

اسلام کے مخالف فرقے بھی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ قانون اسلام میں جرائم کے متعلق جیسی مؤثر ترین اور تہدید آمیز سزائیں درج ہیں دنیا کے کسی قانون میں نہیں، اور اسمیں ذرا بھی شبہ نہیں کہ جن ممالک میں قوانین اسلامیہ جاری اور نافذ ہیں وہاں مجرمونکی تعداد بمقابلہ دوسرے ممالک کے نہایت کم نظر آتی ہے۔ ان حقائق اور مشاہدات کی بناء پر یہ کہنا درست ہے کہ شریعت اسلام نے مجرموں کے لیے جو سزائیں تجویز کی ہیں وہ غایت درجہ انسب اور احسن ہیں۔

زنا کی سزا

"زنا" ایک بدترین گناہ ہے۔ قرآن مجید میں حقتعالیٰ نے فرمایا ہے کہ زنا کے قریب بھی مت جاؤ کہ وہ بڑی بےحیائی اور بدچلنی کا کام ہے (پارہ ۱۵ سورۂ بنی اسرائیل) اس گناہ کے مٹانے کیلیے اسلام نے جو سزا تجویز کی ہے وہ یہ ہے۔

"جو عورت اور مرد زنا کریں ان دونوں کو سو سو درّے مارو اور اگر تم کو اللہ اور روز آخرت پر یقین ہے تو خدا کے اس حکم کی تعمیل میں تمھیں مجرمونکے حال پر ہرگز ترس نہ آنا چاہیے اور یہ بھی ہونا چاہیے کہ زناکارونکو جسوقت سزا دیجائے اُسوقت مسلمانوں کی ایک جماعت انکی فضیحت کیلئے موجود رہے" (پارہ ۱۸ سورۂ النور رکوع ۱) پھر فرمایا ہے۔ مسلمانو! تمھاری عورتوں میں سے جو عورتیں بدکاری کی مرتکب ہوں تو انکی بدفعلی پر چار اپنے آدمیونکی گواہی لو، اگر گواہ انکی بدکاری کی تصدیق کریں تو سزا کے طور پر اُن عورتوں کو گھروں میں بند رکھو یہاں تک کہ موت اُن کا کام تمام کردے یا اللہ اُن کے لیے کوئی اور رستہ نکالے۔ (پارہ ۴ النساء رکوع ۳)

پھر فرمایا ہے :- (مسلمانو!) تم میں سے جو لوگ بدکاری کے مرتکب ہوں اُن کو مارو ، اور ایذا دو ، اگر وہ توبہ کریں اور اپنی حالت کی اصلاح کرلیں تو اُن سے اور زیادہ تعرض نہ کرو ، کیونکہ اللہ تعالیٰ بڑا توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے (پارہ ۴ النساء رکوع ۳)

ان آیتوں کی تشریح و تفسیر میں مفسرین کرام نے لکھا ہے کہ اِن ارشادات کا مطلب یہ ہے کہ اگر غیر شادی شدہ مرد یا عورت پر چار گواہوں کی شہادت سے یا حمل سے یا اقرار سے زنا کا جرم ثابت ہوجائے تو اُن کے سو درّے مارے جائیں ، اور اگر مرد و عورت شادی شدہ ہیں اور اُن کا مجرم ہونا ثابت ہے تو اُن کو سنگسار کیا جائے ، اور اگر شادی شدہ بدکار عورت حاملہ ہے تو وضع حمل کے بعد اُسکو سنگسار کیا جائے ، اور لونڈی غلاموں کے لئے سنگساری کی سزا نہیں ہے ، بلکہ اُن کے لئے صرف پچاس درّے مقرر ہیں۔ (بیضاوی)

حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں جب غیر شادی شدہ بدکار پیش ہوتے تھے تو حضور سو درّے مارنے کا حکم دیتے تھے ، اور جب شادی شدہ بدکار حاضر کیے جاتے تھے تو اُن کے لیے سنگسار کیے جانے کا حکم صادر ہوتا تھا (صحیح بخاری و مسلم)

حضرت ابن عباس رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن ایک معزز قبیلے کے ایک زانی مرد اور ایک زانیہ عورت کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں پیش کیا گیا ، حضور اکرم نے انکے جرم کے متعلق کافی تحقیق و تفتیش فرمائی ۔جب جرم ثابت ہوگیا تو آپ نے دونوں کو سنگسار کرنے کا حکمدیا (صحیح مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ ایک شادی شدہ زانیہ عورت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائی گئی وہ حاملہ تھی ، جب جرم ثابت ہوگیا تو حضور نے اسکو حفاظت اور نگرانی میں رکھنے کا حکمدیا ، یہاں تک کہ بچہ پیدا ہوا ، جب وہ وضع حمل سے فارغ ہوگئی تو آنحضرت نے اُسکو سنگسار کیے جانے کا حکم

صادر فرمایا ۔ (ابن ماجہ)

حضرت امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ اے مسلمانو! اگر تم چاہتے ہو کہ زنا کا انسداد ہو جائے اور بدکاری مٹ جائے تو احکامِ شریعت کے جاری کرنے میں کسی کی رعایت نکرو (مطالب حسنہ)

امام احمد بن حنبل رح کا قول ہو کہ اس شخص سے زیادہ بدبخت کون ہو سکتا ہے جو شرعی سزا کے جاری کرنے میں پہلو تہی کرے، یا حدودِ شریعت کے اجراء میں ادنی و اعلی یا بلند و پست کا لحاظ کرے (مسند امام احمد)

زنا کی تہمت کسی پرہیزگار اور پارسا مرد یا عورت پر زنا کا الزام لگانا قبیح ترین فعل ہے۔ اسلام نے جسطرح زانی اور زانیہ کے لیے سزائیں مقرر کی ہیں اسیطرح اُن لوگوں کے لیے بھی سزائیں مقرر کی ہیں جو ازراہِ بغض و عناد یا ازراہِ شرارت نیک لوگوں پر زنا کی تہمت لگاتے ہیں۔

قرآنِ مجید میں حقتعالی نے فرمایا ہے کہ جو لوگ پاکدامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگائیں اور اپنے دعوی پر چار گواہ نہ لاسکیں تو ایسے لوگوں کے اسی درے مارو، اور انکی کوئی گواہی قبول نہ کرو، (تاوقتیکہ وہ تائب نہ ہوں) یہ تو اُن کے لیے دنیا میں سزا ہے، اور یہ لوگ آخرت میں بھی مستحقِ سزا ہیں، (پارہ ۱۸ رکوع ۸ سورۂ نور) اس آیت کی تفسیر میں مفسرین نے لکھا ہے کہ مطلب آیت کا یہ ہے کہ اگر الزام لگانے والے الزام کے ثبوت میں چار گواہوں کی گواہی پیش نہ کر سکیں تو اس جھوٹے الزام کی سزا میں ایسے لوگوں کے اسی ۸۰ درے مارے جائیں، اور ایسے لوگوں کی گواہی اسوقت تک کسی مقدمہ میں قبول نہ کی جائے جب تک وہ اپنی خصلتِ شنیعہ سے خلوص کے ساتھ توبہ نہ کریں، ہاں اگر وہ سچے دل سے تائب ہو جائیں تو انکی شہادت لائقِ اعتبار ہو سکتی ہے اور حقتعالی غفور الرحیم ہے، ممکن ہے اُن کے گناہوں کو بخشدے اور ان کی مغفرت

فرمائے، اور زنا کے مقدمہ میں جسطرح لونڈی یا غلام کے پچاس دُرے مارے جاتے ہیں اسی طرح زنا کا الزام لگانے کے جرم میں اُن کے لیئے پچاس دُرّ ے کی سزا مقرر ہے (کشاف)

سنہ ۶ھ میں غزوۂ بنی مصطلق سے واپسی کے وقت جب بعض منافقین نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر شرمناک تہمت لگائی اور بعض سادہ لوح مسلمان بھی اس آفت میں مبتلا ہوگئے، تو آنحضرت ؐ کو نہایت افسوس ہوا، پھر جب حقتعالی نے ام المومنین کی معصومیت کے بارے میں آیتیں نازل فرماکراس بہتان کو جھوٹا قرار دیا تو حضورؐ نے مجرمین کے اسی اسی دُرے لگائے جانے کا حکم دیا۔

ان دلائل سے یہ ثابت ہے کہ کسی پرہیزگار اور پارسا شخص پر زنا کی تہمت لگانا گناہِ عظیم ہے اور عذاب دُنیوی و اُخروی کا باعث ہے، (مسند احمد بن حنبل)

چوری کی سزا

قرآنِ مجید میں حق تعالی نے فرمایا ہے کہ خواہ مرد چوری کرے یا عورت دونوں کے داہنے ہاتھ کاٹ ڈالو، خدا نے چوری کرنے والوں کی یہی سزا مقرر کی ہے (پارہ ۶ سورہ مائدہ رکوع ۶)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ فتح مکہ کے وقت قبیلۂ بنی مخزوم کی ایک عورت نے چوری کی تھی، اور چونکہ یہ قبیلہ اپنی بعض خصوصیات کی وجہ سے نہایت معزز اور محترم تھا اس لیئے قریش چاہتے تھے کہ اسکو "قطع ید" (ہاتھ کاٹنے) کی سزا نہ دی جائے، اس مقصد کی تکمیل کے لیئے سرداران قریش نے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو (جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کے محبوب خادم تھے اپنا وکیل بنایا۔ اور مجرمہ کے حق میں پرزور سفارش کرائی، حضور اکرم ؐ نے جب سفارشی جملے سنے تو فرطِ غضب سے آپ کا چہرۂ اقدس تمتما اٹھا، اور آپ نے فرمایا یاد رکھو تم سے پہلے بہت سی قومیں اس لیئے ہلاک کی گئیں کہ جب اُنمیں سے کوئی بڑا آدمی چوری کرتا تھا تو لوگ اس کو چھوڑ دیتے تھے۔ اور جب کوئی عام آدمی چوری کرتا تھا تو اُسکو

سزا دیتے تھے ، لیکن میں قسم کھاتا ہوں اُس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہو کہ اگر محمدؐ کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو اس کے ہاتھ بھی ضرور کاٹے جاتے ، اس کے بعد آنحضرتؐ نے اُس عورت کے ہاتھ قطع کیے جانے کا حکم دیا (بخاری)

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ایکدن ایک شخص نے دریافت کیا کہ یا ابوحنیفہؒ! کسقدر مال کی چوری پر ہاتھ کاٹنے کا حکم ہو ؟ آپ نے فرمایا تین درہم پر ! (مطالب حسنہ)

راہزن کے متعلق فقہ کی کتابوں میں لکھا ہو کہ اگر رہزن گرفتار ہو جائے اور غارتگری کا جرم اُس پر ثابت ہو جائے تو اس کا ایک طرف کا ہاتھ اور دوسری طرف کا پاؤں کاٹا جائے ، اور اگر وہ رہزنی کے ساتھ ہی خونریزی بھی کرتا ہو تو اسکو قتل کر دیا جائے ، اور اسکی نعش کو لوگوں کی عبرت کے لیے کسی مقام پر لٹکایا جائے اور تشہیر کی جائے ، اور اگر وہ رہزنی کی نیت سے کسی مقام پر چھپکر بیٹھا ہو۔ خواہ اس نے کسی کو لوٹا ہو یا نہ لوٹا ہو تو ایسے شخص کو گرفتار کرکے شہر بدر کر دینا کافی ہے ۔ (المختصر القدوری)

یہ دُنیوی سزائیں بیان کی گئی ہیں ان کے علاوہ آخرت میں جو سزائیں ملینگی اُنکا علم اللہ تعالیٰ کو ہو رب قدوس ہر مسلمان کو افعالِ قبیحہ سے محفوظ و مصئون رکھے ،

لواطت کی سزا | " لواطت " کے معنی ہیں " اغلام " یہ فعل حضرت لوط پیغمبرؑ کے زمانے میں شائع ہوا تھا اور اُنکی اُمت نے اسکی ابتدا کی تھی اس لیے اصطلاحِ عرب میں اسکو " لواطت " کہتے ہیں ۔ فقہائے کرام نے اس فعل کی نسبت لکھا ہے کہ :۔

عَمَلَ قَومِ لُوطٍ کالزِنَا " یعنی لواطت مثل زنا کے ہے ،

امام اعظم ابوحنیفہ رحہ نے اس کے لیے کوئی شرعی حد مقرر نہیں کی ، بلکہ قاضی کو

اختیار دیا ہے کہ وہ فاعل مفعول دونوں کو جسقدر چاہے سخت سزا دے ، بعض فقہار کہتے ہیں کہ جب یہ ثابت ہے کہ لواطت مثل زنا کے ہو تو قاضی کو حق حاصل ہے کہ وہ فاعل اور مفعول دونوں پر حدِ زنا جاری کرے ، یعنی جرم ثابت ہونے پر سَو سَو دُرے مارے اور بدکاروں کو سزا دیتے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت کو حاضر رکھے ۔

شراب خواری کی سزا

اگر کوئی شخص شراب پیتے ہوئے گرفتار کیا جائے یا دو معتبر اور پرہیزگار شخص کسی کی نسبت یہ شہادت دیں کہ وہ شرابی ہے ، تو ایسے مجرم کے لیئے اسّی دُرّے سزا مقرر ہے ۔ اور غلام کے لیئے چالیس دُرّے ہیں ، اور جو شخص اپنے جرم کا اقرار کرنے کے بعد سچے دل سے تائب ہوجائے اور محتاط رہنے کا عہد واثق کرے تو اسکو اصلاح کا موقعہ دیا جائے ۔ اور اگر وہ باز نہ آئے تو حد جاری کی جائے ، اور اُس کے کسی عذر کو نہ سُنا جائے ،

گالی دینے کی سزا

اگر کوئی شخص کسی کو گالی دے ، یا کسی نیک آدمی کو فاسق یا کافر یا خبیث کہے تو جرم ثابت ہونے پر اس کے کم سے کم تین دُرّے اسے جائیں ، اور اگر وہ اپنی بدزبانی سے باز نہ آئے اور پھر اُسی جرم کا ارتکاب کرے تو دس دُرّے مارے جائیں اور اگر پھر بھی وہ باز نہ آئے اور اپنی عادت پر قائم رہے تو انتالیس دُرّے مارے جائیں ۔ ۔ ۔ ۔ ؛

اس مسئلے سے بہت کم مسلمان واقف ہیں ، اور چونکہ ہندوستان میں کوئی محکمۂ شریعت نہیں ہے ، اس لیئے عام طور پر گالی دینے اور بے ایمان ، خبیث ، ملعون ، اور کافر کہنے کا بہت رواج ہے ، حق تعالیٰ مسلمانوں کو اصلاح اخلاق و اعمال کی توفیق عطا فرمائے ،

رشوت لینے اور دینے کی سزا

رشوت لینا اور دینا دونوں باتیں جرم ہیں ، امام بیہقی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں

کہ رشوت لینے والا، اور دینے والا حق وانصاف کے دشمن ہیں، اور حقوق العباد کو پامال کرنے والے ہیں۔ پس لائق تعزیر ہیں،

امام اعظم ابوحنیفہ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے رشوت لینے والے اور دینے والے کے لیئے کوئی سزا مقرر نہیں کی ہے، بلکہ قاضی کو اختیار دیا ہے کہ وہ جرم ثابت ہونے پر جسقدر مناسب سمجھے سزا دے اور ہرگز کسی قسم کی رعایت نہ کرے، اور اگر کوئی قاضی رشوت لے تو حاکم اعلیٰ یا بادشاہ کا فرض ہے کہ وہ اسکو برخاست کردے، اور اسکو رسوا کرے،

امام ابویوسف رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں کہ رشوت لینے کو اس لیے جرم قرار دیا گیا ہے کہ اس سے خدا کے بندوں کی حق تلفی ہوتی ہے، اور جو حاکم رشوت نہیں لیتا وہ ہر ادنیٰ و اعلیٰ پر نہایت عدل وانصاف کے ساتھ حکم جاری کرتا ہے۔ اور کسیکی رعایت نہیں کرتا۔ اور جو شخص رشوت لیتا ہے وہ کبھی عدل وانصاف پر قائم نہیں رہ سکتا، اور دیدہ و دانستہ حق وانصاف کا خون کرتا ہے، اور خائف ومرعوب ہوکر غلط فیصلہ کرتا ہے:۔

حاکمانِ شریعت کیلئے تاکید

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے جو حدیں مقرر کی ہیں اُن کو بلا خوف وخطر جاری کرو، اور مجرموں کو سزا دو، اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خیال نکرو اور کسی کی رعایت نہ کرو، اور کسی قرابت کا لحاظ نہ کرو۔ (ابن ماجہ)

حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کسی بادشاہ اور حاکم کے لیئے یہ جائز نہیں کہ وہ "حدودِ شریعت" کے اجراء ونفاذ میں کسی کی سفارش قبول کرے یا قرابت کا لحاظ کرے، یا کسی کے طعن وتشنیع کی پرواہ کرے، یا ناجائز فائدہ حاصل کرکے غلط فیصلہ لکھے (کتاب الوصایا)

حضرت ابوعبداللہ مہنوی لکھتے ہیں اے لوگو! جب تم کسی معاملہ میں حکم اور منصف

قرار دیئے جاؤ تو تمھارا فرض ہے کہ عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ صادر کرو اگر تم نے کسی کی طرفداری کی یا رعایت کی یا سفارش قبول کی تو یاد رکھو خدا تعالیٰ سب حاکموں کا حاکم ہے وہ احتساب فرمائیگا اور قیامت کے دن تمھیں سخت سزا دیگا (المیزان)

تصاویر

اسلام نے خالص خدا پرستی کی تعلیم دی ہے اور ہر اُس بات کو حرام قرار دیا ہے جسمیں ایک ذرہ کے برابر بھی شرک کا شائبہ نظر آیا ہے۔ "تصویر سازی" اور "تصویر پرستی" کا رواج بہت قدیم ہے، اور دنیا کے ہر گوشہ میں شرک کی ابتدا اسی ملعون رسم کی وجہ سے ہوئی ہے، تاریخ شاہد ہے کہ جس زمانے میں تصویر سازی کے آلات ایجاد نہیں ہوئے تھے، اُسوقت تصویر بنانے کا یہ قاعدہ تھا کہ مٹی یا پتھر پر کسی بزرگ شخص کے چہرے نقش و نگار بنائے جاتے تھے، اور اُسکو کسی بلند مقام پر نصب کرکے اُسکی پرستش کی جاتی تھی آج فرعونِ مصر، نوشیروانِ عادل، سری کرشن اور دوسرے مشہور لوگوں کی جو تصویریں محفوظ ہیں وہ غالباً اُسی زمانے کی یادگار ہیں۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد میں بھی اہلِ شرک کا یہ محبوب ترین مشغلہ جاری تھا۔ لیکن حضور نے اسکو حرام قرار دیا،

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس گھر میں کسی جاندار کی تصویر ہوتی ہے وہاں ملائکہ داخل نہیں ہوتے (بخاری مسلم)

اُم المؤمنین حضرتِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی مکان میں کسی جاندار کی تصویر دیکھتے تھے تو فوراً اُسکو مٹا دیتے تھے، اور توڑ ڈالتے تھے، ایکدن کا واقعہ ہے کہ میں نے ایک تکیہ خریدا اُس پر تصویر بنی ہوئی تھی جب حضور اکرم میرے حجرے میں تشریف لائے اور تصویر پر آپ کی نظر پڑی

تو آپکے چہرہ اقدس پر غصہ کے آثار پیدا ہوئے، اور آپ نے مجھ سے پوچھا کہ یہ تکیہ کہاں سے آیا۔ میں نے عرض کیا کہ یہ میں نے خریدا ہے، تاکہ آپ تکیہ لگا کر بیٹھیں۔ حضورؐ نے فرمایا اے عائشہ کچھ شک نہیں ہے کہ جاندار کی تصویر رکھنا حرام ہے، اور جس مکان میں تصویر ہوتی ہے وہاں ملائکہ نہیں آتے۔ اور تصویر بنانے والوں پر قیامت کے دن عذاب ہوگا اور اُن سے کہا جائیگا کہ جس تصویر کو تم نے بنایا ہے اسمیں جان ڈالو اس ارشاد کے بعد حضور اکرم نے اس تصویر کو مٹا دیا۔ (بخاری و مسلم)

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میرے حجرے کے دروازے پر ایک پردہ پڑا ہوا تھا جس پر تصویریں بنی ہوئی تھی، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس طرف تشریف لائے تو آپ نے غصہ کے ساتھ اس پردہ کو کھینچا، اور چاک کر دیا۔ (مسلم)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تبارک و تعالیٰ کا نام مصوّر ہے یعنی طرح طرح کی صورتیں بنانے والا، پس جو شخص اللہ تعالیٰ کے فعل کے ساتھ مشابہت کرتا ہے یعنی تصویریں بناتا ہے وہ قیامت کے دن سخت عذاب میں مبتلا ہوگا۔ اور حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اُس شخص سے زیادہ ظالم کون ہو سکتا ہے جو میرے کام کے ساتھ مشابہت کرے، یعنی تصویریں بنائے اور حقیقت میں یہ پیدا کرنا نہیں ہے بلکہ نقل اتارنا ہے، اور اگر کسی کو پیدا کرنے کا دعویٰ ہو تو وہ ایک چیونٹی ہی پیدا کرکے دکھائے (بخاری)

حضرت سعید بن ابو الحسن تابعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک یمنی شخص آیا، اور اُس نے کہا یا شیخ میں ایک مصوّر ہوں، اور جانداروں کی تصویریں بناتا ہوں، اور تصویر سازی میرا آبائی پیشہ ہے، اور میں اس کے سوا کوئی اور پیشہ نہیں جانتا۔ پس آپ میرے لئے کیا ارشاد فرماتے ہیں۔؟

حضرت ابن عباسؓ نے اس کا بیان سنکر فرمایا ۔ اے شخص ! میں تم سے وہ بات کہتا ہوں جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہو ، اور وہ یہ کہ جانداروں کی تصویریں بنانا حرام ہے ،

پس میں تمھیں یہ مشورہ دیتا ہوں کہ تم اگر مصوّری کے کام کو جاری رکھنا چاہتے ہو تو جانداروں کی تصویریں ہرگز نہ بناؤ ، بلکہ درختوں ، سمندروں ، عمارتوں اور خوشنما مناظر کی تصویریں بناؤ ، کہ اسمیں کچھ مضائقہ نہیں (بخاری)

ان احادیث سے استنباط واستدلال کرتے ہوئے فقہائے کرام نے لکھا ہو کہ کسی ذی رُوح کی تصویر بنانا جائز نہیں ، اور جو شخص تصویر بناتا ہے وہ گناہِ کبیرہ کا ارتکاب کرتا ہو اور غیر ذی رُوح چیزوں کی تصویر بنانا جائز ہے ۔ جیسے پہاڑ ، صحرا ، درخت سمندر ، مکانات ، اور دلفریب مناظر وغیرہ ،

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ بزمانۂ موجودہ شرک کا اندیشہ نہیں ہو ، اس لئے عکسی تصاویر رکھنا جائز ہے ، وہ ہمارے اس بیان پر اعتبار فرمائیں کہ ہم نے صدہا اہلِ طریقت بزرگوں کو مُرشدوں کی تصویروں کے سامنے سر جھکاتے ، اور سجدہ کرتے دیکھا ہے :-

وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا

(ہمارے اس بیان پر اللہ کی شہادت کافی ہے)

پس ہمیں اس بات پر یقین کرنا چاہیے کہ شارعؑ نے جو حکم جن مصلحتوں کی بنا پر دیا ہو ، وہ ناقابلِ تردید ہے ،

سحر

شریعت اسلام میں سحر کا سیکھنا اور اسکو تکمیل حاجات کا ذریعہ سمجھنا کفر ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ سحر کرنے والے بتوں سے اور ارواح خبیثہ سے اعانت چاہتے ہیں، اور غیر اللہ کی تعظیم اور پرستش کرتے ہیں پس اُن کے کافر اور مشرک ہونے میں ذرا بھی شک نہیں۔ قرآن مجید نے اسکو عمل شیطان سے تعبیر کیا ہے اور رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جس شخص نے سحر کیا وہ مشرک ہے (نسائی)

امام اعظم ابوحنیفہ رح فرماتے ہیں کہ جو شخص سحر سیکھنے کی طرف راغب ہو اسکو منع کیا جائے۔ اگر وہ باز نہ آئے تو اسکو قید کردیا جائے۔ اور اگر کوئی شخص سحر سیکھ چکا ہو تو اس سے توبہ کرائی جائے۔ اگر وہ توبہ نہ کرے تو اسکو قتل کردیا جائے اور اسکی نعش کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ کیا جائے اور اس کے جنازے کی نماز نہ پڑھی جائے۔ اور کوئی شخص اس کے لیے دعائے خیر نہ کرے۔ (حاشیہ مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۳۰)

امام فخرالدین رازی رح نے آیہ کریمہ " وَاتَّبَعُوا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ " کی تفسیر میں لکھا ہے کہ جتنے افعال خارقہ ہیں وہ سب اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہیں۔ اور اُسی کے ارادے اور حکم سے معرض ظہور میں آتے ہیں، خواہ وہ اولیاء اللہ کے ذریعہ سے ظاہر ہوں، یا ساحروں کے ذریعہ سے۔ فرق صرف اسقدر ہے کہ اولیاء اللہ اُن کو غیر خدا کی طرف منسوب نہیں کرتے بلکہ منجانب اللہ یقین کرتے ہیں۔ اور ساحران افعال خارقہ کو غیر خدا کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اور بتوں، ستاروں اور خبیث روحوں کی قدرت سے متعلق سمجھتے ہیں۔ پس اُن پر شرک صریح لازم آتا ہے۔ اور جو ساحر اولیاء اللہ اور صالحین کے مقابلہ میں آتے ہیں وہ ہمیشہ ذلیل و خوار ہوتے ہیں۔ اور اس ذلت کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ افعال خارقہ و عجیبہ کو غیر اللہ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ پس حقتعالیٰ اپنے صالح

بندوں کو فوقیت اور کامیابی عطا فرماتا ہے اور ساحروں کو بسبب انکی باطل پرستی کے ذلت دیتا ہے۔ اور اگر کوئی شخص یہ سوال کرے کہ جب تمام افعالِ خارقہ اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہیں تو پھر ساحروں کے ذریعہ سے اُن کا ظہور کیوں ہوتا ہے۔؟ اسکا جواب یہ ہے کہ حق تعالیٰ مصلحتاً اور امتحاناً ان کو مہلت دیدیتا ہے اور آخر انکو ذلیل و خوار کرتا ہے۔ یہ مسئلہ اس مثال سے بخوبی سمجھ میں آسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو "قوتِ عمل" عطا کی ہے۔ اور نیک و بد کی تمیز رحمت فرمائی ہے۔ ایک شخص اُسی قوت کو اچھے کاموں میں صرف کرتا ہے اور دوسرا شخص بُرے کاموں میں صرف کرتا ہے۔ مثلاً ایک شخص خدا کی دی ہوئی قوتِ گویائی سے خدا کی حمد و ثنا بیان کرتا ہے قرآن مجید پڑھتا ہے اور لوگوں کو نیک باتیں بتاتا ہے اور دوسرا شخص اُسی قوتِ گویائی سے ہر وقت جھوٹ بولتا ہے غیبت کرتا ہے گالیاں دیتا ہے۔ اور لوگوں کو بری باتیں سکھاتا ہے پس دونوں شخص اپنے اپنے افعال کے ذمہ دار ہیں، اور سزا و جزا کے مستحق ہیں۔ ایک عام فہم مثال یہ ہے کہ فرض کرو ایک آقا نے اپنے ملازم کو ایک روپیہ دیا اور اُس سے کہا کہ میں تمھیں اختیار دیتا ہوں کہ جسطرح چاہو اس روپیہ کو کام میں لاؤ۔ لیکن یہ واضح رہے کہ اگر تم نے اس روپیہ کی شراب خریدی تو میں سخت ناراض ہونگا اور تم کو سزا دونگا۔ اور اگر تم نے دودھ خریدا تو میں تم سے خوش ہونگا اور تم کو انعام دونگا اس علم و ہدایت کے باوجود اگر وہ ملازم اُس روپیہ کو بُرے کام میں صرف کرے اور شراب خریدے تو یقیناً وہ مجرم اور مستحق سزا ہے۔" یہی صورت افعال خارقہ کے متعلق ہے۔ بہر حال سحر سیکھنا حرام ہے۔ اور بتوں سے اور خبیث روحوں سے امداد و اعانت چاہنا اور انکو قادر سمجھنا صریح شرک ہے اور ان اعمال کا مرتکب یقیناً مشرک ہے (حاشیہ مشکوٰۃ)۔

علامہ احمد دیبی رح فرماتے ہیں کہ اسلام اپنے متبعین کو وہم پرستی اور باطل پرستی سے بچانا چاہتا ہے پس اُس نے سحر کو حرام قرار دیا ہے۔ کیونکہ سحر میں سوائے وہم پرستی اور باطل پرستی کے کچھ نہیں ہے اور جتنے سحر کرنیوالے ہیں وہ مشرکانہ رسمیں ادا کرتے ہیں اور کفریہ جملے کہتے ہیں اور ارواح خبیثہ سے امداد چاہتے ہیں، اور بتوں کی پرستش اور تعظیم کرتے ہیں اور حرام چیزوں کو

کھاتے ہیں پس وہ کافر اور مشرک ہیں۔ (مجربات دیربی)

حضرت ابو عبداللہ ہنوی رح لکھتے ہیں کہ سحر ایک شیطانی فعل ہے جو شخص سحر سیکھتا ہے شیطان اُس کے دل میں طرح طرح کے وسوسے ڈالتا ہے ہم نے "نینوا" کے بعض ساحروں کو دیکھا کہ وہ گندگی کھاتے تھے اور بتوں کو سجدہ کرتے تھے، اور برہنہ ہو کر کچھ کفریہ جملے کہتے تھے ساحروں نے ہم سے کہا کہ تمھاری کرامتوں سے زیادہ ہمارے سحر میں اثر ہے۔ قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ میں ہماری جان ہے کہ ہم نے کلمہ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ پڑھ کر اُن کے تمام سحروں کو بے اثر اور نابود کر دیا۔ اور انھوں نے سچے دل سے توبہ کی (ملفوظات ابو عبداللہ ہنوی)

اِن تصریحات سے ثابت ہے کہ درحقیقت سحر کا سیکھنا کفر ہے اور اس کا عامل مشرک ہے اور اسکی صداقت کا قائل کافر ہے۔ پس ہر مسلمان کو اس شیطانی فعل سے متنفر اور مجتنب رہنا چاہیئے۔

رویائے صادقہ

احادیث صحیحہ میں "رویائے صادقہ" کی عظیم و جلیل فضیلت بیان ہوئی ہے حضرت ابو ہریرہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا میرے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا اور آثار نبوت میں سے اب کچھ باقی نہیں رہا۔ مگر ہاں مبشرات باقی ہیں صحابہؓ نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ مبشرات سے کیا مطلب ہے؟ حضورؐ نے فرمایا رویائے صادقہ یعنی سچے خواب (بخاری)

شارحین نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ حضورؐ نے جو یہ فرمایا ہے کہ آثارِ نبوت میں سے کچھ باقی نہیں رہا اسکا یہ مطلب ہے کہ وحی کا سلسلہ منقطع ہو جائیگا اور پھر کوئی ذریعہ ایسا باقی نہیں رہے گا کہ صالحین کو مستقبل کے حالات معلوم ہو سکیں۔ سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ جن صالح بندوں کو "ہونے والے واقعات" سے مطلع فرمانا چاہیگا انکو رویائے صادقہ نظر آئیں گے۔ (شرح بخاری)

امام محمد بن سیرین تابعی رح فرماتے ہیں کہ خواب کی بہت سی قسمیں ہیں۔ بعض وہ ہیں

جو خیالات کی پریشانی کی وجہ سے نظر آتے ہیں وہ لائق توجہ نہیں۔ بعض وہ ہیں جو سوءِ ہضمی کے اثر سے پیش نظر ہوتے ہیں وہ بھی غیر معتبر ہیں۔ ہاں کچھ ایسے ہیں جو حق تعالیٰ کی طرف سے نیک اور صالح بندوں کو دکھائے جاتے ہیں وہ بیشک معتبر ہیں۔ اور ان ہی کو مبشرات یا "رویائے صادقہ" کہتے ہیں۔

سچے خواب کب نظر آتے ہیں؟

جب دل و دماغ پر فسق و فجور کا اثر نہیں ہوتا۔ اور جب اخلاق و اعمال مطابق کتاب و سنت ہوتے ہیں۔ اور غرور و تکبر سے اجتناب ہوتا ہے تو یقیناً ایسی حالت میں حق سبحانہ تعالیٰ کسی بندے کو اپنے راز و نیاز اور حقائق و معارف کے لئے منتخب کر لیتا ہے۔ اور اس پر رحم و کرم کی بارش ہوتی ہے۔ اور ایسے ہی نفوس ہیں جنکو رویائے صادقہ نظر آتے ہیں۔

لیکن یاد رکھو جب تم پر حقائق کا اظہار ہونے لگے اور ہونے والے واقعات تم کو قبل از وقت معلوم ہونے لگیں تو صراطِ مستقیم سے ہرگز قدم نہ ہٹاؤ، غرور اور تکبر کو اختیار نہ کرو دوسرے لوگوں کو حقیر و ذلیل نہ سمجھو ورنہ ممکن ہے تم اس نعمت سے محروم کر دیے جاؤ جو امتحاناً عطا کی جاتی ہے،

رویائے صادقہ کا وقت

"علم الرؤیا" کے ماہرین کا بیان ہے کہ بالعموم سچے خواب صبح صادق سے قبل نظر آتے ہیں۔ اور اگر کوئی طالبِ سلوک یا عارفِ کامل دن کے کسی حصہ میں یا رات کے کسی حصہ میں آیات و اوراد پڑھکر سو جاتا ہے تو اُسکو وقتِ مقررہ کے علاوہ بھی سچے خواب نظر آجاتے ہیں۔ جب تم کوئی خواب دیکھو تو فاسقوں سے اُس کا ذکر نہ کرو، بلکہ پرہیزگار لوگوں سے بیان کرو"



دُعا کی فضیلت

"دعا" کے معنی ہیں کسی اعلیٰ طاقت سے کسی ادنیٰ ہستی کا کچھ طلب کرنا اور اپنے عجز و نیاز کا اظہار کرنا تمام علما کا اس امر پر اتفاق ہے کہ دُعا کرنا مسنون ہے۔ اور اس سے بندے کی شانِ عبدیت اور خالق کی شان معبودیت بدرجۂ اتم ظاہر ہوتی ہے۔

قرآن مجید میں حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ یعنی اے میرے بندو! مجھ سے دُعا مانگو، میں قبول کرونگا"

امام رازی رح نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ دُعا مانگنا اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا باعث ہے، اور دُعا مانگنا اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا باعث ہے۔ اور دُعا کے وقت انسان اپنے خالق و مالک کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ اور اس کے فضل و احسان پر بھروسہ کرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی اکثر دُعائیں قبول فرماتا ہے۔ اور بعض دُعائیں قبول نہیں فرماتا۔ جو دُعائیں قبول نہیں کی جاتیں وہ یا تو سائل کے لئے مضر ہوتی ہیں، یا مشیت الٰہی کے خلاف ہوتی ہیں۔ ہر حال حق تعالیٰ کا علم انسان کے علم سے زیادہ ہے۔ اس لئے صبر کرنا چاہئے اور بدظن نہیں ہونا چاہئے۔ جو شخص بدظن ہوتا ہے وہ احمق ہے۔

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ۔ یعنی جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں وہ عنقریب جہنم میں داخل ہونگے،

اکثر مفسرین نے لکھا ہے کہ اس آیت میں جو عبادت کا ذکر ہے تو اس سے مُراد دُعا ہے پس جو شخص دُعا سے تکبر کرے وہ اہل جہنم میں سے ہے:۔

حضرت ابوہریرہ رض سے روایت ہے کہ نبی صلعم نے فرمایا کوئی چیز حق تعالیٰ کے نزدیک دُعا سے زیادہ عظیم القدر نہیں (ترمذی اور ابن ماجہ)

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا اے مسلمانو! جب تم دُعا مانگو تو اللہ تعالیٰ کے فضل میں سے حصہ طلب کرو۔ حقتعالیٰ اُس بندے سے خوش ہوتا ہے جو اُسکے فضل میں سے حصہ مانگتا ہے اور اُسکے فضل و احسان پر بھروسہ رکھتا ہے (ترمذی)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ سے دُعا نہیں مانگتا اور تکبر کرتا ہے وہ بدبخت ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوتا ہے (ترمذی)

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی صلعم نے فرمایا تین شخص ایسے ہیں کہ حق سبحانٗ تعالیٰ انکی دُعا رد نہیں کرتا ایک تو وہ شخص جو خالصاً لوجہ اللہ روزے رکھتا اور شام کو حلال روزی سے افطار کرتا ہے۔ اور دن بھر عاجزی و انکساری کے ساتھ عبادت و ریاضت میں مصروف رہتا ہے۔ اور دوسرا وہ شخص جسکو حکومت حاصل ہے اور وہ عدل و انصاف کے ساتھ لوگوں کے معاملات فیصل کرتا ہے اور حقوق العباد کو پامال نہیں کرتا اور اللہ سے ڈرتا ہے۔ اور تیسرا وہ شخص جو مظلوم ہے جس پر کسی جابر و مستبد کسی ظالم و ستمگر نے ظلم کیا ہو اور وہ بیکس و لاچار ہو جس وقت کوئی مظلوم الحاح و زاری کے ساتھ دُعا کے لیئے ہاتھ اٹھاتا ہے تو غیرت حق جوش میں آجاتی ہے اور حقتعالیٰ ظالم کو نیست و نابود کر دیتا ہے (ترمذی)

ترس از آہِ مظلوماں کہ ہنگام دعا کردن　　اجابت از درِ حق بہرِ استقبال می آید

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلعم نے فرمایا۔ اے مسلمانو! تمام حاجتیں حق تعالیٰ سے طلب کرو، وہ ہر بات پر قادر ہے اور اس کے خزانے میں کچھ کمی نہیں، ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ کیا ادنیٰ ادنیٰ چیزیں بھی اللہ تعالیٰ سے طلب کریں۔ حضورؐ نے فرمایا ہاں ہر چیز اللہ سے مانگو یہانتک کہ اگر تمھاری پاپوش کا تسمہ ٹوٹ جائے تو حقتعالیٰ سے طلب کرو۔ (ترمذی اور ابن ماجہ)

شارحین نے لکھا ہے کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ہر احتیاج اور ضرورت کے وقت اللہ تعالیٰ کو یاد کرو اور اُسؐ سے دُعا مانگو اور اُس نے جو تم کو قوتِ عمل دی ہے اُس سے

کام لو اور محنت و کوشش کے بعد جو فائدے تم کو حاصل ہوں انکو منجانب اللہ سمجھو اسلیئے کہ اگر وہ تمکو عقل و فہم اور طاقت و قوت عطا نہ فرماتا تو تم کیا کر سکتے تھے (حاشیہ ابن ماجہ)

دُعا کا طریقہ جب تم دُعا کا ارادہ کرو تو بہتر یہ ہے کہ پہلے نہایت خلوص کے ساتھ اپنے گناہوں سے توبہ کرو اور اظہارِ ندامت کرو، اور گریہ و زاری کے ساتھ حقتعالیٰ سے معافی مانگو، پھر ایک سو ایک بار سیّد الکائنات آقائے نامدار حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر دُرود بھیجو، پھر تنہائی میں بیٹھکر خوب گڑگڑا کر دُعا مانگو جب اظہارِ مدعا کر چکو تو پھر ایک سو ایک بار درود شریف پڑھو اور دُعا کو ختم کرو (کتاب الدعوات)

توبہ کی حقیقت

"توبہ" کے معنی ہیں، سچے دل سے اپنے گناہوں کی معافی چاہنا، اور اپنی خطاؤں، غلطیوں، کوتاہیوں اور لغزشوں پر اظہارِ ندامت کرنا، اور آئندہ کے لیے محتاط رہنے کا عہدِ واثق کرنا (نہایہ ابن اثیر)

جو شخص نہایت خلوص کے ساتھ حق سبحانہ تعالےٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتا ہے بلاشبہ اُس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

ابن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنبِ کَمَن لَّا ذَنبَ لَہٗ۔ یعنی جو سچے دل سے توبہ کرتا ہو اُس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور اُس کی حالت ایسی ہو کہ، گویا اس نے گناہ کیئے ہی نہیں (کنز الاخلاق)

قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہو تُوبُوٓا اِلَی اللّٰہِ جَمِیعًا ۵ (اے لوگو! تم سب اللہ تعالیٰ کے حضور میں توبہ کرو) اس آیت کی تفسیر میں مفسرین نے لکھا ہے کہ اس حکم کے مطابق ہر شخص پر توبہ واجب ہو، اس لیے کہ ہر شخص سے کچھ نہ کچھ خطائیں

سرزد ہوتی ہیں اور کوئی شخص غلطیوں سے محفوظ نہیں ۔ (سوائے اُن مقدس ہستیوں کے جنکو حقتعالیٰ نے معصوم قرار دیا ہے) پس ہر حال میں توبہ و استغفار لازم ہے۔ توبہ کے وقت چار باتوں کا لحاظ ضروری ہے، اول یہ کہ گزشتہ گناہوں پر اظہار ندامت کرے اور عذاب الٰہی کے خوف سے گریہ و زاری کرے ، دوسرے یہ کہ آئندہ کیلئے گناہوں سے بچنے کا سچا عہد کرے اور حتی الارکان گناہوں سے مجتنب رہے ، تیسرے یہ کہ لوگوں پر اپنے تقوی و تقدس کا اظہار کرنے کے لیئے توبہ و استغفار نہ پکارے۔ بلکہ محض حق تعالیٰ کے خوف سے توبہ کرے ، چوتھے یہ کہ جسقدر فرائض اور واجبات ترک ہوئے ہوں انکو اطمینان کے ساتھ یاد کرے اور اُن کے ادا کرنے کی سعی کرے (خیر الوصایا)

اگر کوئی شخص ان شرائط کے ساتھ توبہ کرے تو بیشک اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں ۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے هُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَعْفُوا عَنِ السَّيِّئَاتِ ۝ (وہ پروردگار ایسا رحیم و کریم ہے کہ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے ۔ اور اُن کے گناہوں کو معاف فرماتا ہے)

ابو موسیٰ رضؓ سے روایت ہے کہ نبی صلعم نے فرمایا اے لوگو میں تمھیں خوشخبری سناتا ہوں کہ تمھارا پروردگار ہر صبح اور ہر شب انتظار کرتا ہے کہ کون میرے بندوں میں سے توبہ کرتا ہے تاکہ میں قبول کروں اور اس کے گناہوں کو معاف کروں پس اے خدا کے بندو! تم وقتاً فوقتاً توبہ و استغفار کرتے رہو اور گناہوں سے بچو (کنز الاخلاق)

"توبہ" کے بیان میں یہ بتانا ضروری ہے کہ توبہ سے صرف وہی گناہ معاف ہوتے ہیں جنکا تعلق حقوق اللہ سے ہے اور جو حقوق العباد سے متعلق ہیں ، مثلاً قرضہ ، غیبت ، امانت وغیرہ یہ گناہ توبہ سے معاف نہیں ہو سکتے تاوقتیکہ اہل حقوق معاف نہ کریں ، اور یاد رکھو توبہ کے بھروسہ پر دیدہ دلیری کے ساتھ گناہ کرنا سخت حماقت ہے ۔

فریضۂ حج

وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ

ارکان اسلام میں سے ایک رکن حج بیت اللہ ہے۔ قرآن مجید کی آیتوں اور حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں سے اس کی فرضیت ثابت ہے، جو شخص حج فرض ہونے کا انکار کرے وہ کافر ہے،

"حج" ہر اس مسلمان پر فرض ہے جو عاقل ہو، بالغ ہو، آزاد ہو، تندرست ہو اور مستطیع ہو، استطاعت سے مُراد یہ ہے کہ آمدرفت کا کرایہ، اور حفاظت بدنی اور دیگر ضروری احتیاج کے پورا کرنے کی مقدرت رکھتا ہو اور واپس آنے کے وقت تک کا اہل وعیال کا نفقہ ادا کر سکے، عورتوں کے لیے ایک یہ شرط زیادہ ہے کہ خاوند یا محرم مثلاً حقیقی بھائی یا حقیقی بھانجا ہمراہ ہو، نیز ایک شرط مردوں اور عورتوں کے لیے یہ ہے کہ راستہ پر امن ہو اور کوئی خطرہ نہ ہو،

فضائل حج

حج سب عبادتوں سے بہتر عبادت ہے، کیونکہ اسمیں مالی اور بدنی دونوں عبادتیں موجود ہیں، "حج مبرور" کا بدلہ جنت ہے، حج مبرور کے یہ معنی ہیں کہ حج کے احکام میں کوئی شرعی قصور واقع نہ ہو۔ جس شخص نے ایسا حج کیا وہ گناہوں سے پاک ہو گیا،

کنز الاخلاق میں ہے کہ جب عازم حج احرام باندھتا ہے اور اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ

کی صدا بلند کرتا ہے تو حق تعالیٰ اُس پر رحمت نازل فرماتا ہے اور اُس کے گناہوں کو معاف کردیتا ہے۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ عازمانِ حج حق تعالیٰ کے مہمان ہوتے ہیں انکی اکثر دعائیں قبول ہوتی ہیں اور ان کے بہت سے گناہ بخشے جاتے ہیں ،

طبرانی میں حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ جو شخص حلال کمائی سے حج کے لئے سفر کرتا ہے اور اَللّٰھُمَّ لَبَّیْكَ پکارتا ہے تو حق تعالیٰ اس کے جواب میں فرماتا ہے کہ یَا عَبْدِیْ لَبَّیْكَ اے میرے بندے میں تیری مغفرت کے لئے موجود ہوں ، اور اگر وہ شخص ناجائز کمائی سے سفرِ حج کرتا ہے اور اَللّٰھُمَّ لَبَّیْكَ کہتا ہے تو ارشاد ہوتا ہے کہ اے شخص تیرا دعوئ محبت غلط ہے اور تیری پکار جھوٹی ہے ،

سفرِ حج کے آداب

عازمِ حج کو چاہیئے کہ خالصاً لوجہ اللہ " خلوص نیت کے ساتھ " حج کا ارادہ کرے ، نام و نمود یا ریا و فریب کو ارادے میں دخل نہ ہو ، روانہ ہونے سے پہلے تمام گناہوں سے توبہ کرے اور آئندہ زندگی میں نہایت محتاط رہنے کا عہد کرے ، جن لوگوں کے حقوق غصب کیے ہوں اُن کے حقوق ادا کرے ۔ اگر اُن میں سے کوئی زندہ نہ ہو تو اس کے وارثوں کو اس کا حق دیدے اگر وارث بھی نہ ہوں تو خیرات کرے ، جس کسی کے ساتھ ناانصافی کی ہو اس سے معافی مانگے اور اس کے نقصان کی تلافی کردے ، جو عبادات فوت ہوگئی ہوں ان کو قضا کرے حلال کمائی میں سے سفر کے مصارف لے ، کیونکہ حرام کمائی سے حج نہیں ہوتا اور اہل و عیال کو زمانۂ عدم موجودگی کے لیئے خرچ دے اور ہر قول ہر فعل اور ہر حرکت میں دیانت داری اور راستبازی کو مدنظر رکھے اور ناجائز باتوں سے قطعاً پرہیز کرے اور راستے میں صبر و تحمل سے کام لے اور تسبیح و تقدیس میں مصروف رہے ، اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بکثرت دُرود پڑھے اور خرید و فروخت میں بدمعاملگی نہ کرے اور گھر سے روانہ ہوتے وقت احباب و اقارب سے نہایت محبت کے ساتھ گفتگو کرے اور اپنی غلطیوں اور

زیادتیوں کو معاف کرائے اور اُن سے دُعائے خیر چاہے ، اور غریبوں مسکینوں محتاجوں اور اپاہجوں کو کچھ دے اور دو رکعت نفل پڑھے ، پہلی رکعت میں الحمد کے بعد قل یا ایّھا الکٰفرون اور دوسری رکعت میں الحمد کے بعد قل ھو اللہ احد پڑھے پھر سلام پھیرنے کے بعد آیۃ الکرسی پڑھے اور امن و عافیت کی دعا مانگے ، پھر بسم اللہ کہہ کر روانہ ہوجائے ، اور راستہ میں وقتاً فوقتاً یہ دُعا پڑھتا رہے :-

سُبْحَانَکَ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْ لِیْ اِنَّهٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ ○

عُمرہ اور حج کے معنی

حج کے لغوی معنی قصد اور ارادے کے ہیں اور اصطلاحِ شریعت میں اس سے مطلب قصد بیت اللہ ہے ، اور عُمرہ کے لغوی معنی زیارت کے ہیں ، اور اصطلاحاً اس سے مطلب خانہ کعبہ کا طواف اور صفا و مروہ کی سعی ہے ، صفا و مروہ مکہ شریف میں دو پہاڑیاں ہیں جہاں پر عازمان حج و عازمان عُمرہ احرام باندھ کر دوڑتے ہیں ، بعض معاندین اسلام حج اور عُمرہ کے متعلق اعتراض کیا کرتے ہیں کہ بزمانۂ موجودہ حج اور عمرہ کے لیۓ سفر کرنا بیکار ہے اور احرام باندھ کر پہاڑیوں پر عربی جملے پکارتے پھرنا وحشیانہ حرکت ہے ، ہم ان معترضوں کو یہ جواب دیتے ہیں کہ تمھارا اعتراض ناعاقبت اندیشی اور تعصب پر مبنی ہے تم نہیں جانتے کہ حج میں کیا کیا مصلحتیں ہیں ، حج درحقیقت مسلمانوں کی ایک عظیم الشان کانفرنس ہے ، جس کے فائدے بے شمار ہیں ، ہمارے عقیدہ میں حج کے لیۓ سفر کرنا عظیم و جلیل سعادت ہے ، قطع نظر ثواب آخرت کے اس طریقہ سے بری و بحری حالات علم میں آتے ہیں ، مختلف ممالک کی ترقیوں کا حال تحقیق ہوتا ہے - تجارت کے اصول اور ہر قسم کے تجربے حاصل ہوتے ہیں ، مشرق و مغرب اور شمال و جنوب کے مسلمان ایک مقام پر جمع ہوکر تبادلۂ خیال کرتے ہیں اور ایک دوسرے کی ہمدردی و اعانت کے لیۓ آمادہ ہوتے ہیں - تم اعتراض

کرتے ہو کہ پہاڑیوں پر عربی جملے پکارتے پھرنا وحشیانہ حرکت ہو، تمھارا یہ اعتراض نہایت متعصبانہ ہے، تم چونکہ روحانی تعلیم سے ناواقف ہو اس لیے ایسی لغویات کہتے ہو ؎

"لذتِ مے نشناسی بخدا تا نہ چشی"

سچ یہ ہو کہ احرام پوش ہو کر فقیرانہ حالت میں اپنے خالق و مالک کی تسبیح و تقدیس کرنا اور خشوع و خضوع کے ساتھ سعی کرنا ایک مؤثر ترین طریقۂ عبادت ہے، جسکے محاسن تم سمجھ نہیں سکتے۔" اگر تم ہمارے بیان پر اعتبار کرنے کے لیے تیار ہو تو ہم تمھیں یقین دلاتے ہیں کہ اس طریقۂ عبادت کو دیکھ کر ہزاروں منافق سچے مسلمان بن گئے،

حج فرض ہے اور عمرہ سنت

حج کی فرضیت قرآن مجید کی اس آیت سے ثابت ہو، وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِينَ ۝ (لن تنالوا رکوع ۱۰)

(اور لوگوں پر فرض ہو کہ اللہ کے لیے خانہ کعبہ کا حج کریں، جسکو اس تک پہونچنے کا مقدور ہو۔ اور جو مقدور رکھنے کے باوجود اس حکم کی تعمیل نہ کرے اور جو نافرمانی کرے تو اللہ کو کچھ پروا نہیں وہ اہلِ عالم سے بے نیاز ہو)

مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا ایھا الناس قد فرض علیکم الحج، فحجوا" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے لوگو! کچھ شک نہیں کہ تم پر حج فرض کیا گیا۔ پس تمھیں لازم ہے کہ حج کرو"

عمرہ کے متعلق قرآن مجید میں یہ آیت ہو وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ (سیقول ۲ رکوع ۸) (اور اللہ کے لیے حج اور عمرے کو پورا کرو) یعنی حج اور عمرے کی نیت کرلی تو اسکو پورا کرو

ترمذی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ ایک شخص نے رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یا حضرت ! کیا عمرہ فرض ہے حضور نے فرمایا نہیں فرض نہیں ہے، مگر یہ کہ عمرہ کرنا افضل ہے اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حج فرض ہے اور عمرہ سنت ،

عمرہ کا وقت

عمرہ کی ادائگی کا کوئی خاص وقت نہیں ، جب چاہے کرو ، اگر کسی وجہ سے کسی شخص کا حج فوت ہوجائے تو وہ عمرہ ادا کرسکتا ہے ،

عمرے کی فضیلت

احادیث صحیحہ میں عمرے کے بہت سے فضائل بیان ہوئے ہیں اُن میں سے چند یہ ہیں (۱) جو شخص خالصاً لوجہ اللہ عمرہ کرتا ہے اُس کے اکثر گناہ معاف ہوجاتے ہیں (بخاری) (۲) جس شخص نے دو عمرہ کیے اُس کو ایک حج کا ثواب ملیگا (بخاری) (۳) ماہِ رمضان میں اگر کوئی شخص ایک عمرہ کرے تو اُسکو ایک ہی مرتبہ کے عوض میں ایک حج کا ثواب ملیگا (بخاری) (۴) ابوداؤد میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمارے بھائی ابو طلحہ کی بیوی اُم سلیم ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں ،

اور کہا یا رسول اللہ اس سال

میرے شوہر نے تو حج کیا اور مجھ کو چھوڑ دیا ، حضور نے فرمایا اے اُم سلیم تم اب کے ماہِ رمضان میں عمرہ کرلینا تمھیں حج کا ثواب مل جائیگا ،

حج کرنے کے مختلف طریق

حج کرنے کے مختلف طریقے ہیں ایک تو عمرہ ہے جس کو حج اصغر کہتے ہیں ، امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سنت ہے عمرے سے مطلب خانہ کعبہ کی زیارت اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنا ہے جو احرام کے ساتھ ہو ، صرف عمرہ کرنے والے کو "معتمر" کہتے ہیں ۔

"افراد" "قران" اور تمتع کسکو کہتے ہیں

افراد کے معنی ہیں اکیلا حج کرنا "افراد" یہ ہے کہ فقط حج کی نیت سے احرام

باندھے اور عمرے وغیرہ کا ارادہ نہ کرے۔ صرف حج کرنے والے کو "مفرد" کہتے ہیں۔ مفرد پر قربانی واجب نہیں، اور "قران" یہ ہے کہ حج اور عمرے دونوں کے لئے ایک ساتھ احرام باندھے۔ گویا قران، عمرہ و حج کا مجموعہ ہے جو مجموعی احرام سے لگاتار ادا کیا جائے۔ قران کرنے والے کو قارن کہتے ہیں۔ شرح وقایہ اور عالمگیری میں ہے کہ قارن وہ شخص ہے جو حج اور عمرہ دونوں کے احراموں کو جمع کرے، قارن مسافر پر قربانی واجب ہے۔

اور "تمتع" یہ ہے کہ حج کے مہینوں میں پہلے عمرہ کرے پھر حج کرے گویا "تمتع" بھی عمرہ اور حج کا مجموعہ ہے جو منفرد احرام سے بیچ میں فاصلہ دیکر ادا کیا جاتا ہے۔ عینی شرح کنز الدقائق میں ہے کہ تمتع اسے کہتے ہیں کہ احرام باندھ کر عمرہ کے افعال کرنا حج کے مہینوں میں اور عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد وطن جانے سے پہلے احرام کھول دینا اور حج کے وقت از سر نو احرام باندھ کر حج کرنا متمتع پر قربانی واجب ہے۔ امام اعظم کے نزدیک افراد، قران اور تمتع میں قران سب سے افضل ہے، اور وہ فرماتے ہیں کہ تمتع اور قران صرف غیر اہل مکہ کے لیے ہے تاکہ وہ ایک ہی سفر میں عمرہ اور حج ادا کر سکیں،

عمرہ اور حج اور قران اور تمتع کس طرح ادا کیے جائیں؟

عمرہ کا طریقہ حسب ذیل ہے:-

عازم عمرہ کو چاہیئے کہ "میقات" سے احرام باندھ کر کعبہ کے گرد طواف کرے اور اس کے بعد صفا و مروہ کی سعی کرے اور اس کے بعد سر منڈائے یا بال ترشوائے پھر احرام کھول دے، عمرہ میں طواف قدوم نہیں ہے۔ بجائے طواف قدوم کے طوافِ عمرہ ہے یہ عمرہ کا مختصر طریقہ بیان کر دیا گیا۔ تفصیل آگے آئے گی،

حج کا طریقہ عازم حج کو چاہیئے کہ "میقات" سے احرام باندھ کر مکہ اور کعبہ کے گرد طواف قدوم کرے، اس کے بعد صفا و مروہ کی سعی کرے۔ اسکے

بعد وقوفِ عرفات کرے ، پھر وقوف مزدلفہ ، پھر رمی جمرہ عقبہ ، پھر سر منڈائے یا بال ترشوائے ، پھر طوافِ زیارت ، پھر رمی جمار ، پھر طواف وداع ؎

تمتع اسکی دو صورتیں ہیں - ایک تو یہ کہ " میقات " سے قربانی ساتھ لیکر روانہ ہو دوسری صورت یہ کہ قربانی ساتھ نہ ہو ، بہرحال دونوں قسم کے عازم اوّل میقات سے عمرہ کا احرام باندھینگے اور عمرہ کے تمام افعال صرف عمرہ کرنے والے کی طرح کریں گے اور جس کے ساتھ قربانی نہیں ہے وہ عمرہ سے فارغ ہوکر احرام کھولدے - اور حج کے دنوں کا انتظار کرے ، اور وقت آنے پر حاجی مفرد کی طرح تمام افعال حج ادا کرے اور جس کے ساتھ قربانی ہے وہ عمرہ کرنے کے بعد سر منڈائے بلکہ عمرے کے احرام میں ہی رہے اور حج کے دنوں میں تجدید احرام کے بعد افعالِ حج اسی طرح ادا کرے جسطرح حاجی مفرد کرتا ہے ، تمتع میں پہلے عمرہ کیا جاتا ہے اور پھر حج کیا جاتا ہے - اور یہ اس وجہ سے کہ قرآنِ مجید میں ارشاد ہے فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَی الْحَجِّ اس آیت میں عمرہ کا ذکر پہلے آیا ہے اور حج کا بعد میں ، چنانچہ اسیطرح " قران " میں کیا جاتا ہے . کیونکہ تمتع اور قران تقریباً ایک ہی ہیں ،

قِران میقات سے عمرہ اور حج کا احرام باندھکر اوّل عمرے کے افعال ادا کرے ، اور اس کے بعد اسی احرام سے حج کے افعال ادا کرے ، یہ قران ہے ، قارن کو یاد رکھنا چاہئیے کہ عمرہ کرنے کے بعد احرام نہ کھولے اور سر نہ منڈائے بلکہ اسی حال میں رہے اور اسی احرام سے حج کے افعال شروع کرے ،

حج کے مہینے

حج کے مہینے شوال ، ذیقعدہ اور دس دن ذی الحجہ کے ہیں - اور حج کے تمام افعال انہی مہینوں میں ہونے چاہئیں -

بعض اصطلاحات کی تشریح

حج کے احکام و مسائل کے بیان میں بعض اصطلاحیں ایسی آتی ہیں کہ عام لوگ ان کے معنی نہیں سمجھتے اس لیے ہم اس موقعہ پر انکی تشریح لکھے دیتے ہیں ،

میقات — اس مقام کو کہتے ہیں جہاں سے مکہ شریف میں جانے کے لیے احرام باندھتے ہیں جیسے ہندوستان کے باشندوں کے لیے یلملم ہے ۔

احرام — احرام کے معنی حرام کردینا ، چونکہ حج کرنے والے پر کئی چیزیں حرام کیگئی ہیں لہذا اس اظہار کے واسطے کہ اسوقت سے یہ چیزیں حرام کی گئی ہیں ایک لباس جو صرف ایک چادر اور تہبند ہوتا ہے بہ نیت حج باندھا جاتا ہے اسکو احرام کہتے ہیں ۔ اور احرام باندھنے والے کو محرم کہتے ہیں ،

افاقی — وہ شخص ہے جو مکہ یا میقات کے باہر رہتا ہو ۔ جیسے ہندوستان کا رہنے والا ، یا بصرے یا کوفہ کا باشندہ ،

میقاتی — وہ شخص ہے جو میقات کی حدود کے اندر رہتا ہو ، یا خاص میقات پر رہتا ہو اور بعض فقہار کے نزدیک اہل میقات بھی اہل مکہ کے حکم میں ہیں ۔

مکی — وہ شخص ہے جو مکے میں سکونت رکھتا ہو ،

تلبیہ — لبیک پکارنے والے کو کہتے ہیں ،

طواف — کسی مقام کے گرد پھرنے کو کہتے ہیں ۔

استلام — استلام کے لغوی معنی ہیں توجہ کرنا اور فقہار کی اصطلاح میں کسی چیز کو ہاتھ لگانے یا بوسہ دینے کو کہتے ہیں ۔

اضطباع — چادر کو داہنی بغل کے نیچے سے نکال کر بائیں مونڈھے پر ڈالنے کو کہتے ہیں ۔

شوط | کعبہ کے گرد ایک مرتبہ چکر لگانے کو کہتے ہیں۔ اسکی جمع اشواط ہے ،

رمل | شانے ہلا کر چلنے کو کہتے ہیں۔

وقوف و خروج | وقوف کے معنی ہیں ٹھیرنا ، اور خروج کے معنی نکلنا ،

رمی | کنکریاں پھینکنے کو کہتے ہیں ،

ہدی | قربانی کے جانور کو کہتے ہیں۔

دم | قربانی کو کہتے ہیں۔

ایام نحر | قربانی کے دنوں کو کہتے ہیں۔ یعنی یوم عید اضحی اور دو روز اسکے بعد۔

حلق | سر منڈانے کو کہتے ہیں۔

قصر | بال کتروانے کو کہتے ہیں ،

حرم | بیت اللہ شریف کے ایک خاص حصہ کا نام ہے ، جسکی حدود مقرر ہیں ،

حل | حدود حرم سے باہر جو مقام ہے اُسکو حل کہتے ہیں ،

تہلیل | لا الٰہ الا اللہ پڑھنے کو کہتے ہیں ،

میلین اخضرین | میل کہتے ہیں منارے کو ، اور میلین دو مناروں کو کہتے ہیں۔ یہ "مروے" میں سبز رنگ کے دو نشانات ہیں۔ جنکے درمیان سعی کی جاتی ہے :۔

یَلَمْلَمْ " **ذُوالحُلَیفَہ** " **ذاتِ عرق** " **جُحْفَہ** " یہ مواقیت کے نام ہیں۔

صفا و مروہ دو پہاڑیاں ہیں۔ حطیم ، ملتزم ، مزدلفہ ، عرفات ، مقامات کے نام ہیں۔

جمرۂ عقبہ ، جمرۂ اولیٰ ، جمرۂ وسطیٰ ، یہ بھی مقامات کے نام ہیں ۔ انکی جمع ہے " جمار "

جملہ مناسک کی شرائط و فرائض و واجبات وغیرہ

شرائط صحت حج سب سے پہلی چیز تو احرام باندھنا ہے، بغیر احرام کوئی فعل حج صحیح نہیں۔ پھر وقت کی پابندی ہے کہ کوئی رکن بغیر اس کے وقت کے صحیح نہ ہوگا۔ پھر مقامات کا لحاظ رکھنا یعنی مسجدِ حرام طواف کے لیے۔ اور صفا و مروہ سعی کے لیے، اور عرفات وقوف کے لیے،

فرائض (۱) احرام باندھنا (یہ شرط بھی ہے) (۲) عرفات میں وقوف (۳) طوافِ زیارت، یہ تین فرائض ہیں، ان میں سے اگر ایک بھی ترک ہوگا تو حج ادا نہ ہوگا،

واجبات (۱) احرام باندھنا میقات سے (۲) سعی کرنا درمیان صفا و مروہ کے (۳) عرفات میں غروب آفتاب تک ٹھیرنا (۴) وقوف مزدلفہ (۵) سر منڈانا یا بال کتروانا (۶) رمی جمار یعنی کنکریاں مارنا (۷) طوافِ وداع (مسافر کے لیے) (۸) طوافِ زیارت صرف ایام نحر یعنی قربانی کے دنوں میں کرنا (۹) رمی جمار کو ذبح پر مقدم کرنا (قارن اور متمتع کے لیے) یعنی قربانی کے دن اول کنکریاں مارے پھر ذبح کرے (۱۰) قربانی کا جانور ذبح کرنا (قارن اور متمتع کے لیے (۱۱) قربانی کو مقدم کرنا حلق پر (قارن اور متمتع کے لیے) یعنی قربانی کے دن اول تو قربانی کرے پھر سر منڈائے۔ اور عورت صرف بال کتوائے (۱۲) قربانی کے جانور کو صرف قربانی کے دنوں میں ذبح کرنا (قارن اور متمتع کے لیے) یہ تمام باتیں واجب ہیں انھیں سے اگر ایک بات بھی ترک ہو جائیگی تو قربانی کرنا واجب ہوگا

سنن (۱) طوافِ قدوم (اُس شخص کے لیے جو مکہ کا رہنے والا نہ ہو اور مفرد یا قارن ہو، مکہ کے رہنے والے اور مفرد عمرہ اور متمتع کے لیے ضروری نہیں

ہے (۲) خطبہ پڑھنا امام کا ساتویں ذوالحجہ کو مکہ میں، نویں تاریخ کو زوال کے بعد مقام عرفات مسجد نمرہ میں، گیارہویں تاریخ کو منا میں (۳) آٹھویں تاریخ تو نماز فجر کے مکہ سے منا کی طرف حج کی غرض سے روانہ ہونا (۴) پانچ نمازیں منا میں پڑھنا، یعنی آٹھویں تاریخ کو نماز ظہر، عصر، مغرب اور عشا اور نویں تاریخ کو نماز فجر (۵) عرفہ کی رات کو منا میں رہنا (۶) عرفہ کے دن طلوع آفتاب کے بعد منا سے عرفات کو جانا (۷) منا سے مکہ واپس آتے ہوئے "محصب" میں تھوڑی دیر ٹھیرنا، اگرچہ ایک ساعت ہو،

مستحبات (۱) مفرد حج کے لیے ایک قربانی کرنا مستحب ہے۔ یعنی باعث ثواب ہے اگر نہ کرے تو کوئی حرج نہیں (۲) غسل کرنا مکہ میں داخل ہونے کے وقت (آفاقی کے لیے) (۳) غسل کرنا مزدلفہ میں جاتے وقت (مکی اور آفاقی دونوں کے لیے مستحب ہے")

حج کے ممنوعات، مفسدات اور مکروہات کی تفصیل آئندہ ایک مستقل باب میں لکھی جائیگی،

عمرہ اور اس کے فرائض و واجبات

شرائط صحت عمرہ (۱) "احرام" بغیر احرام کے کوئی فعل عمرے کا صحیح نہیں۔ (۲) وقت کی پابندی" کوئی رکن بغیر اس کے وقت کے صحیح نہیں ہوگا۔ (۳) مقامات کا تعین یعنی مسجد حرام طواف کے لیے اور صفا و مروہ سعی کیلیے

رکن یا فرض طواف بقدر چار چکر (عمرے میں سات مرتبہ طواف کرنا ضروری ہے چار چکر تو فرض ہیں۔ اور تین چکر واجب ہیں۔ یہ کل سات چکر ہوئے)

واجبات (۱) طواف بقدر تین چکر (۲) صفا و مروہ میں سعی کرنا (۳) حلق یا قصر کرنا، یعنی سر منڈانا یا بال کتروانا، ان کے علاوہ اور جو کچھ

کام ہیں وہ سنت اور مستحب ہیں ۔

"احرام" کے فرائض و واجبات وغیرہ

فرائض (۱) نیت دلمیں کرنا یعنی یہ کہ میں احرام باندھتا ہوں ، عمرہ کیلئے یا حج افراد کے لئے ، یا تمتع کے لیے ، یا قران کے لئے ۔ بغیر نیت کے احرام صحیح نہیں ہوگا ۔ (۲) تلبیہ کہنا ۔

واجبات (۱) میقات پر سے احرام باندھنا (۲) ممنوعات احرام سے بچنا ۔ یاد رکھو واجب کے ترک ہونے پر قربانی یا جزا لازم ہوجاتی ہے ۔

سنن (۱) حج کے مہینوں میں حج کا احرام باندھیں (۲) احرام کے واسطے غسل یا وضو کرنا (حیض ونفاس والی عورت کے لئے بھی احرام کے وقت غسل کرنا مسنون ہے ۔ (۴) غسل کے وقت بدن کو کسی خوشبودار مصالحہ سے دھونا ، (۵) تہبند اور چادر پہننا ۔ (۶) احرام باندھنے کے بعد دو رکعت نماز پڑھنا (۷) تلبیہ پکار کر کہنا ۔

مستحبات (۱) میقات سے پہلے احرام باندھنا بشرطیکہ احرام کے ممنوعات سے بچ سکے (۲) احرام باندھنے سے پہلے بیوی سے ہمبستر ہونا ، بشرطیکہ ضرورت اور موقع ہو (۳) حجامت بنوانا (۴) غسل کرنا بہ نیت احرام (۵) سفید رنگ کا احرام پہننا خواہ نیا ہو یا دُھلا ہوا ۔ (۶) دو رکعت نماز کے بعد جائے نماز ہی پر حج یا عمرہ کی نیت کرنی خواہ دل میں یا زبان سے (۷) احرام باندھتے وقت پہلی ہی مرتبہ تلبیہ میں عمرہ یا افراد یا قران یا تمتع کا ذکر کرنا ، مثلاً اگر افراد کا ارادہ ہے تو یوں کہے لبیک بحجۃ یا اگر حج اور عمرہ کا ارادہ ہے تو یوں کہے لبیک بحجۃ وعمرۃ (۸) تلبیہ کے بعد درود شریف پڑھنا (۹) ادعیہ ماثورہ پڑھنا (۱۰) تلبیہ کثرت سے کہنا ۔

اور جب کوئی چیز اچھی معلوم ہو تو لا عیش الا عیش الآخرۃ کہے۔ لبیک کہتے ہوئے کسی سے کلام کرنا،

مباحات (۱) گرم پانی یا ٹھنڈے پانی سے غسل کرنا (لیکن خوشبو سمیں نہ ملی ہو) اور غسل کرنے وقت بدن کو ملنا نہیں چاہیئے (۲) کمر میں روپیوں کی ہمیانی باندھنا، ہتھیار باندھنا (۳) اگر دھوپ سخت ہو تو چھتری لگانا (۴) تکیہ پر سر اور رخسارہ رکھکر سونا (۵) سرمہ لگانا (۶) مسواک کرنا (۷) آئینہ دیکھنا (۸) ہلتے ہوئے دانت کو اکھاڑ کر پھینک دینا (۹) لٹکتے ہوئے ناخن کو علحدہ کر دینا (۱۰) زخم میں شگاف لگانا (۱۱) منہ اور سر کو کھول کر چادر اوڑھنا (۱۲) دونوں کانوں اور گردن اور ٹھوڑی کو ڈھانکنا (۱۳) جوتہ پہننا جو ٹخنوں سے نیچا ہو (۱۴) شکار کے گوشت کو کھانا، بشرطیکہ غیر محرم نے غیر حرم میں شکار کر کے ذبح کیا ہو (۱۵) مچھلی کا شکار کرنا (۱۶) گائے بکری اونٹ اور مرغ کا ذبح کرنا (۱۷) سانپ بچھو شیر پاگل کتے کو مار ڈالنا

یہ تمام باتیں مباح ہیں، مباح اُن باتوں کو کہتے ہیں جن کے کرنے کا شریعت نے حکم دیا ہو، اور نہ منع کیا ہو،

طواف اور اُسکے فرائض و واجبات وغیرہ

طواف کی قسمیں طواف سات قسم کے ہیں (۱) طوافِ قدوم (۲) طواف الزیارت (۳) طواف الصدر (۴) طواف العمرہ (۵) طواف النذر۔ (۶) طواف تحیت (۷) طواف التطوع،

موقع طواف کعبۃ اللہ شریف کے گرد پھرنا،

فرائض (۱) چار چکر (امام شافعی کے نزدیک سات چکر فرض ہیں) (۲) نیت طواف خواہ دل میں کرے یا زبان سے کہے،

واجبات (۱) طہارتِ کامل کے ساتھ طواف کرنا یعنی جتنی طہارت نماز کے لئے ضروری ہے اُسیقدر طواف کے لئے ضروری ہے۔ (۲) طہارت لباس یعنی جسم کے کپڑوں کو پاک رکھنا (۳) طواف میں جسم کے لائقِ شرع مقامات کو چھپانا۔ یعنی جسقدر حصہ نماز میں چھپانا ضروری ہے (۴) پیدل طواف کرنا (اگر کوئی عذر نہ ہو) (۵) کعبہ کو بائیں طرف کرکے طواف کرنا (۶) حطیم کو طواف کے چکر میں اندر لینا (۷) طواف کے بعد دو رکعت ادا کرنا (۸) اُن چار چکروں کے ساتھ جو فرض ہیں تین چکر اور لگانا۔ تاکہ سات ہو جائیں، اگر ان واجبات میں سے ایک بات بھی ترک ہو جائے تو اُس کو دوبارہ کرنا چاہیئے اور بصورت نہ کرنے کے ایک بکری کی قربانی کرنی لازم ہے،

سُنن (۱) حجرِ اسود کو بوسہ دینا۔ ہر چکر کے اول وآخر، (۲) حجرِ اسود کو بوسہ دینا وقت سعی صفا ومروہ (۳) اضطباع تمام چکروں میں صرف اس حالت میں کہ اس کے بعد سعی کرے (خواہ طوافِ عمرہ ہو یا طوافِ حج) (۴) تین چکروں میں رمل کرنا (۵) حجرِ اسود کے سامنے جاکر تہلیل وتکبیر کے وقت طواف شروع کرنے سے قبل ہاتھ کانوں تک اٹھانا (۶) طواف شروع کرنا حجرِ اسود سے (بعض اسکو واجب کہتے ہیں (۷) طواف لگاتار کرنا بغیر وقفہ کے، اور اسیطرح چکر کو لگاتار پورا کرنا بغیر وقفہ کے (۸) طواف کے بعد بغیر وقفہ کے سعی کرنا (۹) ہر کام کو ترتیب اور احتیاط کے ساتھ انجام دینا۔

مستحبات (۱) حجرِ اسود کو بوسہ دینا (۲) رکن یمانی کو بوسہ دینا (۳) شروع کرنا "طواف" حجرِ اسود سے اس طور پر کہ تمام حجرِ اسود کے مقابل گزر جائے (۴) طواف میں ادعیہ ماثورہ پڑھنا (۵) دعائیں آہستہ پڑھنا (۶) طواف کرنا مطاف پر اس طور پر کہ کعبۃ اللہ کے قریب رہے بشرطیکہ دوسرے لوگوں کو تکلیف نہ ہو (۷) اگر کسی چکر میں وقفہ

ہو جائے تو دوبارہ چکر لگانا (۸) ادھر ادھر نہ دیکھنا بلکہ نیچی نظر رکھنا (۹) طواف زیارت دسویں ذی الحجہ تک کرنا (۱۰) عورتوں کو رات کے وقت طواف کرنا (۱۱) طواف کرتے ہوئے کسی سے بات چیت نہ کرنا (۱۲) کوئی کام ایسا نہ کرنا جس سے تکبر ظاہر ہو،

مباحات (۱) دینی معاملات کے متعلق طواف کرتے ہوئے کلام کرنا (۲) کسی عذر کی وجہ سے سواری پر طواف کرنا۔

مکروہات (۱) غیر ضروری باتیں کرنا (۲) پکار کر دعائیں پڑھنا (۳) ہر چکر کے بعد بہت دیر تک وقفہ کرنا (۴) خطبہ کی حالت میں طواف کرنا،

سعی صفا و مروہ کے فرائض و واجبات وغیرہ

فرائض "حج کے لئے" حج کے مہینوں میں سعی کرنا، لیکن عمرے کے لئے حج کے مہینوں کی پابندی ضروری نہیں ہے، اور حج کے مہینوں کے بعد سعی اس وقت جائز ہے جب طوافِ زیارت ایامِ نحر کے بعد کیا جائے اور سعی اس کے ساتھ کی جائے (۲) سعی "طواف" کے بعد کی جائے (۳) سعی کے وقت احرام ضرور ہو۔ لیکن طوافِ زیارت کے بعد بغیر احرام کے بھی سعی جائز ہے (۴) سعی خاص صفا و مروہ پر کی جائے اور جو حدود مقرر ہیں انکا لحاظ رکھا جائے، حدود سے باہر سعی کرنا درست نہیں ہے (۵) چار پھیروں سے کم نہ کیئے جائیں،

واجبات (۱) اگر کوئی عذر نہ ہو تو پیدل سعی کرنا واجب ہے (۲) سعی صفا سے شروع کرنا (۳) صفا و مروہ کے درمیان پوری مسافت طے کرنا (۴) سات پھیرے پورے کرنا یعنی چار پھیرے فرض کے اور تین پھیرے واجب کے (۵) عمرے کا احرام پوری سعی میں موجود رہنا چاہیئے۔ یہ پانچوں باتیں واجب ہیں اسلیئے سعی کے وقت انکو خوب ذہن نشین

کرلینا چاہیئے

سُنن سعی کے (۱) سعی کیلئے نیت کرنا (۲) طواف اور سعی کے درمیان وقفہ نہ دینا (۳) پھیروں کے درمیان وقفہ نہ دینا (۴) صفا ومروہ کے اوپر کے حصہ تک جانا (۵) "میلین" میں دوڑنا اور باقی مسافت میں اپنی رفتار پر چلنا (۶) اپنے ستر کو ڈھانکنا ،

مستحبات (۱) صفا ومروہ پر دیر تک ٹھیرنا اور عاجزی اور فروتنی کے ساتھ دُعا پڑھنا (۲) اگر سعی کے کسی پھیرے میں وقفہ ہوجائے تو اس پھیرے کو دوبارہ کرنا (۳) دورانِ سعی میں "ادعیۂ ماثورہ" پڑھتے رہنا (۴) دورانِ سعی میں دُعاؤں کو تین تین بار پڑھنا (۵) دورانِ سعی میں جسم اور لباس کو ہر قسم کی ناپاکی سے محفوظ رکھنا (۶) مسجد حرام میں سعی ختم کرنے کے بعد دو رکعت نماز نفل پڑھنا ۔

مکروہات (۱) طواف کے بعد سعی کرنے میں بغیر کسی عذر کے تاخیر کرنا (۲) بغیر کسی عذر کے پھیروں میں بہت وقفہ کرنا (۳) اثنائے سعی میں فضول باتیں اور غیر ضروری کلام کرنا (۴) صفا ومروہ کی اونچائی پر نہ چڑھنا (۵) "میلین" میں نہ دوڑنا (۶) دورانِ سعی میں خرید وفروخت کے معاملات طے کرنا ،

وقوفِ عرفات کے فرائض واجبات وغیرہ

شرائطِ صحت وقوف (۱) احرام کا ہونا ضروری ہے ، بغیر احرام کے وقوف صحیح نہیں (۲) مقام کا لحاظ رکھنا یعنی خاص عرفات میں وقوف کرنا (۳) وقت کی پابندی یعنی عرفے کے دن زوال کے بعد سے عید کی صبح صادق تک وقت ہے ،

فرض (۱) کم از کم ایک لمحہ کیلئے وقوف کرنا ،

واجب (۱) امتداد وقوف (یعنی غروب آفتاب تک وقوف کرنا اور اگر کوئی شخص شب کو وقوف کرے تو امتداد کی ضرورت نہیں ،

سنن (۱) وقوف کے لئے غسل کرنا (۲) مسجد نمرہ میں خطبہ سننا (۳) خطبہ کے بعد بغیر توقف نماز ظہر اور عصر پڑھنا (۴) جمع بین الصلوٰتین اسکی پوری شرائط سے ادا کرنا (۵) بلا توقف جمع بین الصلوٰتین کے بعد موقف کی طرف جانا (۶) عرفات سے واپس آنا امام کے ساتھ (۷) وقوف کے وقت باوضو ہونا ،

مستحبات (۱) وقوف کے لئے زوال سے پہلے تیاری کرنا (۲) وقوف کے لئے نیت کرنا (۳) امام کے لئے سواری پر وقوف کرنا (۴) وقوف میں رو بقبلہ کھڑے ہونا (۵) جبل رحمت کے قریب وقوف کرنا (۶) حتی الامکان امام کے قریب وقوف کرنے کی کوشش کرنا بشرطیکہ دوسرے لوگوں کو تکلیف نہ ہو (۷) اگر کوئی عذر نہ ہو تو وقوف کی حالت میں دھوپ میں کھڑے رہنا (۸) وقوف کے وقت دل و دماغ سے لایعنی خیالات کو دور کرنا (۹) موقف میں دعا کے وقت اپنے عجز کا اظہار کرنا (۱۰) وقوف میں توبہ و استغفار کرنا اور تلبیہ کہنا ، اور الحاح وزاری کے ساتھ مغفرت چاہنا (۱۱) موقف میں جو مغفرت کی دعا مانگی جائے اسکی مقبولیت کے متعلق یقینی امید رکھنا (۱۲) موقف میں ہر دعا کو حمد و صلوٰۃ سے شروع کرنا اور حمد و صلوٰۃ پر ہی ختم کرنا اور ہر دعا کو تین بار کہنا اور ہر مرتبہ آمین کہنا ۔ (۱۳) وقوف کی حالت میں حسب استطاعت صدقہ و خیرات کرنا ، ضعیفوں محتاجوں اپاہجوں اور غریب الوطن لوگوں کے ساتھ سلوک کرنا

حرام حالت وقوف میں غروب آفتاب سے قبل حدود عرفات سے باہر جانا حرام ہے ،

مکروہات (۱) جمع بین الصلوٰتین کے بعد موقف کی طرف جانے میں تاخیر کرنا

(۲) وقوف کی حالت میں بیہودہ خیالات کو دماغ میں جگہ دینا، اور بے اطمینانی کے ساتھ وقوف کرنا (۳) غروب آفتاب کے بعد مزدلفہ جانے میں تاخیر کرنا، اور غیر ضروری کاموں میں وقت گزارنا (۴) مزدلفہ جاتے ہوئے لغو باتیں کرنا، شوروغل مچانا، تیزی کے ساتھ چلنا یہ سب مکروہ ہیں،

وقوفِ مزدلفہ کے فرائض و واجبات وغیرہ

شرائطِ وقوف (۱) حج کا احرام بندھا ہوا ہو (۲) وقوف خاص مزدلفہ میں ہو اسکی حدود کے باہر نہ ہو (۳) وقت کی پابندی کا خیال رکھا جائے یعنی عید اضحیٰ کے دن صبح طلوع ہونے پر وقوف کیا جائے،

واجبات (۱) کم ازکم ایک لحظہ وقوف کرنا جیسا عرفات میں ہوتا ہے (۲) جمع بین الصلوٰتین،

سنن (۱) شب باشی مزدلفہ میں عید کی رات سے صبح تک (۲) مزدلفہ سے طلوع آفتاب سے قبل منا کی طرف روانہ ہونا،

مستحبات (۱) سواری سے اتر کر پہلے غسل کرنا (۲) جبل قزح کے قریب وقوف کرنا (۳) بغیر تاخیر کے نماز مغرب وعشا کو عشا کے وقت میں ادا کرنا (۴) موقف کی طرف پیدل چلنا (۵) نماز فجر باجماعت اندھیرے میں پڑھنا (۶) قربانی کے دن صبح کی نماز مشعر الحرام میں پڑھنا۔

مکروہات (۱) مزدلفہ میں سورج نکلنے تک ٹھیرنا (۲) امام سے آگے یا پیچھے مزدلفہ سے روانہ ہونا،



قیامِ منیٰ کے متعلق ہدایات

(۱) قربانی کی راتوں میں منٰی میں رہنا سنت ہے، اور عرفے کی شب منٰی کے سوا کسی دوسری جگہ شب باشی کرنا مکروہ ہے۔ خواہ مکہ ہی میں کیوں نہ ہو،

رمی جمار" کے فرائض و واجبات وغیرہ

شرائط و فرائض (۱) رمی جمرہ عقبہ کا وقت عید کے دن طلوع فجر سے دوسرے دن طلوع فجر تک ہے اور دیگر ایام کی رمی جمار کا وقت گیارہویں ذوالحجہ کی طلوع فجر سے تیرہویں تاریخ کی شام تک ہے (۲) کنکریاں پھینکتے وقت اس بات کا خیال رکھنا چاہیئے کہ کنکریاں جمرے پر پڑیں یا اس کے نزدیک تین ہاتھ کے فاصلہ پر پڑیں۔ (۳) رمی کے معنی پھینکنے کے ہیں پس کنکریوں کو پھینکنا چاہیئے۔ یہ نہیں کہ کنکریوں کو اٹھا کر آہستہ سے جمروں پر رکھدیا یہ غلط طریقہ ہے، (۴) سات کنکریوں کو جدا جدا پھینکنا چاہیئے اگر ساتوں کنکریوں کو ایک دفعہ ہی پھینکا جائیگا تو جائز نہیں (۵) حتی الامکان کنکریاں اپنے ہاتھ سے پھینکے ہاں اگر کوئی عذر ہو تو اپنے رفیق سے پھکوا سکتا ہے (۶) چار کنکریوں سے کم پھینکنا جائز نہیں،

واجبات (۱) جمرۂ عقبیٰ کی رمی سر منڈانے سے پہلے کرنا (۲) چار کنکریوں سے زیادہ پھینکنا (۳) ہر روز کی رمی کی اس کے آخر وقت تک تاخیر نہ کرنا۔

سنن (۱) رمی کرنا "بطن وادی" سے (۲) پے درپے کنکریاں پھینکنا۔ کنکریاں پھینکتے وقت جمرہ سے پانچ گز سے کم فاصلہ پر نہ کھڑا ہونا (۴) ہر روز کی رمی ترتیب وار کرنا (۵) وقت کا لحاظ رکھنا۔ یعنی مسنون وقت میں جمرات پر کنکریاں مارنا، (۶) کنکری کم از کم چھوارے کی گٹھلی کے برابر ہو (۷) جمرۂ اولیٰ اور وسطیٰ کی رمی کے بعد

وقوف کرنا ۔

مستحبات (۱) رمی کے وقت باوضو ہونا (۲) دائیں ہاتھ سے رمی کرنا (۳) رمی سے پہلے کنکریوں کو دھونا (۴) جمرۂ عقبیٰ کی رمی پر سواری کرنا اور جمرۂ اولیٰ اور وسطیٰ کی پیدل (۵) چاروں دنوں میں رمی کرنا (۶) قربانی کے دن رمی جمرۂ عقبہ کرنا ۔ طلوعِ آفتاب کے بعد ۔

مکروہات (۱) کنکریاں جمرے کے قریب اٹھانا یا کسی ناپاک جگہ سے لینا (۲) جمرۂ عقبیٰ کی رمی کرتے وقت پانچ گز سے کم فاصلے پر کھڑا ہونا ،

سر منڈانے کے متعلق مسائل

(۱) ایام نحر میں حدود حرم کے اندر پاؤ سر کا حلق یا قصر واجب ہے ، اور سنت یہ ہے کہ تمام سر منڈائے یا سارے بال کتروائے ۔ عورتوں کو صرف ایک "لٹ" کتروانا مسنون ہے ، اور عورت کے لئے سر منڈانا حرام ہے ،

افعالِ حج علی الترتیب

معہ جملہ مناسک واحکام

شروع میں اختصار کے ساتھ ہم نے آداب سفر بیان کئے ہیں اور گھر سے روانہ ہو کر میقات تک پہونچنے میں جن مسائل کے جاننے کی ضرورت تھی انکو لکھدیا ہے اب ہم میقات سے بیت اللہ شریف تک پہنچنے اور حج ادا کرنے اور پھر وہاں سے مدینہ طیبہ

جانے اور زیارتِ روضۂ اقدس سے مشرف ہونے کے متعلق جسقدر ضروری احکام و مسائل ہیں وہ تفصیل کے ساتھ لکھے دیتے ہیں تاکہ یہ باب ایک حد تک مکمل ہو جائے،

مقاماتِ احرام میقات اُس مقام کو کہتے ہیں جہاں سے مکہ شریف جانے کے لئے احرام باندھتے ہیں۔ ہندوستانی مسلمانوں کے لئے یلملم مقرر ہے، عراق کی طرف سے آنے والوں کے لئے "ذات عرق" شام اور مصر اور فلسطین والوں کے لئے جحفہ اور نجد کی طرف سے آنے والوں کے لئے قرن ہے، اور اہلِ مکہ کے لئے جبکہ وہ عمرہ کا احرام باندھنا چاہیں کل زمین "حل" اور جب کہ وہ احرام حج کا باندھنا چاہیں کل زمینِ حرم "

میقات پر پہنچے تو احرام باندھے جب عازمِ حج گھر سے روانہ ہو کر میقات پر پہنچے تو احرام باندھے بغیر احرام باندھے ایک قدم آگے نہ جائے کہ سخت بے ادبی ہے، اور اگر کوئی شخص اپنے گھر ہی سے احرام باندھ کر روانہ ہو اور محتاط رہے تو یہ جائز ہے،

احرام کس طرح باندھا جاتا ہے احرام اس طرح باندھا جاتا ہے کہ نہا دھو کر ایک چادر اور ایک تہبند پہن کر دو رکعت نفل پڑھے اور جانماز پر بیٹھے اور سر کھولے اور حج کی نیت کرے اور لبیک بطریقِ مسنون کہے بس یہ احرام بندھ گیا۔ لیکن یاد رکھو محض تہبند باندھ لینے اور چادر اوڑھ لینے سے کوئی شخص "مُحرِم" (احرام والا) نہیں ہو سکتا جب تک کہ نیت عمرے یا حج وغیرہ کی دل میں نہ کرے، عمرہ، افراد، تمتع اور قران سب کے لئے احرام ایک ہی طریق پر باندھا جاتا ہے

میقات سے بغیر احرام باندھے مکہ شریف جانا بغیر احرام میقات سے گزر کر مکہ شریف جانا منع ہے۔ اگر کوئی

شخص میقات سے بغیر احرام مکہ شریف تک چلا جائے تو جزا میں اُس پر ایک قربانی لازم ہے۔

طبرانی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی شخص بغیر احرام کے میقات سے تجاوز نہ کرے اور مکہ شریف کے چاروں طرف احرام باندھنے کے جو مقامات مقرر کردیے گئے ہیں ان کا لحاظ رکھے۔ اور احرام کعبہ شریف کی تعظیم کی غرض سے باندھا جاتا ہے۔ عمرہ یا حج کیا جائے یا نہ کیا جائے،

امام احمد بن حنبلؒ اپنی مسند میں لکھتے ہیں کہ فرمایا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہ جب کوئی شخص میقات سے آگے بڑھے اور احرام نہ باندھے یہاں تک کہ داخل ہو جائے مکہ میں تو اُسکو چاہیئے کہ میقات پر واپس آئے اور احرام باندھے اور اگر میقات پر واپس نہ جا سکے تو چاہیئے کہ وہیں احرام باندھ لے اور اس کے بدلے ایک قربانی کرے،

احرام کا لباس

احرام کے دو کپڑے ہوتے ہیں ایک تہ بند جو نیچے کے بدن پر باندھا جاتا ہے۔ دوسری چادر جو اوپر کے بدن پر باندھی جاتی ہے، ان دونوں کپڑوں کے مجموعہ کا نام "احرام" ہے۔ معتبر روایتوں سے یہ ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام میں یہی دو کپڑے پہنے ہیں۔ اور دوسرے یہ کہ سلے ہوئے کپڑے احرام کے واسطے منع ہیں۔ احرام کے بیان میں اکثر علما نے لکھا ہے کہ احرام کی چادر اتنی لمبی ہونی چاہیئے کہ اگر داہنے ہاتھ کی بغل کے نیچے سے نکال کر بائیں ہاتھ کے کندھے پر ڈالی جائے تو پیچھے لٹکی رہے۔ اور تہ بند اتنا بڑا ہونا چاہیئے کہ کسی قسم کی بےحجابی اور تکلیف نہ ہو۔ اور ٹخنے کھلے رہیں۔ احرام کا لباس نہایت پاک و صاف ہونا چاہیئے۔ اگر دونوں کپڑے نئے ہوں تو بہتر صورت ہے۔ ورنہ مستعمل پہننے میں مضائقہ نہیں۔ احرام کے لیے اگرچہ کوئی خاص رنگ مقرر نہیں۔ لیکن بعض فقہا نے سفید رنگ کو پسند کیا ہے،

عورتوں کا احرام

عورتوں کا احرام ان کے سلے ہوئے کپڑے ہیں اور عورت کو

لازم ہو کہ سر ڈھانکے اور منہ کھلا رکھے ، ہدایہ میں لکھا ہے کہ عورتوں کو بغیر سلے کپڑے پہننے اسوجہ سے جائز نہیں ہیں کہ بغیر سلے کپڑے پہننے میں انکی بے پردگی ہوتی ہے۔ پس عورتوں کو سلا ہوا کپڑا مثلاً قمیص ، کرتہ ، پائجامہ دوپٹہ وغیرہ پہننا جائز ہے ،

احرام کی تیاری

جب احرام باندھنے کا ارادہ کرے تو بشرطِ ضرورت حجامت بنوائے ناخن کتروائے ، زیرناف اور بغل کے بال صاف کرے ۔ سر کے بالوں کو خطمی وغیرہ سے خوب دھوئے اور کنگھی کرے ، اس کے بعد اگر غسل کرے تو افضل ہے ورنہ وضو کرے ،

ترمذی میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احرام باندھنے سے پہلے غسل فرمایا کرتے تھے ، پس اس وجہ سے غسل افضل ہو

ایک دوسری روایت میں ہو کہ ایک مرتبہ حج کے موقع پر احرام باندھنے سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل کیا بال دھوئے ، دو رکعت نماز پڑھی پھر حج کے لئے احرام باندھا ، حقیقت یہ ہو کہ یہ غسل نظافت بدن کے سبب ہے ۔ اسی لیئے حیض والی عورت کو بھی غسل کرنے کی تاکید ہے ، اگرچہ یہ غسل اس کے غسل فرض کا بدلہ نہیں ہوسکتا۔

ہدایہ میں ہو کہ اگر کوئی شخص احرام کے وقت کوئی خوشبودار مصالحہ ملکر نہائے تو مضائقہ نہیں ، مگر شرط یہ ہے کہ یہ مصالحہ ایسا ہو کہ بعد غسل اسکا بالکل اثر باقی نہ رہے کیونکہ حالتِ احرام میں خوشبو سے فائدہ اٹھانا جائز نہیں ۔

احرام باندھنے کا مسنون طریقہ یہ ہو کہ حسب ضرورت اپنی خانگی ضروریات سے فارغ ہوکر اور غسل کرکے احرام باندھے ، اول تہ بند باندھے پھر چادر اوڑھے ، پھر دو رکعت نماز نفل پڑھے ، صاحبِ ہدایہ نے لکھا ہے کہ معتبر روایتوں سے ایسا ہی ثابت ہو غرض جب نوافل پڑھ چکے تو دل میں حج یا عمرے ، یا قران کی نیت کرے ؛



حجِ افراد کے لیے اس طرح نیت کرے

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْحَجَّ فَیَسِّرْہُ لِیْ وَتَقَبَّلْہُ مِنِّیْ وَاَعِنِّیْ عَلَیْہِ وَبَارِکْ لِیْ فِیْہِ نَوَیْتُ الْحَجَّ وَاَحْرَمْتُ بِہٖ لِلّٰہِ تَعَالٰی ؕ (ترجمہ) یا اللہ میں ارادہ کرتا ہوں حج کا پس آسانی عطا کر میرے لیئے اور مجھ سے قبول فرما اور اس پر میری مدد کر۔ اور برکت دے میں نے حج کی نیت کی اور اللہ کے لیے احرام باندھا۔

احرام تمتع یعنی عمرہ کی نیت

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْعُمْرَۃَ فَیَسِّرْھَا وَتَقَبَّلْھَا مِنِّیْ وَاَعِنِّیْ عَلَیْھَا وَبَارِکْ لِیْ فِیْھَا نَوَیْتُ الْعُمْرَۃَ وَاَحْرَمْتُ بِھَا لِلّٰہِ تَعَالٰی ؕ (ترجمہ) یا اللہ میں نے عمرہ کا ارادہ کیا پس میرے لیے آسانی عطا فرما اور اسکو قبول کر اور میری اس میں مدد کر اور برکت دے میں نے عمرے کی نیت کی اور اسکا احرام باندھا۔

احرام قران یعنی حج و عمرہ کی نیت

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْعُمْرَۃَ وَالْحَجَّ فَیَسِّرْھُمَا لِیْ وَتَقَبَّلْھُمَا مِنِّیْ وَاَعِنِّیْ عَلَیْھِمَا وَبَارِکْ لِیْ فِیْھِمَا نَوَیْتُ الْعُمْرَۃَ وَالْحَجَّ وَاَحْرَمْتُ بِھِمَا لِلّٰہِ تَعَالٰی ؕ (ترجمہ) اے اللہ میں عمرے اور حج کا ارادہ کرتا ہوں پس آسان کر ان کو میرے لیئے اور قبول کر ان کو مجھ سے اور اعانت کر میری اُن پر اور برکت دے واسطے میرے ان میں، اور نیت کی میں نے عمرے اور حج کی۔ اور احرام باندھا میں نے اللہ کے لیئے ؕ

نیت کرنے کے بعد تلبیہ کہے، تلبیہ یہ ہے :۔

لَبَّیْکَ، اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ، لَبَّیْکَ، لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَۃَ لَکَ، وَالْمُلْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ (بخاری و مسلم)

(ترجمہ) حاضر ہوں اے اللہ حاضر ہوں، حاضر ہوں میں نہیں کوئی شریک تیرا۔ حاضر ہوں میں، سب تعریف نعمت اور بادشاہی تیرے ہی واسطے ہے۔ تیرا کوئی شریک نہیں،

عالمگیری میں ہے کہ لَبَّیْکَ " کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے اور درود کے بعد یہ دعائیں پڑھے،

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ رِضَاكَ وَالْجَنَّةَ، وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ غَضَبِكَ وَمِنَ النَّارِ۔ اَللّٰهُمَّ اَحْرَمَ لَكَ شَعْرِیْ وَبَشَرِیْ وَلَحْمِیْ وَدَمِیْ مِنَ النِّسَاءِ وَالطِّيْبِ وَكُلِّ شَيْءٍ حَرَّمْتَهُ عَلَى الْمُحْرِمِ۔ اَبْتَغِیْ بِذٰلِكَ وَجْهَكَ الْكَرِيْمَ

(ترجمہ) اے اللہ مانگتا ہوں تجھ سے رضامندی تیری، اور جنت، اور پناہ مانگتا ہوں تیرے غضب سے اور دوزخ سے۔ اور اے اللہ حرام کرتا ہوں میں واسطے تیرے بال اپنے اور کھال اپنی اور گوشت اپنا اور خون اپنا عورتوں سے اور خوشبو سے اور ہر اس چیز سے جس کو تو نے حرام کیا ہے " محرم " پر " چاہتا ہوں میں اس کو خاص تیری ذات بزرگ کے لیے۔

تلبیہ کن موقعوں پر کہے اور کن موقعوں پر کہے

" تلبیہ " ہر نماز کے بعد، ہر روز صبح کے وقت ایک دوسرے سے ملاقات کے وقت سوار ہوتے وقت، سواری سے اترتے وقت، ان تمام مواقع پر کہنا مسنون ہے، ابن ابی شیبہ رضی فرماتے ہیں کہ صحابہ مسنون جانتے تھے، لَبَّیْکَ " کہنے کو چھ مواقع پر (۱) ہر نماز کے بعد (۲) ہر روز صبح کے وقت (۳) سوار ہوتے وقت (۴) بلندی پر چڑھتے ہوئے (۵) ایک دوسرے سے ملاقات کے وقت اور (۶) سواری سے اترتے وقت،

تلبیہ " عمرے میں طواف شروع ہوتے ہی موقوف کرے، اور حج میں رمی جمرہ

عصبہ شروع ہونے ہی موقوف کرے ،

احرام باندھنے کے بعد کن چیزوں سے پرہیز لازم ہے

قرآن مجید میں حج کے بیان میں حق سبحانہٗ تعالیٰ جل مجدہٗ نے ارشاد فرمایا ہے۔
فَمَنْ فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ

جس نے لازم کرلیا اپنے اوپر حج ان مہینوں میں تو اس کو " رفث " فسوق ، اور جدال سے پرہیز کرنا چاہیئے ، بیضاوی نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ رفث سے مراد جماع یا جماع کا ذکر ہے اور فسوق سے مراد جھوٹ ، غیبت ، خیانت ظلم ، اور تمام کبائر ہیں ، اور اگرچہ گناہ ہمیشہ حرام ہے لیکن حالت احرام میں اشد حرام ہے۔ جدال سے مراد لڑائی ہے ، مطلب یہ ہے کہ اپنے ہمراہیوں سے یا ہموطنوں سے یا اہل معاملہ سے بلاوجہ تکرار نہ کرو ، اگر کوئی شخص ان باتوں سے باز نہ آئے تو اس کے حج کے قبول ہونے میں اندیشہ ہے۔ حالت احرام میں آیات واحادیث سے اور جن باتوں کی ممانعت ثابت ہے وہ یہ ہیں ۔

(۱) جانور کا شکار نہ کرے خشک زمین میں (دریائی جانور کے شکار کی اجازت ہے)
(۲) مرد کو سلا ہوا کپڑا ، مثلاً قمیص ، پائجامہ ، قبا ، کرتہ وغیرہ نہیں پہننا چاہیئے
(۳) خوشبو اور تیل وعطر کو استعمال نہ کرے (۴) جسم کے بال نہ مونڈے (۵) ناخن نہ کترے ،

وہ باتیں جو احرام میں جائز ہیں

(۱) اگر ضرورت واقع ہو تو پچھنے لگوائے جا سکتے ہیں۔ پچھنے لگانے میں کوئی حرج نہیں۔ بخاری اور مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پچھنے لگوائے ، حالانکہ آپ حالتِ احرام

میں تھے ، (۲) غسل کرنے اور حمام میں جانے کا مضائقہ نہیں۔ صحاح ستہ میں بھی ایسی روایتیں موجود ہیں ۔ جن سے یہ ثابت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حالتِ احرام میں غسل فرمایا اور دوسرے لوگوں کو غسل کرتے ہوئے دیکھا لیکن منع نہیں فرمایا (۳) اگر دھوپ بہت تیز ہو اور گرمی سخت ہو تو سر پر سایہ کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے ۔ ہدایہ میں ہے کہ اونٹ کے کجاوے کے سایے میں آرام لینے اور خانہ کعبہ کے پردے کے نیچے ہو جانے میں کوئی حرج نہیں ، مسلم میں ہے کہ سایہ کیا صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کپڑے کا بسبب گرمی کے حج میں ۔

احرام باندھنے کے بعد حج سے رک جانا

اگر احرام باندھنے کے بعد کوئی ایسی صورت پیش آئے کہ عازم حج " حج " کو نہ جا سکے ، مثلاً سخت بیمار ہو جائے یا کسی ظالم حکمراں کے محاصرے میں آجائے تو ایسے شخص کو شریعت مطہرہ کی اصطلاح میں " محصَر " کہتے ہیں ۔ اور اگر حج کو گیا اور کچھ ایسی مشکلات پیش آئیں کہ عیدِ اضحیٰ کی صبح تک وقوفِ عرفات نہ کر سکا تو ایسے شخص کو " فائت الحج " کہتے ہیں ۔ یعنی اس کا حج فوت ہو گیا ۔ "

گھر بیٹھے ہی احرام اتار سکتا ہے مگر اس طرح کہ ایک ہدی قربانی کے واسطے مکہ شریف بھیجدے ، اور اس کے ذبح کا وقت مقرر کر دے ۔ جب وہ وقت گزر جائے تو احرام اتار دے ۔ " محصر " کو سال آئندہ میں ایک حج کے بدلے ایک حج اور ایک عمرہ کرنا پڑتا ہے ۔ مگر فائت الحج کو صرف ایک ہی قضا دینی پڑتی ہے ۔ لیکن فی الحقیقت اس کے ذمہ بھی وہی ایک حج اور ایک عمرہ ہو جاتا ہے ۔ اس لیے کہ بہر حال احرام کھولنے کے لیے تو اسکو عمرہ کرنا ہی پڑتا ہے تو ایک یہ عمرہ اور ایک آئندہ سال کا حج قریب قریب محصر کے برابر ہی حساب ہو گیا ۔

"احصار" کے متعلق چند ضروری مسائل

(۱) اگر کسی نے وقوفِ عرفات کیا اس کے بعد احصار واقع ہوا تو وہ محصر نہیں ہے اس لئے کہ وہ حج کا ایک اہم و اعظم رکن پورا کر چکا ہے اور اب احصار کی وجہ سے اس کا حج فوت نہیں ہوگا، ہاں یہ ضرور ہے کہ وہ احرام نہیں اتار سکتا۔ جب تک کہ طوافِ زیارت نہ کرے۔ اگر طواف زیارت وقوفِ مزدلفہ و رمی جمار و حلق نہ کر سکا یہاں تک کہ ایام تشریق گزر گئے، تو اس کے ذمہ چار قربانیاں ہو جائیں گی۔ (عینی شرح کنز)

(۲) اگر کوئی شخص وقوفِ عرفات پر قادر ہو تو وہ "محصر" نہیں ہے اور اگر اسکے طواف پر قادر نہیں ہے تو حج اس کا ہو گیا، اسکو چاہیئے کہ طواف کے بدلے قربانی ذبح کرکے اور احرام سے باہر ہو جائے۔ (ہدایہ)

(۳) اگر کوئی شخص وقوفِ عرفات نہ کر سکا مگر اس کے بعد اس نے طوافِ زیارت کیا تو وہ محصر نہیں ہے بلکہ وہ فائت الحج ہے۔ اسکو چاہیئے کہ ایک طواف اور کرکے احرام کھولے اور طوافِ زیارت کے بدلے قربانی کرے۔ اور اس حج کو آئندہ سال میں کرے" (ھدایہ)

(۴) اگر مکہ شریف میں کوئی امر مانع ہوا کہ وقوفِ عرفات اور طوافِ زیارت نہ کر سکا تو وہ بھی محصر ہے۔ اور ایسے شخص کی مانند ہے جو زمین حل میں محصر ہو جائے۔

(۵) اگر عورت نے حج کے لیئے احرام باندھا اور اس کے بعد اس کا خاوند یا محرم مر گیا تو وہ محصرہ ہے۔

(۶) اگر محرم راستہ میں مر گیا اور مکہ معظمہ وہاں سے تین دن یا اس سے زیادہ فاصلے پر ہے تو وہ عورت بھی محصرہ ہے (عالمگیری)

(۷) اگر کسی شخص نے عمرہ کا احرام باندھا اور وہ بعض مشکلات کی وجہ سے عمرہ

کرنے سے رُک گیا تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وہ شخص محصر ہے۔ لیکن امام شافعی کے نزدیک محصر نہیں ہے۔ امام اعظم رح نے یہ دلیل بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب محترم مقام حدیبیہ میں محصر ہو گئے تھے۔ حالانکہ سب کے سب معتمرین تھے۔ یعنی وہ حج کے ارادے سے نہیں آئے تھے بلکہ عمرہ کرنے کے لئے آئے تھے پس ثابت ہوا کہ عمرہ میں احصار ہے اور عمرے سے رُک جانے والا یقیناً محصر ہے؛ (عینی شرح کنز)

"محصر" احرام کسطرح کھولے

"محصر" اس طرح احرام سے باہر ہو سکتا ہے کہ ایک ھدی کا جانور مثلاً بکری کسی شخص کے ہاتھ بھیجدے کہ حرم میں ذبح کرے یا قیمت بھیجدے کہ وہاں ہدی خرید کر ذبح کی جائے اور ذبح کا دن اور وقت مقرر کردے، اور پھر اُس دن اور وقت کے گزرنے کے بعد احرام اتار دے۔ حلق یا قصر کی ضرورت نہیں۔ یہ واضح رہے کہ "مفرد" کو ایک قربانی اور "قارن" کو دو قربانی بھیجنی چاہئیں۔ (ہدایہ)

داخلۂ حرم

"مکہ معظمہ" اور اُس کے گرد کی زمین کچھ فاصلہ تک "ارضِ حرم" کہلاتی ہے۔ حق تعالیٰ نے اس زمین کو "بیت اللہ شریف" کی تعظیم کی وجہ سے واجب التعظیم قرار دیا ہے۔ اور اسمیں بہت سی چیزیں حرام کردی گئی ہیں۔ جو کسی اور قطعۂ زمین پر نہیں کی گئیں اس مقدس زمین میں شکار کرنا۔ درخت کاٹنا جانوروں کو ستانا، کسی مومن کے خون کا ایک قطرہ بہانا حرام ہے، قرآنِ مجید میں اس زمین کو "بلد الامین" (امن کا گھر) فرمایا گیا ہے، پس یہاں پر جدال و قتال وغیرہ جائز نہیں۔ ہاں وہ جانور

جو موذی ہیں جیسے سانپ، بچھو، شیر، باولا کتا ان کو مارنے کی اجازت ہے۔

ارضِ حرم کے حدود

" زمین حرم " کے حدود یہ ہیں، مدینہ شریف کی طرف ۳ میل کے فاصلہ تک یمن اور طائف اور جبے کی طرف سات سات میل تک۔ ہر حالت میں ان حدود کا لحاظ رکھنا ضروری ہے،

حرم شریف کے آداب

اگر کسی شخص میں طاقت ہو اور اسکو کوئی عارضہ نہ ہو تو بہتر ہے کہ ارض حرم میں پیدل چلے۔ اور بڑی عاجزی اور فروتنی کے ساتھ قدم اٹھائے، اور یہ خیال کرے کہ میں کسی عظیم و جلیل شہنشاہ کے دربار میں حاضر ہونے کو جاتا ہوں، حلیۃ الاولیاء میں لکھا ہے کہ عہد نبوی اور عہدِ صحابہ میں اکثر مومن بوجہ پاس ادب زمین حرم میں ننگے پاؤں جایا کرتے تھے۔ اور راستے میں عاجزوں کا سا حال بنا لیتے تھے،

ارضِ حرم کی دعا

زمین حرم میں پہنچکر یہ دعا پڑھنی مستحب ہے اور باعث ثواب ہے
اَللّٰهُمَّ اِنَّ هٰذَا حَرَمُكَ وَحَرَمُ رَسُوْلِكَ فَحَرِّمْ لَحْمِيْ وَدَمِيْ وَعَظْمِيْ عَلَى النَّارِ ۔ اَللّٰهُمَّ اٰمِنِّيْ مِنْ عَذَابِكَ يَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ ، وَاجْعَلْنِيْ مِنْ اَوْلِيَائِكَ وَاَهْلِ طَاعَتِكَ

(ترجمہ) اے اللہ بیشک یہ تیرا حرم ہے اور تیرے رسول کا حرم ہے۔ (میں اسمیں داخل ہوتا ہوں اور التجا کرتا ہوں کہ خداوندا) میرا گوشت اور میرا خون اور میری ہڈیاں دوزخ پر حرام کر۔ اور اے اللہ پناہ دے مجھ کو اپنے عذاب سے جس دن کہ تو اپنے بندوں کو اٹھائے اور مجھے اپنے خاص بندوں اور اطاعت کرنے والوں میں داخل کر۔ اس کے بعد یہ دعا پڑھے،

اَللّٰهُمَّ ارْحَمْ عَلَيَّ وَتُبْ عَلَيَّ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝

(اے اللہ مجھ پر رحم فرما اور میری توبہ کو قبول کر، کچھ شک نہیں کہ تو بڑا توبہ قبول کرنیوالا

اور رحم کرنے والا ہے)

" آداب الحرمین " میں ہے کہ اس موقعہ پر درود شریف پڑھنا بھی بہتر ہے اور باعث ثواب ہے ۔ جو شخص ذوق کے ساتھ درود شریف پڑھتا ہے ، حضور اکرم صلعم کو اس کے ساتھ خاص محبت ہو جاتی ہے ۔

مقام مدعیٰ " مدعیٰ " کے معنی دعا مانگنے کی جگہ کے ہیں ۔ مقام " مدعیٰ " ایک بلند جگہ ہے یہاں سے خانہ کعبہ کی چھت دکھائی دیتی ہے ۔ اس مقام پر دعا مانگنا مستحب ہے ۔ جب عازم حج اس مقام پر پہنچے تو یہ دعا مانگے ،

رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ ۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ مِنْ خَیْرِ مَا سَاَلَكَ نَبِیُّكَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ ۔ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَكَ مِنْهُ نَبِیُّكَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ ۔

(ترجمہ) اے اللہ ہم کو دنیا میں بھی بھلائی عطا کر ، اور آخرت میں بھی بھلائی عطا کر اور عذاب دوزخ سے بچا ۔ اے اللہ میں تجھ سے وہ بہتری مانگتا ہوں جو تیرے نبی کریم محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مانگی تھی ، اور میں تیری حمایت اور پناہ مانگتا ہوں ، اس برائی سے جس سے تیرے حبیب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ مانگی ہے ۔

مقام " مدعیٰ " سے دو چار قدم آگے بڑھنے کے بعد مکہ معظمہ پر نگاہ پڑتی ہے جب نگاہ پڑے تو یہ دعا مانگے ،

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِیْ بِهَا قَرَارًا ، وَارْزُقْنِیْ بِهَا حَلَالًا ، وَاغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ ،

(ترجمہ) اے اللہ مجھ کو اس میں قرار دے ، اور حلال روزی عطا کر ، اور میرے گناہوں کو معاف فرما ۔

پھر یہ دعا مانگے اور جہاں تک ہو سکے خشوع و خضوع کے ساتھ التجا کرے :-

اَللّٰھُمَّ الْبَلَدُ بَلَدُكَ وَالْبَيْتُ بَيْتُكَ ، جِئْتُ اَطْلُبُ طَاعَتَكَ مُتَّبِعًا لِاَمْرِكَ رَاضِيًا بِقَدَرِكَ مُسْلِمًا لِاَمْرِكَ وَاَسْئَلُكَ اَنْ تَسْتَقْبِلَنِيْ بِعَفْوِكَ وَاَنْ تَجَاوَزَ عَنِّيْ بِرَحْمَتِكَ وَاَنْ تُدْخِلَنِيْ جَنَّتَكَ ۔

(ترجمہ) اے اللہ یہ شہر تیرا شہر ہے ، اور یہ گھر تیرا گھر ہے ، میں تیری رحمت اور اطاعت کی طلب میں آیا ہوں تیرا حکم مانتا ہوا ، تیرے حکم پر راضی اور تیرے امر کو تسلیم کرتا ہوا - اور سوال کرتا ہوں تجھ سے تو میری معذرت قبول کر ، اور اپنی رحمت سے میری خطاؤں کو معاف فرما ، اور یہ کہ مجھکو جنت میں داخل کر ،

اکثر عارفانِ حقیقت کا بیان ہے کہ اس موقعہ پر جو دعائیں مانگی جاتی ہیں وہ قبول ہوتی ہیں اور اگر کوئی شخص فی الحقیقت اپنے سابقہ گناہوں پر نادم ہو اور آئندہ زندگی میں محتاط رہنے کا عہد کرکے توبہ کرے تو حق تعالیٰ پچھلے گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے "

مکہ شریف میں داخلہ

مکہ شریف میں داخل ہونے سے پہلے عازم حج کو چاہیئے کہ غسل کرے ، اور اگر غسل کرنے کا موقعہ نہ ہو تو وضو کرے پھر نہایت ادب کے ساتھ داخل ہو ، شہر میں داخل ہونے کے لیئے دن یا رات کی کوئی تخصیص نہیں جس وقت چاہے داخل ہو سکتا ہے - شہر میں داخل ہوتے وقت یہ دعا پڑھے -

اَللّٰھُمَّ اِنَّ ھٰذَا حَرَمُكَ ، وَحَرَمُ رَسُوْلِكَ ، فَحَرِّمْ لَحْمِيْ وَدَمِيْ ، وَعَظْمِيْ عَلَى النَّارِ ، اَللّٰھُمَّ آمِنِّيْ مِنْ عَذَابِكَ ، يَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادِكَ ، وَاجْعَلْنِيْ مِنْ اَوْلِيَائِكَ وَاَھْلِ طَاعَتِكَ وَتُبْ عَلَيَّ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۔ (اس دعا کا ترجمہ پہلے لکھدیا گیا ہے) شہر میں داخل ہونے کے بعد سب سے پہلے مسجد حرام میں جانا چاہیئے - کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ میں داخل ہوتے تو سب سے پہلے مسجد حرام میں تشریف لے جاتے ، اور وہاں

دو رکعت نماز نفل پڑھتے پھر کسی دوسرے کام کی طرف متوجہ ہوتے تھے ، (بخاری)

داخل ہوتے وقت اول داہنا پاؤں بڑھائے اور یہ دعا پڑھے ،

بِسْمِ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالصَّلٰوةُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ۔ اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ وَاَدْخِلْنِيْ فِيْهَا ، اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ فِيْ مَقَامِيْ هٰذَا اَنْ تُصَلِّيَ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ ، وَاَنْ تَرْحَمَنِيْ وَتُقِيْلَ دُعَائِيْ وَتَغْفِرَ ذُنُوْبِيْ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ ہ

(ترجمہ) داخل ہوتا ہوں میں ساتھ نام اللہ کے ، اور تعریف اور حمد وثنا صرف اللہ کے لئے ہے ، اور درود حبیب پاک محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ، اے اللہ کھول دے دروازے واسطے میرے اپنی رحمت کے ، اور داخل کر مجھ کو اس میں اے اللہ میں سوال کرتا ہوں تجھ سے اس مقام میں یہ کہ رحمت بھیج ہمارے آقائے محترم محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو تیرے محبوب بندے اور رسول ہیں ، اور یہ کہ رحم کر تو مجھ پر اور میری دعا کو قبول کر ، اور میرے گناہوں کو معاف فرما ، اے سب رحم کرنیوالوں سے زیادہ رحم کرنے والے ، (اس کے بعد آہستہ سے آمین کہے)

خانہ کعبہ پر پہلی نظر

مسجد حرام میں داخل ہونے کے بعد پہلی نظر خانہ کعبہ پر پڑتی ہے ، اور حدیثوں سے یہ بات ثابت ہے کہ خانہ کعبہ کے دیکھتے ہی دعا قبول ہوتی ہے ، پس بہتر یہ ہے کہ اس وقت اطمینان قلب کے ساتھ اول یہ پڑھے ،

اَللّٰهُ اَكْبَرُ ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ

پھر یہ پڑھے ،

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ وَاِلَيْكَ يَرْجِعُ السَّلَامُ ، حَيِّنَا رَبَّنَا بِالسَّلَامِ وَاَدْخِلْنَا دَارَ السَّلَامِ ، تَبَارَكْتَ

رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَام ؕ

(ترجمہ) اے اللہ تیرا نام سلام ہے اور تجھی سے سلامتی ہے، اور ہر سلامتی تیری ہی طرف رجوع ہوتی ہے۔ (پروردگار! ہماری یہ دُعا ہے کہ ہم کو امن وعافیت کے ساتھ) زندہ رکھ، اور داخل کر ہم کو سلامتی کے گھر میں یہ بڑی برکت والا ہے تو، اے رب ہمارے، اور برتر ہے تو اے بزرگی اور اکرام والے،

اس کے بعد یہ دعا مانگے، رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّار، (اسمیں دنیا وآخرت کی بھتری کے لئے دُعا ہے اسی لیے اس کو احسن الدعوات کہا جاتا ہے)

امام الائمہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک خانہ کعبہ پر نگاہ پڑنے کے وقت یہ دعا مانگنا بہتر ہے کہ یا اللہ میں مستجاب الدعوات ہوجاؤں اگر یہ دُعا قبول ہوگئی تو یقیناً سب کچھ حاصل ہوگیا، (ہدایہ)

طوافِ خانہ کعبہ "خانہ کعبہ" کے گرد سات مرتبہ چکر لگانے کو طواف کہتے ہیں "طواف" ایک مخصوص دائرے کے اندر کیا جاتا ہے،

طواف کا ہر چکر "استلام حجر اسود" سے شروع ہوکر استلام حجر اسود پر ختم ہوجاتا ہے اور سات چکروں کے بعد "مقام ابراہیم" پر دو رکعت نماز پڑھی جاتی ہے۔ جس شخص کا عمرہ کا احرام ہے اسکو چاہیئے کہ طواف کے وقت طوافِ عمرہ کی نیت کرے اور جس شخص کا حج کا احرام ہو اسکو چاہیئے کہ طواف قدوم کی نیت کرے، بہرحال صرف نیت کرنے میں ذرا سا فرق ہے ورنہ طوافِ قدوم ہو یا طوافِ عمرہ ہو، طریقۂ طواف ایک ہی ہے۔ جو شخص عمرے کا طواف کرے اس کو چاہیئے کہ طواف شروع کرتے وقت لبیک موقوف کرے اور طواف قدوم کرنے والا شخص لبیک کہتا رہے، عازم حج کا لبیک کہنا جمرۂ عقبہ پر پہلی کنکری پھینکتے وقت موقوف ہوتا ہے۔ (ہدایہ)

طواف کے وقت ہر شخص کو چاہیے کہ دل میں اپنے گناہوں پر اظہارِ ندامت کرے اور آئندہ زندگی میں تقویٰ حاصل کرنے کا عہد کرے۔ اور رب العزت سے اپنے گناہوں کی معافی چاہے، اس صورت میں کیا عجب ہے کہ رحمتِ حق جوش میں آجائے اور گزشتہ عمر میں جتنی خطائیں ہوئی ہیں وہ معاف ہوجائیں ،

طریق استلام حجر اسود

"اصطلاحاتِ حج" کے سلسلے میں یہ بیان کیا جاچکا ہے کہ استلام حجر اسود سے مراد "حجر اسود" کو بوسہ دینا ہے ، اب اس کا طریقہ لکھا جاتا ہے۔ مسجد حرام میں داخل ہوکر اور دُعائیں مانگ کر جب حجر اسود کی طرف جائے تو دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھائے۔ اور "اللہ اکبر اللہ اکبر ، اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر" ، کہے ، پھر دونوں ہاتھ حجر اسود پر رکھ کر دونوں ہونٹوں کو حجر اسود پر لگائے۔ بوسہ دیتے وقت یہ دعا پڑھے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ ذُنُوْبِيْ وَطَهِّرْلِيْ قَلْبِيْ وَشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ وَيَسِّرْلِيْ اَمْرِيْ وَعَافِنِيْ فِيْ مَنْ عَافَيْتَ

(عالمگیری)

(ترجمہ) (بوسہ دیتا ہوں میں) ساتھ نام اللہ کے جو نہایت مہربان اور رحم والا ہے (اس کے بعد میں دُعا کرتا ہوں کہ) اے اللہ میرے گناہ بخش دے اور میرے دل کو پاک کر، اور میرے سینہ کو کھول دے اور میرے کاموں میں آسانی عطا کر، اور عافیت دے منجملہ اُن کے جنکو تونے عافیت دی)

"ہدایہ" میں ہے کہ اگر کسی کو ایذا نہ ہوتی ہو تب تو بوسہ دینا بہتر ہے۔ اور اگر کسی کو تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہو تو تکبیر و تہلیل کہنا کافی ہے ، اور اگر حجر اسود تک ہاتھ پہنچ سکے تو حجر اسود کو ہاتھ لگا کر چوم لے ، اور اس کا بھی موقع نہ ہو تو دور سے حجر اسود کی طرف توجہ کرے ، یعنی اپنے دونوں ہاتھ ہتھیلی کی طرف سے حجر اسود کی طرف دکھائے

اور " اللہ اکبر " کہے اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ کہے اور درود شریف پڑھے ،

(مسئلہ) اگر حجر اسود کا بوسہ دینا ہجوم کی وجہ سے ممکن نہ ہو، تو " طواف " میں توقف کرنا جائز نہیں "،) حجر اسود کو بوسہ دیتے ہوئے یا اس کی طرف توجہ کرتے ہوئے یہ دُعا پڑھے ،

اللہ اکبر ، اللہ اکبر ، اَللّٰھُمَّ اِعْطِنِیْ اِیْمَانًا وَّتَصْدِیْقًا بِکِتَابِکَ وَوَفَاءً بِعَھْدِکَ وَاِتِّبَاعًا نَبِیِّکَ سُنَّۃَ نَبِیِّکَ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ "

حجر اسود کے سوائے کسی اور پتھر کو بوسہ دینا جائز نہیں ہاں صرف رکن یمانی کو بوسہ دینے کی اجازت ہے ، بعض دشمنانِ اسلام حجر اسود کو بوسہ دینے کے متعلق یہ کہا کرتے ہیں کہ مسلمان اس پتھر کو لائق پرستش سمجھتے ہیں ، حاشا و کلا یہ مسلمانوں پر بہتان عظیم ہے ، وہ حجر اسود کو ہرگز لائق پرستش نہیں سمجھتے اور ان کے عقیدے میں سوائے اللہ تعالےٰ کے کوئی لائق پرستش نہیں ، مسلمان حجر اسود کو صرف ایک متبرک پتھر سمجھتے ہیں۔ اسی لئے اس کو بوسہ دیتے ہیں۔

" صحیحین " میں ہے ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ حجر اسود کے پاس آئے اور اس کو بوسہ دیا ، پھر فرمایا قسم اللہ کی میں جانتا ہوں یہ ایک پتھر ہے اور یہ نہ تو کسی کو ضرر پہونچا سکتا ہے اور نہ نفع دے سکتا ہے ، اور اگر میں نہ دیکھتا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بوسہ دیتے تو میں ہرگز اس کو بوسہ نہ دیتا "

طواف اور اضطباع اور رمل کے بعض مسائل

(۱) طواف کے لئے نیت کرنی ضروری ہے ، بغیر نیت کے طواف درست نہیں (۲) طواف کے سات چکروں میں سے چار چکر فرض ہیں - باقی واجب حسب تحقیق

امام ابو حنیفہ رح ، لیکن امام شافعی کے نزدیک سب فرض ہیں (عالمگیری)

(۳) اگر حالت طواف میں نماز کا وقت ہو جائے اور اقامت کی آواز کان میں آئے تو طواف کو چھوڑ دینا چاہیئے ، اسیطرح جب نماز جنازہ تیار ہو تو طواف کو چھوڑ دینا چاہیئے ، اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد جسقدر طواف باقی ہو اس کو ادا کرے (عالمگیری)

(۴) دوران طواف میں اگر وضو جاتا رہے تو طواف کرنے والے کو چاہیئے کہ دوبارہ وضو کرے اور باقی طواف پورا کرے (دُرمختار)

(۵) اضطباع " اسکو کہتے ہیں کہ چادر کو داہنی بغل کے نیچے کر کے دونوں کنارے اس کے بائیں کندھے پر ڈالے اور " رمل " سے مراد یہ ہے کہ نہایت مستعدی کے ساتھ چلے ، اور اپنے دونوں شانوں کو اسطرح ہلائے اور سینہ اس طرح تانے کہ جس طرح ایک طاقتور شخص اور بہادر مجاہد میدان میں چلتا ہے (کتاب الحج)

مقام ابراہیم پر دو رکعتیں

عینی شرح کنز الدقائق میں ہے کہ طواف سے فارغ ہو کر مقام ابراہیم کی طرف جائے اور راستہ میں یہ پڑھے

وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طواف کے بعد یہی کلمہ پڑھتے ہوئے مقام ابراہیم تک جایا کرتے تھے " اگر اجتماع زیادہ ہونے کی وجہ سے خاص مقام ابراہیم میں جگہ نہ ملے تو مسجد میں جہاں جگہ ملے وہاں پڑھ لے) اس دو رکعت نماز میں پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ، اور دوسری رکعت میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ " پڑھے ، فارغ ہونے کے بعد یہ دُعا مانگے :-

اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ تَعْلَمُ سِرِّیْ وَعَلَانِیَتِیْ فَاقْبَلْ مَعْذِرَتِیْ وَتَعْلَمُ حَاجَتِیْ فَاَعْطِنِیْ سُؤَالِیْ وَتَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِیْ فَاغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ اِیْمَانًا یُّبَاشِرُ قَلْبِیْ وَیَقِیْنًا صَادِقًا حَتّٰی اَعْلَمَ اَنَّہٗ لَا یُصِیْبُنِیْ اِلَّا مَا کَتَبْتَ لِیْ وَرِضًا بِمَا قَسَمْتَ لِیْ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ (طبرانی)

دو رکعت نماز مقام ابراہیم پر پڑھنے کے بعد چاہ زمزم پر جائے اور آب زمزم پیے، پانی پینے کے بعد یہ دعا پڑھنا مستحب ہے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ رِزْقًا وَّاسِعًا وَّعِلْمًا نَّافِعًا وَّشِفَاءً مِّنْ کُلِّ دَاءٍ

(ترجمہ) اے اللہ! میں تجھ سے مانگتا ہوں روزی وسعت کے ساتھ اور علم نفع دینے والا اور ہر بیماری کے واسطے شفا، اس کے بعد "ملتزم" پر جائے اور اسکو بوسہ دے، بوسہ دینا سنت ہے (فتح القدیر)

صفا و مروہ کی سعی

صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنے سے قبل عازم حج کو چاہیے کہ حجر اسود کو بوسہ دے اور پھر سعی کے واسطے باب صفا سے باہر نکلے، دروازے سے نکلتے ہوئے پہلے بایاں پاؤں باہر نکالے اور یہ دعا پڑھے،

بِسْمِ اللّٰہِ وَالصَّلٰوۃُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِفْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ وَاَدْخِلْنِیْ فِیْھَا ، وَاَعِذْنِیْ مِنَ الشَّیْطٰنِ

(ترجمہ) شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ تعالے کے اور درود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر، (خداوندا) میرے لئے ابواب رحمت کھول دے اور مجھے ان میں داخل کر اور مجھے شیطان کے وسوسوں اور اسکی شرارتوں سے محفوظ و مامون رکھ، (عینی شرح کنز) اس کے بعد کوہ صفا کی طرف جائے اور راستے میں یہ دعا پڑھے،

اَبْدَءُ بِمَا بَدَءَ اللّٰہُ تَعَالٰی اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَۃَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰہِ فَمَنْ حَجَّ الْبَیْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْہِ اَنْ یَّطَّوَّفَ بِھِمَا ، وَمَنْ تَطَوَّعَ خَیْرًا فَاِنَّ اللّٰہَ شَاکِرٌ عَلِیْمٌ ؕ

کوہ صفا پر پہنچکر وہاں سے مروہ تک ایک پھیرا کرے، اور پھر مروہ سے صفا تک دوسرا پھیرا کرے اور اسیطرح سات پھیرے کرے، ساتواں پھیرا مروہ پر تمام ہوگا جب سات پھیرے ختم ہوجائیں تو اب مسجد حرام میں جاکر مقام ابراہیم پر پھر دو رکعت نماز پڑھے:-

"سعی" کے چند ضروری مسائل

(۱) کوہِ صفا پر چڑھتے وقت سعی کی نیت دلمیں کرے اور یہ الفاظ کہے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ اَسْعٰی بَیْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَۃَ سَبْعَۃَ اَشْوَاطٍ لِوَجْھِکَ الْکَرِیْمِ، فَیَسِّرْ لِیْ وَتَقَبَّلْہُ مِنِّیْ،

(۲) صفا پر اسقدر اونچا چڑھے کہ خانہ کعبہ دکھائی دے، کیونکہ اوپر چڑھنے کا اصلی مقصد یہی ہے کہ خانہ کعبہ کی طرف خاص طور پر توجہ کی جائے،

(۳) کوہِ صفا پر منہ قبلے کی طرف کرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھے، اکثر علماء نے لکھا ہے کہ یہ محل اجابت ہے، پس داعی کو چاہیے کہ اپنے حق میں دعا کرے،

(۴) صفا سے اترتے ہوئے یہ دعا پڑھے، اَللّٰھُمَّ تَوَفَّنِیْ عَلٰی مِلَّتِ نَبِیِّکَ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وَسَلَّمَ۔

صفا و مروہ "کی سعی کے بعد عمرے کے تمام افعال ختم ہوچکے،

اب یہ چاہیئے کہ مسجد حرام سے باہر آئے اور سر منڈائے۔ اور احرام اتار دے، اور جس شخص نے حج کا احرام باندھ رکھا ہے وہ مسجد حرام سے باہر آکر احرام نہ کھولے، اور جس کا تمتع کا احرام ہے اس کا عمرہ ختم ہوچکا ہے۔ اگر وہ ہدی

(یعنی قربانی کا جانور) ساتھ لایا ہے تو مسجد حرام سے باہر آنے کے بعد احرام کو قائم رکھے، اور اسی احرام سے باقی افعال حج ادا کرے، اور اگر " ہدی " ساتھ نہیں لایا ہے تو احرام کھولدے اور حج کے واسطے مسجد حرام میں جا کر ۸ ذوالحجہ کو یا اس سے پہلے احرام باندھے، اور افعال حج ادا کرے، اور اگر قران کا احرام باندھا ہے تو افعال عمرہ تو پورے ہو چکے، لیکن مسنون یہ ہے کہ اسی احرام کو قائم رکھے اور افعال حج اسی احرام سے کرے، اور زمانۂ قیام مکہ کو غنیمت سمجھے، جہانتک ہو سکے زیادہ نیکی کرے عبادت و ریاضت میں مشغول رہے،

آداب الحرمین " میں ہے کہ قیام مکہ میں مسجد حرام میں بیٹھ کر کم از کم ایک قرآن ختم کرے اور ایک سے زیادہ مرتبہ ختم کر سکے تو یہ اس کے حق میں زیادہ بہتر ہے،

اور اس مبارک موقعہ پر حتی الامکان زیادہ سے زیادہ نیک عمل کرے، کیونکہ کعبہ شریف میں ایک نیکی کا ثواب لاکھ نیکیوں کے برابر ہوتا ہے، اور گناہوں سے اجتناب کرے کہ جسطرح نیکیوں کا ثواب زیادہ ملتا ہے، اسیطرح گناہوں کا عذاب زیادہ ہوتا ہے قیام مکہ میں جب مسجد حرام میں جایا کرے تو اکثر اعتکاف کی نیت کرلیا کرے تاکہ اعتکاف کا ثواب بھی حاصل ہو یہ نیت تھوڑی دیر کے لئے کی جاتی ہے، اور نیت کے الفاظ یہ ہیں۔

نَوَيْتُ الْاِعْتِكَافَ مَادُمْتُ فِيْ هٰذَا الْمَسْجِدِ (نیت کرتا ہوں میں اعتکاف کی جب تک اس مسجد میں ہوں)

اس قیام کے زمانہ میں اکثر اوقات خانہ کعبہ کی طرف غور کیا کرے کہ یہ بھی عبادت ہے، اور جب مسجد حرام میں جائے تو حطیم میں بھی داخل ہو اور وہاں نوافل وغیرہ پڑھے، حطیم میں نوافل پڑھنے کا بہت ثواب ہے، قیام مکہ کے زمانہ میں جب کبھی موقع حاصل ہو خانہ کعبہ کے اندر داخل ہونے کی بھی کوشش کرے،

" امام بیہقی " نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جو شخص

بیت اللہ میں داخل ہوگا اور وہاں دو رکعت نماز پڑھے گا اُس کے تمام گناہ معاف ہوجائینگے اور وہ پاک وصاف ہوجائیگا ،

(مسئلہ) عورتوں کو خانہ کعبہ میں داخل ہونے اور نماز پڑھنے کی اجازت ہے مگر اس وقت جبکہ وہاں مرد نہ ہوں اگر مرد ہوں تو حطیم میں نماز پڑھنا بہتر ہے - اس لیے کہ حطیم میں نماز پڑھنے کا ثواب اتنا ہی ہے جتنا کعبہ شریف کے اندر ،

حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ جبکہ کعبہ شریف میں مرد جمع تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ تم حطیم میں نماز پڑھ لو، تمھیں اتنا ہی ثواب مل جائیگا جتنا کعبہ میں ملتا ہے ،

ایام حج کا پروگرام

ساتویں ذوالحجہ ساتویں ذوالحجہ کو ظہر کی نماز کے بعد " امام حرم " مسجد حرام میں آتے ہیں ، اور منبر پر کھڑے ہوکر خطبہ پڑھتے ہیں ، اس خطبہ میں حج کے فضائل ومسائل بیان کیے جاتے ہیں ، پس حاضرین کو چاہیے کہ وہ نہایت اطمینان وسکون کے ساتھ اس خطبہ کو سنیں ، اس موقعہ پر یہ بتلادینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ دوران حج میں کل تین خطبے ہوتے ہیں ، پہلا خطبہ ساتویں ذوالحجہ کو مسجد حرام میں ہوتا ہے ، اور دوسرا خطبہ نویں ذوالحجہ کو عرفات میں ہوتا ہے مسجد نمرہ میں - اور تیسرا خطبہ منی میں گیارہویں ذوالحجہ کو مسجد خیف میں ہوتا ہے ، ان خطبوں میں تمام مناسک حج بتائے جاتے ہیں ، اور اصلاح تمدن ومعاشرت کے طریقے بیان کیے جاتے ہیں -

آٹھویں ذوالحجہ آٹھویں ذوالحجہ کو حج کے لیے احرام باندھا جاتا ہے - اور سب

حاجی علی الصباح منا کی طرف روانہ ہوتے ہیں ، اہل مکہ کا طریق یہ ہے کہ وہ آٹھویں تاریخ صبح کے وقت مسجد حرام میں آکر احرام باندھتے ہیں اور طواف وغیرہ سے فارغ ہوکر منا کی طرف روانہ ہوتے ہیں ، اور یہی طریق مسنون ہے ، منا پہنچکر مسجد حنیف کے قریب اترنا چاہیئے ، اور ظہر ، عصر ، مغرب ، اور عشا کی نمازیں مسجد حنیف میں پڑھنی چاہئیں اور رات کو منا میں قیام کرنا چاہیئے ، یہ قیام سنت ہے ،

ابن ماجہ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آٹھویں تاریخ صبح کی نماز مکہ میں پڑھتے تھے اور آفتاب طلوع ہونے کے بعد منا کی طرف تشریف لے جاتے تھے ، اور وہاں پانچ وقت کی نمازیں پڑھا کرتے تھے ، یعنی آٹھویں ذوالحجہ کو ظہر ، عصر ، مغرب اور عشا کی ، اور نویں تاریخ فجر کی ؛؛ اس کے بعد عرفات تشریف لیجایا کرتے تھے ،

عالمگیری میں ہے کہ آٹھویں تاریخ مکہ سے روانہ ہوتے وقت لبیک کہے ۔ اور کلمۂ توحید یعنی لا الٰہ الا اللہ پڑھے ، اور راستے میں استغفار پڑھے ، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے ؛؛

طبرانی میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو شخص منا میں پہنچکر (عرفے کی شب میں) ایک ہزار مرتبہ یہ دعا پڑھے تو حق سبحانہٗ تعالیٰ اسکی بہت سی مشکلات کو آسان کردیگا ،

سُبْحَانَ الَّذِی فِی السَّمَاءِ عَرْشُہٗ ، سُبْحَانَ الَّذِی فِی الْاَرْضِ مَوْطِئُہٗ ، سُبْحَانَ الَّذِی فِی الْبَحْرِ سَبِیْلُہٗ ، سُبْحَانَ الَّذِی فِی النَّارِ سُلْطَانُہٗ ، سُبْحَانَ الذی فی الجنۃِ رَحْمَتُہٗ سُبْحَانَ الَّذِی فِی الْقَبْرِ قَضَائُہٗ ، سُبْحَانَ الَّذِی فِی الْھَوَاءِ رُوْحُہٗ ، سُبْحَانَ الذی رَفَعَ السَّمَاءَ ، سُبْحَانَ الَّذِی وَضَعَ الْاَرْضَ ، سُبْحَانَ الَّذِی لَا مَلْجَأَ وَلَا مَنْجَاءَ اِلَّا اِلَیْہِ ،

ترجمہ یہ ہے :-

پاک ہے وہ ذات جس کا عرش آسمان پر ہے ، پاک ہے وہ ذات جس کا اقتدار زمین میں ہے ، پاک ہے وہ ذات جسکا قبضہ سمندر میں ہے ، پاک ہے وہ ذات جسکی حکومت آگ پر ہے ، پاک ہے وہ ذات جس کی خاص رحمت جنت میں ہے - پاک ہے وہ ذات جسکا حکم قبر میں جاری ہے - پاک ہے وہ ذات جس کی پیدا کی ہوئی روح ہوا میں ہے ، پاک ہے وہ ذات جس نے آسمان کو بلند بنایا ، پاک ہے وہ ذات جس نے زمین کو (اپنی مخلوق کے آرام کے لئے بنایا - پاک ہے وہ ذات کہ نہیں ہے پناہ اور نجات لیکن اسی کی طرف رجوع کرنے "

نویں ذوالحجہ نویں ذوالحجہ کو آفتاب طلوع ہونے کے بعد سب حاجیوں کو میدان عرفات میں جانا چاہیئے ، اور راستہ میں دعیہ ماثورہ کا پڑھنا باعث ثواب ہے ، اور استغفار اور درود شریف بھی پڑھے ،

عالمگیری میں ہے کہ عرفات کو جاتے ہوئے یہ دعا پڑھے ،

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا خَيْرَ غُدْوَةٍ غَدَوْتُهَا قَطُّ ، وَاَقْرِبْهَا مِنْ رِضْوَانِكَ ، وَاَبْعِدْهَا مِنْ سَخَطِكَ ، اَللّٰهُمَّ اِلَيْكَ تَوَجَّهْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَوَجْهَكَ اَرَدْتُّ فَاجْعَلْ ذَنْبِي مَغْفُوْرًا ، وَحَجِّيْ مَبْرُوْرًا وَارْحَمْنِيْ وَبَارِكْ لِيْ فِيْ سَفَرِيْ وَاقْضِ بِعَرَفَاتٍ حَاجَتِيْ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

(ترجمہ) اے اللہ اس صبح کو میرے لئے بہترین صبح قرار دے (یعنی میرے گزشتہ دنوں میں سے آج کے دن کو سب سے بہتر بنا) اور اے اللہ مجھ کو اپنی رضامندی سے نزدیک کر اور اپنے غضب اور غصہ سے دور رکھ ، اے اللہ میں تیری طرف متوجہ ہوا ، اور تجھی پر میں نے بھروسہ اور توکل کیا - اور تیرا ہی طالب

ہوں (خداوندا) میرے گناہوں کو معاف کر، اور میرے حج کو قبول فرما، اور مجھ پر رحم کر، اور مجھے (اپنے فضل سے) محروم نہ کر، اور مبارک کر میرا یہ سفر، اور عرفات پر میری حاجتوں کو پورا کر کچھ شبہ نہیں کہ تو ہر بات پر قادر ہے، اور کوئی شے تیری قدرت سے باہر نہیں، مسافت طے کرنے کے بعد جب عرفات کے قریب پہنچے، جس وقت جبلِ رحمت پر نظر پڑے تو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہے اور مغفرت چاہے، پھر جب میدانِ عرفات میں پہونچے تو مسجد ابراہیم (جسکو آج کل مسجد نمرہ کہتے ہیں) کے قریب ٹھیرے اگر وہاں اجتماع زیادہ ہو اور ٹھیرنے کو جگہ نہ ملے تو جس جگہ بھی موقع ہو قیام کرے، بعد ازاں وقوفِ عرفات کے لیے غسل کرے اور مسجد نمرہ میں داخل ہو۔ اور جب خطیب خطبہ شروع کرے تو نہایت غور و توجہ کے ساتھ سنے۔ اس خطبہ میں تفصیل کے ساتھ مناسکِ حج بیان کیے جاتے ہیں۔ پھر جماعت کے ساتھ ظہر اور عصر کی نماز ملا کر پڑھے، اس کے بعد فوراً میدانِ عرفات میں وقوف کے لیے جائے، اور جب امام دعا مانگے تو اس کے ساتھ دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے، اور اللہ تعالےٰ سے اپنی حاجتیں طلب کرے، یہ "وقوفِ عرفات" حج کا اہم و اعظم رکن ہے، اس کے فوت ہوجانے سے تمام حج فوت ہوجاتا ہے، پس اس میں تاخیر و تساہل نہیں چاہیئے،

وقوفِ عرفات

ظہر اور عصر پڑھانے کے بعد امام کو چاہیئے معہ تمام حاجیوں کے موقف کی طرف روانہ ہو "موقف" ایک خاص میدان کا نام ہے، جسمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیام فرمایا کرتے تھے۔ "موقف" میں قبلہ کی طرف منہ کرکے کھڑا ہونا مسنون ہے۔

وقوفِ عرفات کا وقت

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وقوفِ عرفات کا وقت عرفہ کے دن زوال آفتاب کے وقت سے عید کے دن صبح ہونے سے پہلے تک ہے۔ اگر کوئی شخص اس مقررہ وقت کے ختم ہونے پر عرفات

میں پہونچا تو اس کا حج فوت ہو گیا (عالمگیری)

وقوف کے موقعہ پر پڑھنے کی دعا

وقوف کے موقعہ پر پڑھنے کے لیے علمائے حنفیہ کے نزدیک کوئی خاص دعا مقرر نہیں ہے جو دعا چاہے مانگے، لیکن طبرانی میں لکھا ہے عرفات میں وقوف کے موقع پر یہ دعا پڑھے،

اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ، وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ، لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ، اَللّٰھُمَّ اھْدِنِیْ بِالْھُدٰی، وَنَقِّنِیْ، وَاعْتَصِمْنِیْ بِالتَّقْوٰی وَاغْفِرْ لِیْ فِی الْاٰخِرَۃِ وَالْاُوْلٰی، اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ حَجًّا مَبْرُوْرًا، وَذَنْبًا مَغْفُوْرًا، اَللّٰھُمَّ لَکَ صَلٰوتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ وَاِلَیْکَ مَاٰبِیْ، اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَوَسْوَسَۃِ الصَّدْرِ، وَشَتَاتِ الْاَمْرِ، اَللّٰھُمَّ اھْدِنَا بِالْھُدٰی وَزَیِّنَّا بِالتَّقْوٰی، وَاغْفِرْ لَنَا فِی الْاٰخِرَۃِ وَالْاُوْلٰی، اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ رِزْقًا حَلَالًا طَیِّبًا مُّبَارَکًا، اَللّٰھُمَّ اَمَرْتَنِیْ بِالدُّعَاءِ وَلَکَ الْاِجَابَۃُ، وَاِنَّکَ لَا تُخْلِفُ وَعْدَکَ، اَللّٰھُمَّ مَا اَحْبَبْتَ مِنْ خَیْرٍ، فَحَبِّبْہُ اِلَیْنَا وَیَسِّرْہُ لَنَا وَمَا کَرِھْتَ مِنْ شَرٍّ، فَکَرِّھْہُ اِلَیْنَا وَجَنِّبْنَا وَلَا تَنْزِعْ مِنَّا الْاِسْلَامَ بَعْدَ اِذْ ھَدَیْتَنَا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ فِیْ صَدْرِیْ نُوْرًا وَفِیْ سَمْعِیْ نُوْرًا وَفِیْ بَصَرِیْ نُوْرًا وَفِیْ قَلْبِیْ نُوْرًا۔ اَللّٰھُمَّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ وَیَسِّرْ لِیْ اَمْرِیْ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ وَسَاوِسِ الصَّدْرِ

وَتَشَتُّتِ الْاَمْرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ ، اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ
مَا یَلِجُ فِی اللَّیْلِ وَشَرِّ مَا یَلِجُ فِی النَّهَارِ وَشَرِّ مَا تَهُبُّ الرِّیَاحُ
وَشَرِّ بَوَائِقِ الدَّهْرِ، رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ
حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ، اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ مِنْ خَیْرِ
مَا سَأَلَكَ بِهٖ نَبِیُّكَ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَ بِهٖ نَبِیُّكَ
صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ، رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا
وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِیْنَ ۝ رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوةِ
وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءِ رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَ
لِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّیَانِیْ
صَغِیْرًا ، رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ
وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ
رَبَّنَا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ
الرَّحِیْمُ ، لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ، اَللّٰهُمَّ
اِنَّكَ تَعْلَمُ وَتَرٰی مَكَانِیْ وَتَسْمَعُ كَلَامِیْ وَتَعْلَمُ سِرِّیْ وَعَلَا
نِیَتِیْ وَلَا یَخْفٰی عَلَیْكَ شَیْءٌ مِّنْ اَمْرِیْ وَاَنَا الْبَائِسُ الْفَقِیْرُ
الْمُسْتَغِیْثُ الْمُسْتَجِیْرُ الْوَجِلُ الْمُشْفِقُ الْمُقِرُّ الْمُعْتَرِفُ بِذَنْبِهٖ
اَسْئَلُكَ مَسْئَلَةَ الْمِسْكِیْنِ وَاَبْتَهِلُ اِلَیْكَ ابْتِهَالَ الْمُذْنِبِ
الذَّلِیْلِ وَاَدْعُوْكَ دُعَاءَ الْخَائِفِ الضَّرِیْرِ مَنْ خَضَعَتْ لَكَ
رَقَبَتُهٗ وَفَاضَتْ عَیْنَاهُ وَنَحِلَ لَكَ جَسَدُهٗ وَرَغِمَ لَكَ
اَنْفُهٗ اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْنِیْ بِدُعَائِكَ شَقِیًّا وَّكُنْ بِیْ رَءُوْفًا رَّحِیْمًا
یَا خَیْرَ الْمَسْئُوْلِیْنَ وَیَا خَیْرَ الْمُعْطِیْنَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ وَالْحَمْدُ

لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۔ آمین ،

(ترجمہ) اللہ بڑا ہے ، اللہ بڑا ہے ، اللہ بڑا ہے ، اور اللہ ہی کے لئے ہے حمد ، اور اللہ ہی کے لئے ہے حمد ، اور اللہ ہی کے لئے حمد ، نہیں ہے کوئی معبود برحق ، مگر صرف اللہ ، کوئی اس کا شریک نہین ، سب ملک اُسی کا ہے ، اور اُسی کے لئے ہر طرح کی تعریف ہے ، اے اللہ دکھا مجھکو راہ راست اور پاک کر مجھکو ، اور بنا مجھکو تقوی کو مضبوط پکڑنے والا ، اور مجھے دُنیا اور آخرت میں بخشدے اے اللہ کر میرے اس حج کو مقبول اور مغفرت فرما ، اے اللہ تیرے ہی لئے ہے میری نماز اور میری عبادت اور میری زندگی اور موت اور میری واپسی تیری ہی طرف ہے ، اے اللہ میں حمایت ڈھونڈتا ہوں تیری عذاب قبر سے ، اور دلی شکوک سے اور میرے حالات کی پریشانی سے ، اے اللہ راہ دکھا ہم کو ساتھ ہدایت کے اور ہم کو پرہیزگاری سے آراستہ کر ، اور بخش ہم کو دنیا اور آخرت میں ، اے اللہ میں تجھ سے مانگتا ہوں رزق حلال اور پاک اور متبرک ، اے اللہ تونے مجھ کو حکم دیا ہے دُعا مانگنے کا ، اور قبول کرنا تیرا کام ہے ، اور تو خلاف نہیں کرتا اپنے وعدہ کے ، اے اللہ جس کو تو دوست رکھتا ہے بھلائی سے پس محبوب کر اُسکو واسطے ہمارے اور میسر کر اسکو واسطے ہمارے اور جسکو تو بُرا جانتا ہے بُرائی سے پس مکروہ کر اسکو واسطے ہمارے اور دُور رکھ اسکو ہم سے ، اور ہمیں دولتِ اسلام سے محروم نہ کر بعد اس کے کہ تونے کی ہدایت ہم کو ، نہیں ہے کوئی معبود برحق مگر صرف اللہ ، اس کا کوئی شریک نہیں سب کچھ اُسی کی ملک ہے ، اور اُسی کے واسطے حمد ہے ، اور زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے ، اور وہ کل چیزوں پر قدرت رکھتا ہے اے اللہ پیدا کر میرے سینہ میں نور اور میرے کانوں میں نور اور میری آنکھ میں نور ، اور میرے دل میں نور ، اے اللہ فراخ کر میرا سینہ اور آسان کر میری مشکلات ، اور پناہ مانگتا ہوں میں تجھ سے شکوک باطنی سے ، اور حالات

کی پریشانی سے اور قبر کے عذاب سے ، اے اللہ میں پناہ مانگتا ہوں تجھ سے پناہ اس چیز کی بُرائی سے جو داخل ہوتی ہے رات میں ، اور اس چیز کی بُرائی سے جو داخل ہوتی ہے دن میں ، اور بُرائی سے اس چیز کی جو اڑتی ہیں ہوائیں ، اور بُرائی حوادث زمانہ سے ، اے پروردگار ! دے ہم کو دنیا میں بھلائی اور آخرت میں بھلائی ، اور بچا ہم کو دوزخ کے عذاب سے ، اے اللہ میں مانگتا ہوں تجھ سے وہ بھلائی جو مانگی ہے تجھ سے تیرے نبی نے اور پناہ مانگتا ہوں اس بُرائی سے کہ پناہ مانگی تھی اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ، اے پروردگار ہم نے ظلم کیا اپنی جانوں پر ، اور اگر تو نہ بخشے اور رحم نہ فرمائے ہم پر تو ہم خسارہ میں رہیں گے ، اے پروردگار مجھ کو قائم الصلوٰۃ کر اور میری اولاد کو بھی ، اے رب ہماری دُعا قبول کر ، اے پروردگار مجھے اور میرے ماں باپ کو بخشدے اور سب مسلمانوں کو جس دن کہ قائم ہو حساب (یعنی قیامت کے دن) اے رب اُن دونوں پر یعنی والدین پر رحم فرما ، جیساکہ پالا انہوں نے مجھ کو صغیر سنی سے اے پروردگار مغفرت فرما ہمارے اُن بھائیوں کی جو ہم سے پہلے گزر گئے ساتھ ایمان کے اور نہ ٹھیرا ہمارے دلوں میں کینہ اُن لوگوں کی طرف سے جو ایمان لائے ہیں ، اے پروردگار بیشک تو مہربان رحم کرنے والا ہے ، اے رب ہمارے بیشک تو سب کچھ سننے والا ہے اور جاننے والا ہے ، اور اے اللہ ہمیں توبہ کی توفیق دے ، بیشک تو توفیق دینے والا مہربان ہے ۔ نہ مجھ میں قوت ہے گناہ سے بچنے کی ، اور نہ طاقت عبادت پر ، مگر ساتھ مدد اللہ بزرگ و برتر کے ، اے اللہ یقیناً تو جانتا ہے اور میرے اس جگہ قیام کرنے کو جانتا ہے ۔ اور میرا کلام سنتا ہے اور میری باطنی حالت جانتا ہے اور میری ظاہری حالت سے بھی واقف ہے ، اور تجھ سے میرا کوئی کام پوشیدہ نہیں ، اور میں بہت محتاج فقیر فریاد کرنے والا ، خوف کرنے والا ، ڈرنے والا ، اقرار کرنے والا ، معترف اپنے گناہوں کا ہوں ۔ اے اللہ مانگتا ہوں میں تجھ سے مثل فقیر

کے اور آہ وزاری کرتا ہوں طرف تیرے مثل گنا ہگار ذلیل کے ، اور دعا مانگتا ہوں تجھ سے مثل دُعا خوف کرنیوالے کے جس کی جھکی ہو گردن تیرے لیئے اور دونوں آنکھیں اشکبار رہوں اور اس کا بدن تیری یاد میں خشک ہو گیا ہو ، اور اس نے تیری تعظیم کے لیئے زمین پر ناک رگڑی ہو ، اور اے اللہ نہ کر تا مجھ کو ایسا کمبخت کہ تیرے حضور میں دعا مانگنے سے بدنصیب رہوں اور تو میرے لیئے مہربان رحم کرنے والا ہو اے بہتر سوال کے پورا کرنے والوں سے اور اے بہتر عطا کرنے والوں سے ، اور اے بہتر رحم کرنے والوں سے اور سب تعریف اللہ ہی کے لیئے ہے جو تمام عالم کا پروردگار ہے ، آمین ۔

بعض امور موقع وقوف پر یاد رکھنے کے قابل

صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس مبارک موقع پر نہایت عاجزی اور فروتنی سے دُعا مانگتے تھے ، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ایک مسکین نہایت زبردست شہنشاہ کے حضور میں کچھ التجا کر رہا ہے ۔ پس عازم حج کو لازم ہے کہ اس موقعہ پر نہایت عجز و انکسار اور الحاح وزاری کے ساتھ دُعا مانگے اور ظاہر و باطن کی پاکیزگی کا پورا پورا لحاظ رکھے اور اکلِ حلال اور صدقِ مقال سے غافل نہ ہو ؛

وقوفِ عرفات کا اختتام

غروب آفتاب کے بعد امام کو چاہیئے کہ معہ حاجیوں کے میدانِ عرفات سے روانہ ہو جائے اور مزدلفہ میں جا کر قیام کرے مستحب ہے کہ مزدلفہ کے قریب سواری سے اتر کر پیدل جائے اور راستہ میں اللّٰہُ اکبر ولا الٰہ الا اللّٰہ وَالحمدُ لِلّٰہ پڑھے اور بار بار لبیک کہے اور استغفار پڑھے ، (عالمگیری)

مزدلفہ میں داخلہ

اگر ممکن ہو اور وقت ہو اور فرصت ہو تو مزدلفہ میں داخل ہونے کے لیئے غسل کرے ، اگر غسل نہ کر سکے تو وضو ضرور کرے اور

اور داخل ہوتے وقت یہ دعا پڑھے،

اَللّٰهُمَّ هٰذِهٖ جَمْعٌ اَسْئَلُكَ اَنْ تَرْزُقَنِيْ جَوَامِعَ الْخَيْرِ كُلِّهٖ فَاِنَّهٗ لَا يُعْطِيْهَا غَيْرُكَ ، اَللّٰهُمَّ رَبَّ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ وَرَبَّ زَمْزَمَ وَالْمَقَامِ وَرَبَّ الْبَيْتِ الْحَرَامِ وَالْمُعْجِزَاتِ الْعِظَامِ اَسْئَلُكَ اَنْ تُبَلِّغَ رُوْحَ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ اَفْضَلَ الصَّلٰوةِ وَالسَّلَامِ وَاَنْ تُصْلِحَ لِيْ ذُرِّيَّتِيْ وَدِيْنِيْ وَتَشْرَحَ لِيْ صَدْرِيْ وَطَهِّرْ قَلْبِيْ وَتَرْزُقَنِي الْخَيْرَ الَّذِيْ اَسْئَلُكَ اَنْ تَمْحُوْ لِيْ فِيْ قَلْبِيْ وَاَنْ تَقِيَنِيْ جَوَامِعَ الشَّرِّ فَاِنَّكَ وَلِيُّ ذٰلِكَ وَالْقَادِرُ عَلَيْهِ ۔

(ترجمہ) اے اللہ یہاں اس وقت جماعت کثیر حاضر ہے، میں تجھ سے درخواست اور التجا کرتا ہوں کہ تو مجھے (خیر و برکت) عطا کر کیونکہ ان کو خیر و بہتری تیرے سوا کوئی عطا نہیں کر سکتا، اے اللہ مشعر الحرام کے، اور اے رب زمزم اور مقام ابراہیم کے، اور رب بیت الحرام کے اور آیات بینات کے میں دعا کرتا ہوں تجھ سے یہ کہ پہونچا ہمارے سردار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح کو ہمارا سب سے بہتر سلام اور یہ کہ میری اور میری نسل کی دینی اصلاح فرما، اور میرے سینہ کو کھول دے اور میرے قلب کو پاک کر اور مجھے نیکیاں عطا فرما جس سے کہ متحمل ہو دل میرا اور مجھے تمام برائیوں سے محفوظ رکھ کیونکہ تو ان امور پر قادر ہے"

مزدلفہ میں کہاں اترنا چاہیے

مزدلفہ میں پہنچنے پر بہتر یہ ہے کہ جبلِ قزح کے پاس قیام کرے اگر وہاں اجتماع زیادہ ہو اور قیام کرنے کا موقعہ نہ ہو تو جہاں بآسانی جگہ مل سکے وہاں ٹھہرے،

مغرب اور عشا ملا کر پڑھنا

جب عشا کا وقت آئے تو مؤذن کو چاہیے کہ باواز بلند اذان دے، پھر اقامت کہے پھر امام

کو چاہیئے کہ مغرب اور عشا دونوں وقت کی نمازیں جمع کرکے پڑھائے ۔ان دونوں نمازوں کے جمع کرنے کو جمع بین الصلوٰتین کہتے ہیں ،

ہدایہ میں ہے کہ مغرب اور عشار کی نمازیں جمع کرکے پڑھنا مزدلفہ میں لازمی ہے اوران دونوں نمازوں کے درمیان میں نہ نماز نفل پڑھے اور نہ کوئی اور کام کرے فاصلہ دینا جائز نہیں "

مزدلفہ میں شب باشی نماز مغرب و عشا سے فارغ ہوکر رات کو مزدلفہ میں رہے اور تمام رات جاگتا رہے اور عبادت وریاضت نوافل وتلاوت اور دعا میں مصروف رہے ، کیونکہ یہ شب لیلۃ القدر سے بھی افضل ہے ۔ (عالمگیری) مزدلفہ میں عید کی شب کو صبح تک رہنا سنت ہے ،

مزدلفہ سے روانگی امام کو چاہیئے کہ مزدلفہ سے صبح کے وقت سورج نکلنے سے پہلے معہ حاجیوں کے منا کی طرف کوچ کرے جیسا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم نے کیا ہے (ہدایہ)

دسویں ذوالحجہ دسویں ذوالحجہ کو منا پہونچے ، اور جمرۂ اولی ووسطے سے گزر کر جمرۂ عقبی کے قریب جائے اور بطن وادی میں قیام کرے ، پھر جمرۂ عقبی پر سات کنکریاں مارے ۔ اور ہر کنکری پر تکبیر پڑھکر پھینکے ، امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک رمی جمرۂ عقبہ کا مسنون وقت دسویں تاریخ طلوع آفتاب سے زوال تک ہے ۔ اور اکثر فقہار کے نزدیک غروب آفتاب تک ہے (ھدایہ)

رمی کے بعد قربانی کرے کہ قارن اور ممتع پر واجب ہے ، اور مفرد کو اختیار ہے کہ قربانی کرے یا نہ کرے ، کیونکہ قربانی کرنا اسکے حق میں نفل ہے (ہدایہ)

قارن اور متمتع کو اگر قربانی میسر نہ ہو تو اس کے بدلے دس روزے رکھے

تین روزے تو ایام حج میں اور سات روزے حج سے واپسی پر جیسا کہ قرآن مجید میں آیا ہے
فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِى الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ
تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ۔

(ترجمہ) پس جسکو (قربانی کا جانور) میسر نہ ہو وہ تین دن کے روزے رکھے ایام حج میں - اور سات روزے حج سے واپسی پر یہ سب ملکر پورے دس ہوگئے، "ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِى الْحَجِّ" میں کسی دن یا تاریخ کا تعین نہیں ہے، مگر بہتر یہ ہے کہ ساتویں آٹھویں اور نویں ذوالحجہ کو روزے رکھے، (کتاب الحج)

اسی دسویں تاریخ کو حاجیوں کو چاہیئے کہ سر منڈائیں یا بال کتروائیں، اس موقع پر سر منڈانا یا بال کتروانا واجب ہے، کیونکہ اس کے بعد احرام اتارا جاتا ہے۔ سر منڈانے کا وقت عید کے دن صبح رمی جمرۂ عقبہ کے بعد شروع ہوتا ہے، اور ایام نحر ختم ہونے پر ختم ہوجاتا ہے، مطلب یہ ہے کہ سر منڈانے کے لیے دن مقرر ہیں۔ دسویں گیارہویں اور بارہویں ذوالحجہ، لیکن افضل ان دونوں میں پہلا دن ہے،

ہدایہ میں ہے کہ سر منڈوانے کا افضل وقت روز عید ہے "

مسنون طریقہ یہ ہے کہ دسویں ذوالحجہ کو سر منڈوا کر طواف زیارت کے لیئے مکہ شریف جائے اور بعد نماز ظہر واپس منا میں آئے طواف زیارت کا وقت عید کے دن صبح ہونے سے شروع ہوتا ہے اور ایام نحر کے اختتام پر ختم ہوجاتا ہے، طواف زیارت کے بعد حاجی کو سب چیز جائز ہے، یعنی بیوی کے ساتھ ہمبستر ہونا بھی درست ہے اور خوشبو وغیرہ کا استعمال بھی جائز ہے، کیونکہ سر منڈوانے کے بعد احرام اتار دیا جاتا ہے،

گیارہویں بارہویں اور تیرہویں ذوالحجہ

طواف زیارت سے فارغ ہونے کے بعد حاجی کو منا میں واپس پہونچنا چاہیئے۔ اور

گیارہویں اور بارہویں اور تیرہویں ذوالحجہ کو تمام جمروں کی رمی کرنی چاہئے (ہدایہ)

گیارہویں تاریخ کو بعد زوال آفتاب جمروں کی رمی اس ترتیب سے کرے کہ اوّل جمرۂ اولیٰ کی پھر جمرۂ وسطیٰ کی، پھر جمرۂ عقبہ کی، سب جمروں پر سات سات کنکریاں پھینکے، اسیطرح بارہویں تاریخ کو زوال آفتاب کے بعد تینوں جمروں کی رمی کرے اور تیرہویں کو بھی کرے، تمام فقہاء کے نزدیک جمروں پر کنکریاں مارنا واجب ہے، تیرہویں ذوالحجہ کو جمروں کی رمی سے فارغ فارغ ہوکر منا سے روانہ ہوجائے، اور مکہ معظمہ پہونچکر "طواف صدر" کرے۔ طواف صدر کو طواف وداع بھی کہتے ہیں، اس طواف کی ادائگی کے لیئے باب السلام سے مسجد حرام میں داخل ہونا مسنون ہے اور یہ طواف غیر مکی کے لیئے واجب ہے، مکی کے لیئے واجب نہیں ہے اور اسیطرح حیض ونفاس والی عورت کے لیئے بھی واجب نہیں ہے،

طواف صدر سے فارغ ہونے کے بعد مقام ابراہیم پر پہونچکر دو رکعت نماز پڑھنی چاہئیے (عالمگیری)

اس طواف کو طواف وداع اس لیئے کہتے ہیں کہ اس کے بعد بس حج ختم ہوجاتا ہے اور حاجی اپنے وطن جانے کی تیاری کرتا ہے (زبدۃ المناسک)

چودہویں ذوالحجہ [۱۴]

طواف وداع کے بعد چاہ زمزم پر جانا چاہئیے اور وہاں پانی پینا چاہئیے، اس کے بعد ملتزم پر آئے اور اس کو بوسہ دے، اس کے بعد کعبہ شریف سے رخصت ہو، رخصت ہوتے ہوئے یہ دُعا پڑھے

اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْہُ آخِرَ الْعَھْدِ مِنْ بَیْتِكَ الْحَرَامِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ؕ

اس دُعا کے پڑھنے کے بعد کعبہ شریف کی طرف منہ کیے ہوئے اُلٹے پاؤں چلے اور کعبہ کی جدائی پر حسرت اور ملال کا اظہار کرے، اور باب الوداع کی طرف سے باہر آئے اور باہر آکر کچھ صدقہ خیرات کرے،

حج کے جنایات وکفارات

ممنوعاتِ احرام یا ممنوعاتِ افعالِ حج میں سے اگر کوئی شخص ایک کام بھی بلاعذرِ شرعی کرے تو اس پر جزا لازم ہوگی، اور اگر عذرِ شرعی کے ساتھ کرے تو کفارہ لازم ہوگا۔ مقررہ جزائیں اور کفارے حسب ذیل ہیں،

اگر مُحرِم کسی عضو میں خوشبو لگائے یا مہندی لگائے یا خضاب لگائے یا تیل لگائے یا سیاہ کپڑا پہنے یا دن بھر ٹوپی پہنے یا عمامہ باندھے یا چوتھائی سر کے بال منڈوائے یا ترشوائے یا بغل یا زیرناف کے بال صاف کرے یا ناخن کاٹے یا طوافِ قدوم یا طوافِ صدر حالتِ ناپاکی میں ادا کرے یا امام سے پہلے عرفات سے چلا آئے یا طوافِ زیارت ترک کرے یا منا اور حرم کے علاوہ کسی دوسری جگہ سر منڈوائے، یا عورت کو بہ شہوت چھوئے یا بوسہ لے یا کسی عبادت میں تقدیم وتاخیر کرے، مثلاً رمی جمار سے پہلے سر منڈائے تو ان تمام صورتوں میں ایک گائے یا ایک بکری ذبح کرنا واجب ہے "

اور اگر ایک عضو سے کم میں خوشبو لگائے یا سر کو ڈھانکے یا سیاہ کپڑا ایک دن سے کم پہنے یا چوتھائی سر سے کم منڈوائے یا پانچ انگلیوں سے کم کے ناخن ترشوائے یا طوافِ قدوم بے وضو کرے یا طوافِ صدر میں تین شوط کردے یا تین مقاموں میں سے کسی مقام کی کنکریاں مارنا ترک کرے تو " نصف صاع " گیہوں صدقہ دے (صاع عرب کا ایک پیمانہ ہے جسمیں تقریباً ڈھائی سیر ڈھائی چھٹانک غلہ بوزن انگریزی آتا ہے۔)

اور اگر بیماری کی وجہ سے یا کسی اور عذر سے خوشبودار چیز کا استعمال کرے یا پاؤ سر کو منڈوائے تو ایک گائے یا ایک بکری ذبح کرے یا تین صاع گیہوں چھ مسکینوں کو

صدقہ دے۔ خواہ تین دن روزے رکھے، اور اگر وقوفِ عرفات سے پہلے جماع کرے تو حج باطل ہو جائیگا اور ایسے شخص کو لازم ہے کہ قربانی کرے اور دوسرے سال قضا کرے، اور جو "محرم" شکار کرے یا کسی دوسرے شخص کو شکار بتلائے تو اسکا بدلہ یہ ہے کہ اُس شکار کے جانور کی قیمت کا اندازہ کر کے مسکینوں کو دے اور اگر حرم شریف کی گھاس اُکھاڑے یا درخت کاٹے تو حسب مقدرت کچھ صدقہ دے، اور اگر جوں مارے یا چیونٹی مارے تب بھی کچھ صدقہ دے، یہ جنایات و کفارات ہم نے مختصراً لکھے ہیں اگر تفصیل مطلوب ہو تو دُرِّ مختار یا عالمگیری یا ہدایہ دیکھو،

زیارت مزار نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مزارِ مقدس کی زیارت کے فضائل

تاجدارِ دو عالم، رسولِ محترم، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہر مستطیع مؤمن پر واجب ہے، جو شخص اس سے انکار کرے وہ ملعون اور مردود ہے

امام اعظم حضرت ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ بیشک سب کے نزدیک مزار مقدس کی زیارت واجب ہے (دیکھو جذب القلوب صلا)

فتاوی عالمگیری میں ہے کہ حضور اقدس کے مزار شریف کی زیارت سب مستحبات سے افضل اور قریب واجب کے ہے،

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مَنْ حَجَّ وَزَارَ قَبْرِيْ بَعْدَ مَوْتِيْ كَانَ كَمَنْ زَارَنِيْ فِيْ حَيٰوتِيْ (شعب الایمان)

(ترجمہ) جس نے حج کیا اور پھر میری قبر کی زیارت کی میری وفات کے

بعد تو گویا اس نے میری حیات میں میری زیارت کی ۔

دوسری حدیث یہ ہے کہ ،

مَنْ زَارَنِیْ مُتَعَمِّدًا کَانَ فِیْ جِوَارِیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَمَنْ سَکَنَ الْمَدِیْنَۃَ وَصَبَرَ عَلٰی بَلَائِهَا کُنْتُ لَهٗ شَهِیْدًا اَوْ شَفِیْعًا یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَمَنْ مَاتَ فِیْ اَحَدِ الْحَرَمَیْنِ بَعَثَهُ اللّٰہُ مِنَ الْاٰمِنِیْنَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ ۔ (شعب الایمان)

(ترجمہ) جو قصداً میری زیارت کرے تو قیامت کے دن وہ میرے پڑوس میں ہوگا ، اور جس نے مدینے میں قیام کیا اور اسکی تکلیفوں پر صبر کیا تو میں اس کے لیے (اس کے ایمان کی) شہادت دینے والا ہونگا ۔ اور اس کا شفیع ہونگا قیامت کے دن اور جو شخص مکہ یا مدینے میں مرجائے تو حق سبحانہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن مؤمنین کے زمرے میں اٹھائیگا ،

تیسری حدیث ہے ۔ مَنْ زَارَ قَبْرِیْ وَجَبَتْ لَهٗ شَفَاعَتِیْ (شعب الایمان) جس نے میری قبر کی زیارت کی ، اس کے لیے میری شفاعت واجب ہوئی "

امام المحققین شیخ عبدالحق محدث دہلوی رح ان احادیث کو اپنی کتاب جذب القلوب الی دیار المحبوب میں لکھنے کے بعد فرماتے ہیں کہ درحقیقت ایک مؤمن کے لیۓ سب سے بڑی سعادت یہ ہے کہ وہ آقائے نامدار احمد مختار رسول اعظم حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار مقدس کی زیارت کا شرف حاصل کرے ،

یَا رَحْمَۃً لِّلْعَالَمِیْنَ اَنْتَ شَفِیْعُ الْمُذْنِبِیْن
اَکْرِمْ لَنَا یَوْمَ الْحَزَنْ فَضْلًا وَجُوْدًا وَالْکَرَم

———— ❁ ————

مکہ شریف سے مدینہ طیبہ کو روانگی

جو شخص حج کو جائے اسکو چاہیئے کہ پہلے حج کرے اور پھر زیارت مزار پُرانوار کے لیئے روانہ ہو، اگر حج فرض نہ ہو تو پہلے تاجدارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار اقدس کی زیارت کرے اور پھر حج کو جائے، جب مدینہ شریف کا قصد کرے تو نیت زیارتِ رسول محترم صلی اللہ علیہ وسلم کی کرے اور مدینہ طیبہ میں داخل ہو کر پھر زیارت مسجد نبوی کا بھی ارادہ کرے شروع ہی سے زیارت مسجد نبوی کی نیت نہ کرے،

حج سے فارغ ہونے کے بعد ایک مؤمن کا اہم و اعظم فرض یہ ہے کہ مدینہ طیبہ جانے کی تیاری کرے اور حبیب پاک صاحب لولاک پر بکثرت درود پڑھے ہ

حاجیو! آؤ چلو شاہ کا روضہ دیکھو

کعبہ تو دیکھ چکے کعبہ کا کعبہ دیکھو

جسوقت مدینہ پاک کی طرف روانہ ہونے کا قصد کرے تو یہ خیال دل میں لائے کہ میں اس وقت ایک ایسے مقدس و معظم مقام پر جارہا ہوں کہ دنیا و مافیہا میں کوئی جگہ اس سے بہتر نہیں، اور اس بات پر حق تعالیٰ کا شکر ادا کرے کہ مجھکو ایک عظیم و جلیل سعادت حاصل ہو رہی ہے اور جائے قیام صاحب قاب قوسین و سیدالکونین کی طرف قدم اٹھ رہے ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) بسم اللہ کہہ کر اور درود شریف پڑھ کر مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہو تمام راستہ درود اور سلام پڑھتا چلے، اور وہ اشعار بھی پڑھے کہ جن سے ذوق و شوق اور محبت و مودت کا اظہار ہوتا ہو اور مکہ سے مدینہ طیبہ تک جو مسجدیں آئیں ان میں نماز پڑھے اور جتنے کنویں آئیں اُن میں سے پانی پیئے۔ (عالمگیری)

حضرت قاضی عیاض رحمتہ اللہ علیہ اپنی "شفا" میں لکھتے ہیں کہ مدینہ طیبہ کو جاتے ہوئے جتنے ایسے مقامات ملیں کہ جہاں پر سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نزول فرمایا ہو اُن کی تعظیم کرے، اور جو چیزیں ایسی نظر آئیں کہ جنکو حبیب پاک نے

اپنے مقدس ہاتھوں یا قدموں سے مشرف فرمایا ہو، انکی بھی تعظیم کرے، اور جو ساجد یا آثار حضور اکرم کی طرف منسوب ہیں (خواہ انکا ثبوت صحت کو پہنچا ہو یا نہ پہنچا ہو) بہر حال اُن کی زیارت کرنا مستحب ہے۔ اے مسلمانو! یاد رکھو حضور اقدس کی سچی محبت اور مودت ہی بس ذریعہ نجات اور سبب سعادت ہے، خدا کی قسم جس دلمیں انکی محبت نہیں وہ پتھر ہے بلکہ اس سے بھی بدتر ہے کیونکہ پتھروں نے تو حضورؐ کی تعظیم وتکریم کی ہے،

صَلَّى اللهُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ

مدینہ طیبہ پر پہلی نظر جب مدینہ پاک نظر آئے جب دیار محبوب پر پہلی نظر پڑے تو ادب کے خیال سے فوراً سواری سے اتر جانا چاہیے، اور پیدل چلنا چاہیے، جہانتک ہو سکے عاجزی اور فروتنی کا اظہار کرے اور شوق میں جلدی جلدی چلے، درود شریف کثرت سے پڑھے اور حبیب پاک کی خدمت میں ہدیہ سلام پیش کرے، اس طرح کہے،

الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ، اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا حَبِيْبَ اللهِ (فتح القدیر)

مدینہ شریف میں داخلہ جب فصیل مدینہ شریف دیکھے تو یہ دُعا پڑھے:- اَللّٰهُمَّ هٰذَا حَرَمُ نَبِيِّكَ، فَاجْعَلْهُ لِيْ وِقَايَةً مِّنَ النَّارِ، وَاَمَانًا مِّنَ الْعَذَابِ وَسُوْءِ الْحِسَابِ - (فتاوی عالمگیری)

(ترجمہ) اے اللہ! یہ حرم ہے تیرے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا (اس میں میرا داخل ہونا اسمیں اسے مبارک کر کر) اسکو میرے لیے دوزخ سے تحفظ کا ذریعہ بنا اور عذاب سے اور آخرت کے حساب سے امن کا ذریعہ قرار دے،

فصیل شہر میں داخل ہونے سے پہلے غسل کرے ، عمدہ لباس پہنے اور خوشبو لگائے (عالمگیری)

حتی الامکان نہایت ادب کے ساتھ اندر داخل ہو اور یہ دعا پڑھے ،

بِسْمِ اللّٰهِ مَا شَآءَ اللّٰهُ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ، رَبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ ، وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ ، وَاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطَانًا نَّصِیْرًا ۝ اَللّٰهُمَّ هٰذَا حَرَمُ رَسُوْلِكَ فَاجْعَلْهُ لِیْ وِقَایَةً مِّنَ النَّارِ وَاَمَانًا مِّنَ الْعَذَابِ وَسُوْٓءِ الْحِسَابِ اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ وَارْزُقْنِیْ مِنْ زِیَارَةِ رَسُوْلِكَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا رَزَقْتَ اَوْلِیَآئَكَ وَاَهْلَ طَاعَتِكَ وَاَخْلِصْنِیْ مِنَ النَّارِ وَاغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ یَا خَیْرَ مَسْئُوْلٍ ،

(ترجمہ) میں داخل ہوتا ہوں (اس شہر محترم میں) اللہ کا نام لے کر اور جو چاہا اللہ نے وہی ہوا ، اور نہیں ہے قوت عبادت پر ، مگر جب توفیق دے اللہ تعالیٰ ، اے پروردگار! داخل کر مجھکو صدق کے ساتھ ، اور نکال مجھ کو صدق کے ساتھ ، اے اللہ کھول دے میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے اور نصیب کر مجھ کو زیارت اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی جیسا کہ نصیب کی تو نے اپنے دلیوں کو اور اپنے عبادت گزار بندوں کو ، اور اے پروردگار محفوظ رکھ مجھے دوزخ کی آگ سے اور میرے گناہوں کو معاف فرما میری مغفرت کر اور رحم کر مجھ پر اے بہتر سوال کیے گئے ،

اس کے بعد تین مرتبہ یا پانچ مرتبہ یا سات مرتبہ درود شریف پڑھے اور پھر یہ دعا پڑھے :۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لَّنَا فِیْهَا قَرَارًا وَّرِزْقًا حَسَنًا ۔ اَللّٰهُمَّ رَبَّ

السَّمٰوٰتِ وَمَا اَظْلَلْنَ وَرَبَّ الْاَرْضِيْنَ وَمَا اَقْلَلْنَ وَرَبَّ الرِّيَاحِ وَمَا ذَرَيْنَ ، اَسْئَلُكَ خَيْرَ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ وَخَيْرَ اَهْلِهَا وَخَيْرَ مَا فِيْهَا وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَا فِيْهَا وَشَرِّ اَهْلِهَا ، اَللّٰهُمَّ هٰذَا حَرَمُ رَسُوْلِكَ فَاجْعَلْ دُخُوْلِيْ فِيْهِ وِقَايَةً لِّيْ مِنَ النَّارِ وَ اَمَانًا مِّنَ الْعَذَابِ وَسُوْءِ الْحِسَابِ ۔ (فتاوی قاضی خاں فتاوی عالمگیری)

(ترجمہ) اے اللہ مجھکو اس شہر میں ٹھیرنا نصیب ہو ، اور نیک کمائی ملنی نصیب ہو اے اللہ ، پروردگار اس چیز کے کہ جسکو پراگندہ کرتی ہیں ہوائیں ، میں مانگتا ہوں تجھ سے اس شہر کے واسطے بھلائی اور اس شہر کے رہنے والوں کے لیئے بھلائی اور اس چیز کی بُرائی سے جو اسمیں ہے اور اس شہر کے لوگوں کی بُرائی سے ، اے اللہ یہ حرم ہے تیرے حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ، یس میرا اسمیں داخل ہونا ایسا برکت والا ہو) کہ میرے لیئے دوزخ کی آگ سے تحفظ ہو ، اور عذاب سے امن ہو ، اور آخرت کے حساب سے امن ہو ،

مسجد نبوی میں داخلہ

مسجد نبوی میں داخلہ سے پہلے بہتر ہے کہ غسل کرے اور خوشبو لگائے اور اگر غسل کا موقعہ نہ ہو تو وضو کرے ، اور باب السلام کی طرف سے داخل ہو اور داخل ہوتے وقت کچھ صدقہ وخیرات مساکین کو دے ، داخلہ کے وقت پہلے داہنا پاؤں مسجد میں رکھے اور یہ دُعا پڑھے ،

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ ذُنُوْبِيْ وَافْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ ، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِي الْيَوْمَ مِنْ اَوْجَهِ مَنْ تَوَجَّهَ اِلَيْكَ وَاَقْرَبَ مَنْ تَقَرَّبَ اِلَيْكَ وَاَنْجَحَ مَنْ دَعَاكَ وَابْتَغٰى مَرْضَاتَكَ ۔ (شرح وقایہ وقدوری)

(ترجمہ) اے اللہ درود بھیج حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور اُنکی

اولاد پر اور اے اللہ میری خطاؤں کو میری غلطیوں کو میری لغزشوں کو اور میرے گناہوں کو بخشدے اور میری مغفرت کر، اور کھول دے میرے لئے دروازے اپنی رحمت کے اے اللہ کر مجھکو آج بہتر اُن سے جو متوجہ ہوئے ہیں تیری طرف اور زیادہ قریب بنا مجھ کو اُن سے جو قریب ہوئے ہیں تیری طرف اور فائز المرام کر مجھے بہت زیادہ اُن سے جنھوں نے دعا مانگی تجھ سے اور چاہا تیری مرضیات کو ،

جب مسجد میں داخل ہو جائے تو خیال کرے کہ یہ مقدس مقام ہے کہ جہاں وحی نازل ہوا کرتی تھی اور جہاں اکثر اوقات تاجدارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف رکھا کرتے تھے، اور جہاں اب بھی ہر لمحہ رحمتِ حق نازل ہوتی رہتی ہے ،

نماز تحیۃ المسجد

شرح وقایہ میں ہے کہ مسجد میں داخل ہونے کے بعد پہلا کام یہ ہونا چاہئے کہ نماز تحیۃ المسجد درمیان منبر اور قبر شریف کے کھڑا ہو کر ادا کرے ، جس مقام پر نماز تحیۃ المسجد پڑھی جاتی ہے اُسکو روضہ شریف کہتے ہیں ، یہ مقام موقف ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اور اسکی شان میں یہ حدیث ہے ، مَا بَیْنَ بَیْتِیْ وَمِنْبَرِیْ رَوْضَۃٌ مِّنْ رِیَاضِ الْجَنَّۃِ (بخاری ومسلم) حضور فرماتے ہیں کہ میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان ایک باغ ہے جنت کے باغوں میں سے " اس مقام پر نماز پڑھنے کا ثواب دس حصہ زیادہ ملتا ہے "

" آداب الحرمین " میں ہے کہ دو رکعت نماز اس طرح پڑھے کہ اول تو نماز تحیۃ المسجد کی نیت کرے ، اور پھر رکعت اول میں سورہ فاتحہ کے بعد " قُلْ یَا اَیُّھَا الْکَافِرُوْنَ " پڑھے اور دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ " پڑھے ، نماز کے بعد سجدہ شکر ادا کرے کہ اس نعمتِ عظمیٰ کو پہونچا ۔ پھر حق سبحانہٗ تعالیٰ جل مجدہٗ سے اپنی حاجتیں اور مرادیں طلب کرے ، اور حضور نبی کریم کا واسطہ دیکر دعائیں مانگے اور دعا کے اول و آخر میں حضور پر گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف

شریف پڑھے ،

دربارِ رسالت میں حضوری

نماز تحیۃ المسجد سے فارغ ہو کر دربارِ رسالت میں حاضر ہو ، یعنی حضور کے مرقدِ انور کے پاس آکر اس طرح کھڑا ہو کہ حضرت سیّد البشر رحمۃ للعالمین کی طرف منہ ہو اور قبلے کیطرف پشت ہو (عالمگیری) حاضری کے وقت دربارِ رسالت کے آداب کو ملحوظ رکھے کمال عاجزی اور دلی توجہ کے ساتھ زیارت کے واسطے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو ، جسطرح نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں اور یہ خیال کرے کہ میں اُس مقدس ذات کے حضور میں حاضر ہوں جو افضل الکائنات ہے سیّد الانبیاء ہے ، خاتم النبیین اور رحمۃ اللعالمین ہے ، اور مختصر یہ کہ خدا کے بعد ہر ایک سے افضل ، ہر ایک سے اعلیٰ ، ہر ایک سے بہتر اور سب سے زیادہ محترم ہے ۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ،

یا صاحب الجمال و یا سید البشر ۔ من وجہک المنیر لقد نور القمر
لا یمکن الثناء کما کان حقہ ۔ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

مرقدِ اطہر کے قریب پہونچتے ہی ذوق و شوق کے ساتھ ستر مرتبہ یہ پڑھے ،

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ، یَآاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ۔ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ وَسَلَّمَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ، صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ وَسَلَّمَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ ۔

پھر نہایت ادب کے ساتھ یہ دُعا پڑھے ،

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ اَشْھَدُ اَنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ قَدْ بَلَّغْتَ الرِّسَالَۃَ وَاَدَّیْتَ الْاَمَانَۃَ وَنَصَحْتَ الْاُمَّۃَ ، وَجَاھَدْتَ فِیْ اَمْرِ اللّٰہِ حَتّٰی قَبَضَ رُوْحَکَ حَمِیْدًا مَّحْمُوْدًا فَجَزَاکَ اللّٰہُ عَنْ صَغِیْرِنَا وَکَبِیْرِنَا خَیْرَ الْجَزَاءِ ، وَصَلّٰی عَلَیْکَ اَفْضَلَ

الصَّلٰوةِ وَاَزْكَاهَا وَاَتَمَّ التَّحِيَّةِ وَاَنْمَاهَا ، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ نَبِيَّنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَقْرَبَ النَّبِيِّيْنَ وَاَسْقِنَا مِنْ كَاسِهٖ وَارْزُقْنَا مِنْ شَفَاعَتِهٖ وَاجْعَلْنَا مِنَ الرُّفَقَائِهٖ ، اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ هٰذَا آخِرَ الْعَهْدِ بِقَبْرِ نَبِيِّنَا عَلَيْهِ السَّلَامُ وَارْزُقْنَا الْعَوْدَ اِلَيْهِ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ ۔ (حذب القلوب)

(ترجمہ) اے اللہ کے نبی اے اللہ کے رسول سلام ہے تم پر اور اللہ کی رحمتیں اور اس کی برکتیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ بیشک آپنے رسالت کے تمام احکام پہنچا دیے ، اور اللہ نے جو امانت آپ کو دی تھی آپنے اسکو ادا کر دیا۔ اور خیر خواہی کی آپ نے امت کی اور محنت کرتے تھے آپ اللہ کے حکم جاری کرنے میں یہانتک آپ کی روح آغوش رحمت میں چلی گئی ، پس جزا دے آپ کو اللہ تعالیٰ ہم مسلمانوں کے چھوٹے اور بڑے کی ہدایت اور خیر خواہی کے سبب اور درود بھیجے اللہ تعالیٰ آپ پر سب درودوں سے افضل اور پاکیزہ درود ، (اور بھیجے آپ کو) سب دعاؤں میں سے بہتر دعا ، اے رب العزت ! قیامت کے دن تو ہمارے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو سب نبیوں سے زیادہ قریب کرنا اور پلانا ہم کو (آب کوثر) اُن کے پیالے سے اور نصیب کر ہم کو ان کی شفاعت اور کر ہم کو ان کے رفیقوں میں قیامت کے دن ، اور اے پروردگار ! اس زیارت کے وقت کو ہمارے نبی علیہ السلام کی قبر کی آخری زیارت کا وقت قرار نہ دے۔ اور نصیب کر ہم کو پھر آنا اس قبر مقدس کے پاس ، اے جلال واکرام والے خدا (ہماری دعا قبول کر)

اس دعا کے پڑھنے کے بعد نہایت ادب سے بوسیلۂ حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم بارگاہِ الٰہی میں اپنی حاجت اور مغفرت کے لیے دعا کرے اور یہ کہے ،

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَسْئَلُكَ الشَّفَاعَةَ وَاَتَوَسَّلُ بِكَ اِلَى

اللّٰهِ فِی اَنْ اَمُوْتَ مُسْلِمًا عَلٰی مِلَّتِکَ وَسُنَّتِکَ ، اس دعا کو پڑھتے وقت یہ خیال کرے کہ حضور اقدس قبر شریف میں زندہ موجود ہیں اور میرے حاضر ہونے سے واقف ہیں اور میرے کلام کو سنتے ہیں۔

جذب القلوب میں لکھا ہے کہ زیارت کرنے والے کو چاہیے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل و شباہت کو پیش نظر رکھے اور یقین کرے کہ آقائے نامدار قبر شریف میں جلوہ افروز ہیں اور میری حاضری کی اطلاع ہے ، اور میرے سلام و کلام کو سُن رہے ہیں۔

دوسرے شخص کا سلام کسطرح عرض کرے

اگر گھر سے روانہ ہونے وقت یا رستہ میں کسی شخص نے یہ کہا ہو کہ بارگاہِ رسالت میں میرا بھی سلام عرض کردینا تو حتی الامکان اس بات کو یاد رکھے اور جب تاجدارِ دوعالم کے حضور میں حاضر ہو تو دوسرے شخص کا سلام اسطرح عرض کرے

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ مِنْ فُلَانِ ابْنِ فُلَانٍ یَسْتَشْفِعُ بِکَ اِلٰی رَبِّکَ فَاشْفَعْ لَهٗ وَلِجَمِیْعِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ (جذب القلوب)

(ترجمہ) سلام ہے تم پر اے اللہ کے رسول فلاں بن فلاں کی طرف سے کہ وہ آپ سے شفاعت کرنے کی درخواست کرتا ہے اور از راہ کرم حضور اپنے رب کے پاس اس کی شفاعت کریں ، اور حضور سے یہ بھی درخواست ہے کہ اس کے ساتھ ہی تمام مسلمان مردوں اور عورتوں کی بھی شفاعت کریں ، اگر کئی آدمیوں نے سلام عرض کرنے کو کہا ہو ، اور اُن کے نام ذہن میں محفوظ نہ رہے ہوں تو اس طرح کہے

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ مِنْ جَمِیْعِ مَنْ اَوْصَانِیْ بِالسَّلَامِ عَلَیْکَ

طریق زیارت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

حضور اقدس کی خدمت

میں صلوٰۃ وسلام پیش کرنے کے بعد اب ایک ہاتھ داہنی طرف ہٹ کر کھڑا ہو، اور یہ دعا پڑھے

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا خَلِیْفَةَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا صَاحِبَ رَسُوْلِ اللّٰہِ فِی الْغَارِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَفِیْقَهٗ فِی الْاَسْفَارِ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اَمِیْنَهٗ عَلَی الْاَسْرَارِ جَزَاکَ اللّٰہُ عَنَّا اَفْضَلَ مَا جَزٰی اِمَامًا عَنْ اُمَّةِ نَبِیِّهٖ وَلَقَدْ خَلَفْتَهٗ بِاَحْسَنِ خَلَفٍ وَسَلَکْتَ طَرِیْقَهٗ وَمِنْهَاجَهٗ خَیْرَ مَسْلَکٍ وَقَاتَلْتَ اَهْلَ الرِّدَّةِ وَالْبِدَعِ وَمَهَّدْتَ الْاِسْلَامَ وَوَصَلْتَ الْاَرْحَامَ وَلَمْ تَزَلْ قَائِمًا بِالْحَقِّ نَاصِرًا لِاَهْلِهٖ حَتّٰی اَتَاکَ الْیَقِیْنُ وَاَلسَّلَامُ عَلَیْکَ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُهٗ اَللّٰهُمَّ اَمِتْنَا عَلٰی حُبِّهٖ ، وَلَا تُخَیِّبْ سَعْیَنَا فِیْ زِیَارَتِهٖ بِرَحْمَتِکَ یَا کَرِیْمُ ؕ

(ترجمہ) سلام ہے تم پر اے خلیفہ رسول اللہ کے، سلام ہے تم پر اے ساتھی رسول اللہ کے (غارِ ثور میں) سلام ہے تم پر اے رفیق اُن کے حالتِ سفر میں، سلام ہے تم پر اے امین اُن کے اسرار ونکات کے۔ جزا دے تم کو اللہ تعالیٰ ہم لوگوں کے ساتھ بھلائی کرنے کے سبب، اُس جزا سے افضل جو اپنے نبی کی امت میں سے کسی کو جزا دی ہو اور بے شک دین کے کام میں تم اُن کے قائم مقام ہوئے، اُن کے بعد نیک طریقہ کے ساتھ اور چلے تم ان کے طریق پر بہتری کے ساتھ، اور جہاد کیا تم نے مرتدوں اور بدعتیوں کے ساتھ اور نیک اور درست کیا تم نے اسلام کے کام کو اور صلۂ رحم کیا تم نے یعنی اقربا کے ساتھ بہترین سلوک کیا تم نے اور تم ہمیشہ اظہارِ حق کرنے والے رہے، اور مددگار رہے اہل حق کے یہانتک کہ آیا تم کو یقین آخر یعنی "پیام نہالی" اور سلام ہے تم پر اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں، یا اللہ تو ہم کو ابوبکر رضی اللہ عنہ کی محبت پر موت عطا کر اور بے فائدہ اور مایوس نہ کر ہماری سعی وکوشش کو انکی زیارت میں اے رحم وکرم والے،

اسکے بعد سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مزار شریف کی طرف توجہ کرے اور حضرت ابوبکر صدیق کی قبر شریف سے داہنی طرف تقریباً ایک ہاتھ کے فاصلے پر ہٹ کر کھڑا ہو اور یہ دعا پڑھے ۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا مُظْھِرَ الْاِسْلَامِ ۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا مُکَسِّرَ الْاَصْنَامِ ، جَزَاکَ اللّٰہُ عَنَّا اَفْضَلَ الْجَزَاءِ وَرَضِیَ عَمَّنِ اسْتَخْلَفَکَ ، فَقَدْ نَظَرْتَ لِلْاِسْلَامِ وَالْمُسْلِمِیْنَ حَیًّا وَّمَیِّتًا فَکَفَلْتَ الْاَیْتَامَ وَوَصَلْتَ الْاَرْحَامَ وَقَوِیَ بِکَ الْاِسْلَامُ وَکُنْتَ لِلْمُسْلِمِیْنَ اِمَامًا مَّرْضِیًّا وَّھَادِیًا مُّھْدِیًا جَمَعْتَ شَمْلَھُمْ ، وَاَغْنَیْتَ فَقِیْرَھُمْ وَجَبَرْتَ کَسِیْرَھُمْ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ ،

(ترجمہ) سلام ہے تم پر اے امیر المومنین ، سلام ہو تم پر اے غالب کرنے والے اسلام کے سلام ہو تم پر اے توڑنے والے بتوں کے ، اللہ تعالیٰ جزا دے تم کو ہم لوگوں کے ساتھ بھلائی کرنے کے سب سے بہترین جزا ، اور راضی ہو اس شخص سے جس نے تم کو خلیفہ کیا اور یقیناً لحاظ کیا اس نے اسلام اور مسلمانوں کے فائدہ پر زندگی کی حالت میں اور موت کے وقت ، اور اے امیر المومنین غمخواری اور سرپرستی کی تم نے یتیموں کی ، اور صلۂ رحم یعنی اقربا کے ساتھ اچھا سلوک کیا ، اور قوت پکڑی تم سے اسلام نے اور تم بیشک مسلمانوں کے پسندیدہ امام تھے اور ہدایت کرنے والے اور ہدایت پائے ہوئے تھے ، جمع کیا تم نے مسلمانوں کی جماعت کو اور غنی کیا تم نے فقیروں کو ، اور درست کیا تم نے شکستہ حالوں کو ، پس سلام ہے تم پر اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں تم پر ،

اصحاب کرام کی قبروں پر فاتحہ پڑھنے کے بعد اب پھر اسی جگہ پر آجائے جہاں شروع میں کھڑا ہوا تھا اور حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے حضور میں حاضر ہو کر اپنے لئے اور تمام مسلمانوں کے لیے اور اپنے والدین کے لیے دعا کرے اور

گیارہ مرتبہ درود شریف پڑھنے کے بعد یہ دُعا پڑھے ،

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ قُلْتَ وَ قَوْلُکَ الْحَقُّ وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ جَآءُوْکَ ، فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰہَ ، وَاسْتَغْفَرَ لَھُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا ، وَقَدْ جِئْنَاکَ سَامِعِیْنَ قَوْلَکَ طَائِعِیْنَ اَمْرَکَ مُسْتَشْفِعِیْنَ نَبِیَّکَ اِلَیْکَ اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ، وَ لِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ، رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ، سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَسَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ؕ

(ترجمہ) یا اللہ ! بیشک تونے ارشاد فرمایا اور تیرا ارشاد بالکل حق ہے اور اُن لوگوں نے (یعنی کافروں نے) جس وقت اپنا برا کیا تھا اگر آتے تیرے پاس پھر اللہ سے بخشواتے اور بخشواتا انکو رسول تو اللہ کو پاتے اور معاف کرنیوالا مہربان ، اور بیشک ہم آئے تیرے پاس تیرا ارشاد سنکر اور تیرا حکم قبول کرکے شفاعت کرانے کے لیے تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ، اے اللہ اے ہمارے پروردگار ! بخش ہم کو اور ہمارے بھائیوں کو جنھوں نے سبقت کی ہم سے ایمان میں اور نہ رکھ ہمارے دل میں بغض ایمان والوں کی طرف سے ، اے پروردگار تو ہی ہے رافت ورحمت والا ، اے پروردگار ہم کو دنیا میں اور آخرت میں بھلائی عطا کر اور ہم کو عذاب دوزخ سے محفوظ رکھ ، پاک ذات ہے رب وہ عزت والا بیشک پاک ہے ان باتوں سے جو کرتے ہیں اور سلام ہے رسولوں پر اور ہر طرح کی تعریف اللہ کے لیے ہے جو پروردگار ہے تمام جہان کا ،

اس کے بعد زائر کو چاہیے کہ سیدۃ النساء حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی قبر شریف پر جا کر فاتحہ پڑھے ، پھر " اسطوانۃ ابی لبابہ " پر پہونچکر دو رکعت نماز پڑھے

اور توبہ و استغفار کرے ، بعد ازاں روضہ میں آکر دو رکعت نماز پڑھے اور دعا مانگے اور تسبیح و تقدیس کرے اور توبہ و استغفار کرے (عالمگیری) پھر منبر شریف کے پاس آکر اپنا داہنا ہاتھ منبر کے ستون پر رکھے اور درود شریف پڑھے (عالمگیری) جس وقت منبر شریف کے پاس کھڑا ہو تو یہ خیال دل میں لائے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر اطہر پر رونق افروز ہیں اور خطبہ پڑھکر مہاجرین و انصار کو احکام الٰہی سنا رہے ہیں۔ اس موقعہ پر یہ دعا پڑھے ، اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَعُوْذُ بِرَحْمَتِکَ مِنْ سَخَطِكَ وَغَضَبِكَ

اُس کے بعد ستونِ حنانہ کے پاس جاکر سترہ مرتبہ درود شریف پڑھے اور دعائے خیر طلب کرے ، پھر مسجد نبوی سے باہر آکر اپنی قیام گاہ پر آئے اور مدینہ کے ساکین کو حتی المقدور کچھ دے ، پھر جب تک اس مقدس شہر میں رہے بکثرت درود پڑھتا رہے اور ہر روز پانچوں وقت کی نمازیں مسجد نبوی میں پڑھے ۔ پھر جب وطن کو واپس آنے کا ارادہ ہو تو مسجد نبوی میں دو رکعت نماز پڑھے اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مزار پرانوار پر پہونچکر صلوٰۃ وسلام عرض کرے

اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا حَجَّ بَيْتِكَ الْمُنِيْفِ وَزِيَارَةَ قَبْرِ نَبِيِّكَ الشَّرِيْفِ ، وَاخْتِمْ لَنَا بِالْاِيْمَانِ بِجَاهِ نَبِيِّكَ وَرَسُوْلِ الْاِنْسِ وَالْجَانِّ ، آمِيْن يَا رَبَّ الْعَالَمِيْنَ ۔ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمْ ۔

خیرات

"خیرات کا مسئلہ نہایت اہم ، اور قابلِ تشریح مسئلہ ہے۔ شریعت نے خیرات کے جو مواقع اور جو طریقے مقرر کیے ہیں اُن سے اکثر مسلمان بالکل ناواقف ہیں ، اور بحالاتِ موجودہ اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ شرح و بسط کے ساتھ اس مسئلہ پر روشنی ڈالی جائے مندرجہ ذیل مضمون نہایت مشرح اور مدلل ہے اس لئے ہم اس کتاب میں درج کرتے ہیں :۔"

ہر شخص جانتا ہے کہ اسلام میں خیرات کی نسبت کیسے تاکیدی احکام ہیں اور مخیر کی تعریف کیسے عمدہ الفاظ میں کی گئی ہے۔ اور اسی غرض سے زکوٰۃ کا قاعدہ رکھا گیا ہے کہ مستطیع مسلمان اپنے غربا اور معذور بھائیوں کی دستگیری کر سکیں ۔ ابتدائے اسلام میں جو سخاوتیں واجب التعظیم بزرگوں نے کی ہیں ، وہ آسمان تک شہرۂ آفاق ہیں ، مگر یہ ضرور ہے کہ اُسوقت صرف مستحقین کو ہی خیرات دیجاتی تھی ۔ اور جو لوگ درحقیقت اُس کے مستحق نہیں ہوتے تھے وہ خود اُس کے قبول کرنے سے اجتناب کرتے تھے ۔

مشہور ہے کہ اسلام کے آغاز یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں صاحبِ نصاب مسلمان زکوٰۃ کے لیے مدینہ کی گلیوں میں پکارتے پھرتے تھے ، اور کوئی اُس کے لینے کا اقرار نہیں کرتا تھا ، بلکہ محتاج لوگ بھی فاقہ پر فاقہ کرتا ، اور روزے پر روزے رکھنا گوارا کرتے تھے ، مگر دستِ سوال کسی کے سامنے دراز نہیں کرتے تھے ، امام ابو علی بلخی کی نسبت ذکر ہے کہ جب وہ عسقلان میں تھے تو ایک دفعہ بھوک کی

وجہ سے ایسے تنگ آئے کہ نان بائی کی دوکان پر اس غرض سے جا بیٹھے کہ کھانے کی خوشبو ہی سے طبیعت کو کچھ تقویت پہونچالیں، گو یہ حالت تھی مگر کسی سے سوال کرنا منظور نہیں کیا

اسیطرح ابن المقری ابوالشیخ اور طبرانی یہ تینوں شیخ ایک زمانہ میں مدینہ طیبہ میں طالب علمی کرتے تھے۔ اور قلتِ خرچ کی وجہ سے ایسا وقت پیش آگیا کہ کئی دن تک روزے پر روزہ رکھا، اور بھوک نے جب بہت ہی مضطرب کیا تو حضرت سرورِ کائنات کا وسیلہ ڈھونڈا، اور روضۂ عالی پر حاضر ہو کر صدا دی کہ " یا رسول اللہ الجوع الجوع " مگر کسی باثروت مسلمان کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلایا۔

جس زمانے میں کہ ایسے ایسے باہمت بزرگ تھے اُسوقت کے لیے یہ حکم نہایت موزوں اور اعلیٰ درجہ کا مبنی بر مصلحت تھا کہ سائل کا سوال رد کرنا حرام ہے، نہ کہ موجودہ زمانے کے لیے جبکہ ہزاروں توانا و تندرست آدمیوں نے ہر ایک شہر میں گداگری کو ذریعہ معاش قرار دے لیا ہے۔

سستی اور مفت خوری

الفاروق میں ہے کہ حضرت عمرؓ اس بات کی سخت کوشش کرتے تھے کہ لوگوں میں سستی اور مفت خوری کا مادہ نہ پیدا ہونے پائے، گو اُنکی ہمدردی و فیاضی کی ہزاروں مثالیں زبان زدِ خاص و عام ہیں، مگر انہوں نے جن لوگوں کی تنخواہیں اور خوراک مقرر کی تھیں وہ صرف وہ لوگ تھے جن سے عندالضرورت فوجی خدمت کی توقع ہو سکتی تھی، یا جنہوں نے پہلے کوئی نمایاں خدمت کی تھی، یا جو ضعف و بیماری کی وجہ سے خود کسبِ معاش نہیں کر سکتے تھے، ان اقسام کے علاوہ وہ کبھی اس قسم کی فیاضی کو روا نہیں رکھتے تھے۔ جسکی بدولت آج ہماری قوم میں لاکھوں آدمی ایسے پیدا ہو گئے ہیں جو خود ہاتھ پاؤں ہلانا نہیں چاہتے اور نذر و نیاز و غیرہ پر بسر اوقات کرتے ہیں۔

محدث ابنِ جوزی نے سیرۃ العمرین میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ سائل حضرت عمرؓ کی

خدمت میں حاضر ہوا اور سوال کیا ۔ حضرت عمرؓ نے دیکھا تو اسکی جھوٹی آٹے سے بھری ہوئی تھی ، چنانچہ چھین کر اونٹوں کے آگے ڈالدی ، اور فرمایا کہ اب جو مانگنا ہو مانگ ،

علامہ ماوردی نے احکام السلطانیہ میں لکھا ہو کہ محتسب کا فرض ہو کہ ایسے لوگوں کو جو کھانے کمانے کے قابل ہوں اور باوجود اس کے صدقہ و خیرات لیتے ہوں تنبیہ و تادیب کرے ۔ چنانچہ یہی قاعدہ فرنگستان و امریکا کے ممالک میں جاری ہو ۔ علامہ موصوف نے اسکی سند میں حضرت عمرؓ کے فعل سے استدلال کیا ہو ، اور لکھا ہو ، وقد فعل عمر مثل ذالك بقوم من اهل الصدقة ۔ آپ کا معمول تھا کہ جب کسی شخص کو ظاہر میں خوشحال دیکھتے تو دریافت فرماتے کہ یہ کوئی کام بھی کرتا ہو اور جب لوگ نفی میں جواب دیتے تو فرماتے کہ یہ شخص میری نظروں سے گر گیا ۔ اُن کا مقولہ تھا کہ ، مكسبة فيها دناءة خير من مسالة الناس ، یعنی ذلیل پیشہ بھی لوگوں سے سوال کرنے کی نسبت اچھا ہو ،

مفت خوری کا زیادہ تر موقعہ بناوٹی صوفیوں کو ملتا ہو ، جو اُن کے زمانے تک پیدا نہیں ہوئے تھے ، لیکن علماء کو انھوں نے علانیہ مخاطب کرکے کہا تھا لا تکونوا عيالا على المسلمين ، یعنی مسلمانوں پر تم اپنا بار نہ ڈالو ،

کسب معاش عبادت ہے

احیاء العلوم میں ذکر ہے کہ ایک روز آنحضرت صلعم صحابہ کے ساتھ بیٹھے تھے ، انھوں نے ایک جست اور قوی جوان کو دیکھا کہ علی الصباح معاش کی تلاش میں نکلا تھا ، بولے کیا خوب ہوتا اگر اسکی قوت اور چستی خدا کی راہ میں صرف ہوتی ، اسپر آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا کہ ایسا نہ کہو ۔ کیونکہ اگر وہ اپنے لئے سعی کرتا ہے تاکہ مانگنے سے بچے اور لوگوں کا محتاج نہ ہو تو وہ خدا ہی کی راہ میں ہو ،

اسی مستند کتاب میں ایک اور جگہ روایت ہو کہ حضرت عیسیٰؑ نے ایک شخص کو دیکھا

کہا، تو کیا کرتا ہے، کہا عبادت، کہا تیری خبر گیری کون کرتا ہے، کہا میرا بھائی، کہا تیرا بھائی تجھ سے بڑا عبادت کرنے والا ہے،

ان باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ محنت کرکے اپنی اور اپنے متعلقین کی معاش بہم پہنچانا عبادت کرنے سے افضل ہے،

مروّجہ خیرات

اوپر کے بیان سے ناظرین کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ اوائل اسلام میں کس قسم کی خیرات ہوتی تھی، اور مقابلہ کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ اب جو خیرات ہوتی ہے وہ درصل خیرات نہیں ہے، بلکہ محض رسوم پرستی، کیونکہ خیرات کے معنی نیکیوں کے ہیں۔ یعنی وہ فعل جس سے لینے اور دینے والے دونوں کی خوشی ہو، بموجب اس حدیث کے کہ اگر ایک مسلمان مسکرا کر بات کرنے سے دوسرے مسلمان کو خوش کرتا ہے تو یہ بھی ایک خیرات ہے۔ ایسی حالت میں کیا کوئی شخص تبلا سکتا ہے کہ وہ خیرات جو دل تنگ و آزردہ ہو کر دی جائے فی الحقیقت وہی خیرات ہے جسکا اسلام حکم دیتا ہے، ہم روز دیکھتے ہیں کہ ہٹے کٹے گداگروں اور مقدس بھک منگوں کا گروہ ہر شہر میں پھرتا ہے، اور راہگیروں کو نہیں بلکہ خانہ نشینوں کو بھی چین نہیں لینے دیتا، اور ان کو مجبور کرکے کچھ وصول کرتا ہے۔

اب میں ذیل میں خیرات کے مروجہ طریقے بیان کرتا ہوں۔ جن میں سے ہر ایک غور کرنے سے قابلِ اصلاح معلوم ہوتا ہے۔

گداگروں کو خیرات دینا

میں سب سے پہلے اُس خیرات کا ذکر کرتا ہوں جو ہم روزمرہ گداگروں کو نقد یا اشیار کی صورت میں دیتے ہیں۔

ان میں بہت کم ایسے ہوتے ہیں جو واقعی کسی نقص کی وجہ سے کام کرنے سے معذور ہوں، ورنہ عموماً سب توانا و تندرست ہوتے ہیں۔ جو اگر محنت کرنے پر آئیں تو نہ صرف اپنا

بلکہ اور دو ایک آدمیوں کا بھی پیٹ بھر سکتے ہیں ۔ کون نہیں جانتا کہ بہت سے ان میں جرائم پیشہ ہوتے ہیں اور کون نہیں جانتا کہ وہ رقم جو بھیک مانگ کر جمع کرتے ہیں ۔ تمام کو شراب خواری ، عیاشی ، اور قمار بازی یا اور ایسے ہی بُرے کاموں میں صرف کرتے ہیں ، مگر پھر بھی ہم ہر وقت انکو دینے کے لئے تیار رہتے ہیں ۔ ایسی حالت میں ہماری یہ خیرات ہماری بزدلی کا ٹیکس نہیں تو کیا ہے ۔ اور یہ خیرات فی الحقیقت کاہل ٹیکس ہو جاتی ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ ایک شخص تو کچھ دینا نہیں چاہتا ، اور فقیر ہے کہ اُس بیچارے کو حد سے زیادہ مجبور کر رہا ہے اور اگر دینے میں پھر بھی دیر کرے تو اُسکو سخت سُست کہنے میں بھی عار نہیں ہے ، بھلا کون سا ذی عقل اس داد و دہش کو خیرات کے لفظ سے تعبیر کر سکتا ہے ، اور کیا یہ افسوس کا مقام نہیں ہے کہ ہم ایسے کاہل اور کام چور بد معاشوں کو تو روپیہ اس فراخ حوصلگی سے دیں ، اور کثیر التعداد شیوخ و سادات کو جنکے واجب التعظیم بزرگوں کا نام لے کر (خواہ وہ بے ادبی میں ہی داخل ہو) یہ گداگر تحصیل زر کرتے پھرتے ہیں تباہ و برباد ہو جانے دیں ، اور ہم اپنی آنکھوں سے دیکھیں کہ وہ نہایت ذلیل زندگی بسر کریں اور باوجود محنت کرنے کے بھی اپنے اور اپنے خاندان کے لئے وجہ معیشت نہ پیدا کر سکیں ۔

حج اور تعمیر مساجد کے لئے خیرات

اِن کے بعد وہ محصل ہیں جو حج اور تعمیر مساجد و چاہات وغیرہ کے بہانے سے تمام ملک کا دورہ کرتے پھرتے ہیں ، اب جس شہر میں وہ پہونچے مسلمان ہیں کہ اُنکو دینے کے لئے تلے بیٹھے ہیں شاید یہ سمجھکر کہ جنت کے دروازے کی کنجی خدا نے اُن کے ہی قبضہ میں دیدی ہے اور اُن کو اختیار ہے جسکو چاہیں جانے دیں ۔ اور جسکو چاہیں روک دیں ۔ یہ کوئی نہیں پوچھتا کہ اگر کسی کو اخراجات سفر حج کی مقدرت نہیں ہے تو اس پر حج کس نے فرض کیا ہے ، اور اُن کے ہی لئے سب سے زیادہ ایسے حج کی ضرورت کہاں سے آگئی کہ

خواہ دربدر مانگتے پھریں مگر حج ضرور کریں ، یہاں چاہے یہ حاجی صاحب بھول کر بھی کوئی نیک کام نہ کریں ، مگر حج کا فرض ضرور ادا کریں ، افسوس کوئی یہ کہنے والا نہیں کہ جن لوگوں پر حج فرض نہیں اُن کے لئے یہاں بھی ایسے کام ہیں جن میں حج سے زیادہ ثواب حاصل ہوتا ہے ؎

از ہزاراں کعبہ یکدل بہتر ست　　　دل بدست آور کہ حج اکبر ست

المختصر تھوڑے دنوں کے دورے میں معقول تعداد روپیہ کی جمع کرلی - اور کہیں آسائش سے اس روپیہ کو خرچ کرکے پھر واپس چلے آئے ، اگر واپسی پر کسی نے پوچھا کہ جناب آپ نے سنگ اسود کو بوسہ تو ضرور دیا ہوگا تو فرمایا کہ جناب بوسہ دینا کیا معنی وہ تو بڑے نیکدل لوگوں میں ہیں - کئی دن تک انہوں نے مجھے مہمان رکھا ، خوب خاطر مدارات کی ، جب لوگوں نے کہا کہ جناب وہ تو پتھر ہے تو فرمایا کہ جب میں ملا تھا تب تو بڑے نرم دل تھے ، اب پتھر ہوگئے ہونگے ،

اور جو کہیں سچ مچ ایک دفعہ حج کر آئے جس ذریعہ سے سیر بھی ہوگئی اور اتنے دن کی روٹی بھی بلا مشقت چل گئی تو بس پھر تمام مسلمانوں کو زیر بار احسان کر دیا - اور گویا مسلمانوں کا فرض ہوگیا کہ ہر سال اُنکا اشتیاق زیارت روضۂ حضرت رسول مقبول و شہدائے کربلا پورا کریں ، اسیطرح مسجد بنوانے کے سائلوں سے یہ کوئی نہیں کہتا کہ جو مسجدیں پہلے سے ہر ایک شہر اور محلے میں بنی ہوئی ہیں وہی آباد ہو جاویں تو بہت غنیمت ہیں جو روز کثرت مساجد سے مسلمانوں کو پریشان کیا جاتا ہے ،

یہ میں نہیں کہتا کہ یہ کام جنکا اوپر ذکر ہوا ہے بذاتہ ایسے ہیں کہ اُنھیں ہمکو نہیں کرنا چاہئے - بلکہ میرا یہ مطلب ہے کہ دغا باز سائلوں کو ہم اس بہانے سے دنے دیکر کیوں قوم کا روپیہ ضائع کرتے ہیں اور کیوں اُن کو کام چور بناتے ہیں - اسیطرح ایک گروہ مولود خوانوں اور مرثیہ خوانوں کا ہے کہ اُنکو بھی محنت کرکے پیٹ بھرنے کی قسم ہے اور اگر واعظ

مولویوں کو بھی ہم اسی گروہ میں شامل کرلیں تو کچھ بیجا نہ ہوگا - میرا مطلب اُن مولویوں سے ہے جو محض وصول زر کے لیئے وعظ کہتے ہیں ،

صوفیوں کو نذریں

ایک بڑا گروہ صوفیائے کرام کا ہے جو مسلمانوں کی بہت بڑی گاڑھی کمائی کی بدولت بلا محنت و مشقت بڑے امیرانہ طریقے سے بسر اوقات کرتے ہیں - نام تو یہ کہ نفس کشی کرتے ہیں - اور لذاتِ دنیا کو ترک کردیا ہے - مگر خوراک و لباس اور طریقۂ ماندو بود میں بڑے بڑے امیروں کے ٹکر ہیں ، جہاں کوئی درویش ڈھونگ بنا کر آیا اور مسلمان ہیں کہ اسکو ذریعۂ نجات سمجھنے لگے ، ہزاروں آرزوئیں اور تمنائیں دل میں لیئے جاہل مسلمان کھڑے ہیں اور منتظر ہیں کہ اگر پیر صاحب کی نظرِ توجہ ہو جائے تو سارے بگڑے کام بن جائیں - روپیہ کا تو کچھ ذکر ہی نہیں جدھر و چلے جائیں ادھر گویا مینہ برس رہا ہے - بڑے بڑے روسا دست بستہ حاضر ہیں کہ اگر کچھ فرمائش ہو جائے تو اُس کے پورا کرنے ہی دونوں جہان کی فلاح و بہبود میسر آجائے - مگر جب بغیر فرمائش ہی فتوحات کی یہ کیفیت ہو تو انکو کیا غرض کہ کسی سے سوال کر کے اپنی ہوا خیزی کریں ، بعض تو دورہ کرتے پھرتے ہیں ، اور بعض وہ ہیں جو اپنے مقام پر بیٹھے رہتے ہیں - مگر ان کا جال ایسا زبردست ہے کہ پرندو نکو وہیں کھینچ لاتا ہے :-

اس ذکر سے میرا یہ منشا ہرگز نہیں سمجھنا چاہیئے کہ روحانی ترقی یا تصفیہ قلب کوئی قابلِ قدر چیز نہیں ہے ، یا ہم کو ان لوگوں کی کچھ عزت نہیں کرنی چاہیئے جو فی الحقیقت روحانی ترقی کرتے ہیں ، مگر میں یہ کہتا ہوں کہ ہم اپنا روپیہ بجائے مفید قومی کاموں میں صرف کرنے کے مکار اور دغاباز لوگوں کی پرورش کرنے اور انکی خواہشات نفسانی پورا کرنے میں کیوں صرف کرتے ہیں ، ان لوگوں کے متعلق ایک مشہور مصنف اور نامور شاعر کے یہ اشعار بالکل صحیح بلکہ آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہیں ؎

بہت لوگ پیر و نکی اولاد بنکر	نہیں ذات والا میں کچھ جنکے جوہر

بڑا فخر ہے جنکو یہ دیکے اپیر | کہ تھے اُنکے اسلاف مقبولِ داور
کرشمے ہیں جا جا کے جھوٹے دکھاتے
مریدوں کو ہیں لوٹتے اور کھاتے

یہ ہیں جادہ پیمائے راہِ طریقت | مقام انکا ہے ماورائے شریعت
انھیں پر ہے ختم آج کشف و کرامت | انھیں کے ہے قبضہ میں بندوں کی قسمت
یہی ہیں مُرادٌ[لہ] اور یہی ہیں مرید اب
یہی ہیں جنید اور یہی بایزید اب
(حالی)

اس قسم کے دغا بازوں کے لئے پنجاب، سندھ، اور دکن خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں، مگر وہاں بعض واجب التعظیم بزرگ بھی ہیں، جنکو نمائش و دوکانداری سے ذرا بھی علاقہ نہیں اور وہ شہر در شہر کیوں پھرنے لگے، اصل یہ ہے کہ ان شعبدہ بازوں نے شہرت اور دوکانداری کے عجیب عجیب ڈھنگ اختیار کر رکھے ہیں۔

میرے علم میں ایک صوفی صاحب نے اناج کھانا بالکل چھوڑ دیا تھا اور اس ذریعے مسلمانوں کی خوب ہی رجوعات ہوئی۔ مگر بجائے اناج کے وہ علاوہ تلا قند، پیڑوں، پھلوں اور ترکاریوں کے دن و رات میں پانچ سیر دودھ پیتے تھے، اب جائے غور ہے کہ جس شخص کے پیٹ میں اتنی بلا اتر جائے اُسکو اناج کی ضرورت ہی کیا باقی رہی۔ اس بات پر تو کوئی خیال نہیں کرتا تھا، بلکہ ہر شخص اناج کھانا چھوڑ دینے کی وجہ سے اُن کے تقدس و اتقا کا دل و جان سے معتقد ہو جاتا تھا، بھلا جس شخص کا ظاہر ایسا ہو اُسکے اندرونی حالات سے تو نہایت ہی خائف ہونا چاہیے۔ ہمکو اس بات کا تو کبھی بھولکر بھی خیال نہیں ہوتا۔ اور ہر وقت خیال ہے تو انکی نذر و نیاز کا،

لہ صوفیہ کی اصطلاح میں مُراد وہ شخص ہے جس نے جاذبۂ الٰہی کے بعد سلوک اختیار کیا ہو۔ اور مُرید وہ ہے جو سلوک کے بعد جذبے کے مرتبے کو پہنچا ہو (دیکھو مسدس حالی مطبوعہ مطبع نامی صفحہ ۲۶)

مجاوروں کو نذریں

یہ فہرست مدات خیرات کی نامکمل رہے گی اگر میں مزاروں کے چڑھاووں اور مجاوروں کی نذروں کا ذکر نہ کروں۔ ہر شخص جانتا ہے کہ یہ ہزاروں مجاور مختلف مقامات پر کوئی کام نہیں کرتے، مگر اچھی طرح بسر اوقات کرتے ہیں۔ ہم کو خوب معلوم ہے کہ یہ لوگ زیادہ تر زائرین کو دھوکے دے دے کر اُن سے روپیہ وصول کرتے ہیں، اور اکثر کی اخلاقی حالت نہایت ذلیل ہے۔ یعنے متوسط الحال تو خانقاہوں میں بھنگ و چرس اڑاتے ہیں، اور جو امیر ہو گئے ہیں وہ عیاشی و شراب خواری میں مصروف ہیں۔ جب ایسی حالت ہو تو ظاہر ہے کہ ہم روپیہ اُن کو گنہ گاری کے لیئے دیکر خود بھی بوجہ معاونت گناہوں میں شریک ہوتے ہیں اور یہی وہ ثواب ہے جسکی ہم کو امید رکھنی چاہیئے،

درگاہوں، خانقاہوں، امام باڑوں اور مسجدوں کے متعلق جو اوقاف ہیں انکی حالت بھی ناگفتہ بہ ہے، تقریباً ہر وقف اور اگر ہر وقف نہیں تو زیادہ تر متولی کی بدکرداری کی وجہ سے مقروض ہیں، اور متولی یہ سمجھتے ہیں کہ یہ جائداد انکی ہی تن آسانی کے لیئے وقف کی گئی ہے، ورنہ کبھی بھول کر تو انکا خیال وقف کی غرض کی طرف جائے،

طالب علموںکی امداد

طالب علموںکی امداد ہر مذہب و فرقے میں نہایت ضروری ہے لیکن مسلمانوں میں علوم دینی کے طالب علموں کو جس طریقے سے خیرات دیجاتی ہے وہ نہایت مذموم بلکہ قابل شرم ہے، یہاں نقدی سے وظائف کی صورت میں امداد نہیں کی جاتی، بلکہ طالب علموں کو خانہ بخانہ روٹی کے لیئے جانا پڑتا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تعلیم دینی کے ساتھ تعلیم دریوزہ گری بھی اُن کو دینا مقصود ہے۔ جو اس طرح روٹی سے مدد نہیں کرتے، اور ذی مقدرت ہیں اُنمیں سے بعض مسلمان تعلیم دینے کے لیئے چھوٹے چھوٹے مدارس قائم کر دیتے ہیں، جنمیں نہ کافی نگرانی ہوتی ہے، نہ کافی تعداد اور کافی قابلیت کے اُستاد میسر آتے ہیں، اور نہ کافی مکان ہوتا ہے، غرضکہ ان

مدرسوں کے اجزا میں کوئی چیز بھی کافی نہیں ہوتی ، آخر ش چند روز بعد وہ معدوم ہوجاتے ہیں ۔ اور جو روپیہ اُن میں صرف ہوا بالکل ضائع ہوجاتا ہے۔ اور جو باقی رہتے ہیں وہ سوائے گداگری کرنے کے اور کسی کام کے قابل نہیں رہتے ،

ایصالِ ثواب کیلئے خیرات

اِن سب کے بعد ہماری اور خیراتیں ہیں ، جنکو زبردستی خیرات کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے جیسے وہ خیرات جو مُردے کے لیے بنظرِ ایصالِ ثواب کی جاتی ہے ، اس خیرات کے مستحق سب سے پہلے محتاج و معذور ہیں ، مگر وہ بھی تکیہ دار ، بھنگڑ ، نقیروں ، اور امیر بھائی بندوں کو کھانے کی صورت میں دیجاتی ہے ، ہم فاتحہ کے لیے عمدہ عمدہ کھانے اس غرض سے نہیں پکاتے کہ مستحقین کو دیے جائیں ، بلکہ محض اپنی ناموری کے خیال سے ایسا کرتے ہیں ، اور اسی لیے بھائی بندوں اور جو زیادہ امیر ہیں وہ شہر کے تمام مسلمانوں تک انھیں پہنچاتے ہیں ۔

مروجہ خیرات کے نتائج

ہماری خیرات کے تمام طریقے جو آج کل جاری ہیں قوم کو سخت نقصان پہونچانے والے ہیں۔ اسی خیرات کا نتیجہ ہے کہ مسلمانوں میں کاہل اور بیکار مگر توانا و تندرست آدمیوں کی تعداد روز بروز بڑہتی جاتی ہے ، اور ایسے کاہل کہ جنکی آئندہ نسلیں بھی قوتِ بازو سے اپنی معیشت پیدا کرنے کی قسم کھالیتی ہیں ، طالبِ علموں کی امداد اس ذلیل طریقہ سے کی جاتی ہے کہ مانگنے کی غیرت و حمیت ہمیشہ کے لیے اُن کے دل سے جاتی رہتی ہے ۔ اور وہ سوائے بھیک مانگنے کے اور کسی کام کے قابل نہیں رہتے ۔ اس کے ذمہ دار ہمارے وہ مسلمان بھائی ہیں جو موٹے تازے فقیروں کے سوال پورے کرکے انکی تعداد روز بروز بڑہاتے جاتے ہیں ، اگر ایسی ہی خیرات پسندیدہ ہوتی تو شاید خلفائے راشدین اور وہ بابرکت بادشا ملک و خزانے کو رعایا کی ملکیت سمجھتے تھے کسی کو بھی محنت سے روٹی کمانے کی زحمت نہ

اٹھانے دیتے ، بلکہ خزانۂ عامرہ سے ہر شخص کے لیے اُسکی ضروریات کے موافق وظائف مقرر کردیتے ، جو بلا مشقت اُسکو گھر بیٹھے ملا کرتے ، مگر تاریخ ہم کو ایک بھی ایسی مثال نہیں بتاتی ،

تندرستوں کو خیرات دینا گناہ ہے

ثواب کے فدائی اس بات کو خوب سمجھ لیں کہ اِن پہلوان صفت فقیروں کو خیرات دینا نہ صرف اسوجہ سے خدا اور سوسائٹی کا گناہ ہے کہ اُن کے طریقے سے کاہل وجودی اور کام چوری بڑھتی ہے ، بلکہ اس وجہ سے بھی کہ خیرات دینے والے حقداروں کو محروم کرکے ملک و قوم میں افلاس و فلاکت بڑی تیز رفتاری سے ترقی کرنے میں مدد دیتے ہیں۔ اگر اُن مخیروں سے یہ سوالات کیئے جائیں کہ کیا انکی خواہش یہ ہے کہ ساری قوم دریوزہ گری اپنا پیشہ قرار دے ، محنت مشقت سے روٹی کمانے والا قوم میں ایک بھی نہ رہے ۔ اور مسلمانوں میں خیرات دینے کے قابل ایک بھی نہ رہے تو میرے خیال میں ہر ایک سمجھدار مسلمان جواب نفی میں ہی دیگا ، اس سے ظاہر ہے کہ ہم اس خیرات کے نتیجوں کو ناپسند کرتے ہیں ، مگر افسوس ہے کہ ہم رسم و رواج کی زنجیروں سے ایسے پابند ہو رہے ہیں کہ خواہ اپنا اور تمام قوم کا صریح نقصان دیکھیں تو بھی انکی خلاف ورزی نہیں کر سکتے ،

اگرچہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ معذورین کو جو خیرات پر بسر کرتے ہیں زندہ رہنے کی ضرورت نہیں ہے ۔ کیونکہ وہ کام کرنے والی سوسائٹی پر خوامخواہ بار ہوتے ہیں ۔ مگر ہمارے خیال میں کم از کم اِن تندرست و بدچلن فقیروں کو تو خیرات نہ دی جاوے بلکہ وہی روپیہ اور عمدہ طریقوں سے صرف کیا جائے جس سے ثواب بھی ہو اور قوم کو بھی بجید نفع پہونچے ،

کروڑوں روپیہ برباد ہو رہا ہے

اب میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ مسلمانوں کا کتنا روپیہ اس بیجا خیرات میں ضائع ہوتا ہے ۔ جس سے علاوہ نقصان روپیہ کے قوم کو اور مضرتیں بھی پہونچتی ہیں ۔ ہندوستان اور اس کے مضافات میں مسلمانوں کی آبادی چھ کروڑ ہے ۔ اور ہر شخص کی اوسط آمدنی بیس روپیہ سالانہ ہے ۔ جس میں سے کم ازکم ہر مسلمان دو روپیہ فیصدی خیرات میں یا اُن رسوم میں جنکو وہ امور خیر سمجھتا ہے (جیسے اخراجاتِ غمی) خرچ کرتا ہے تو اس حساب سے معلوم ہوا کہ ہندوستان کے مسلمان ہر سال دو کروڑ چالیس لاکھ ، یعنی دس لاکھ روپیہ ماہوار خرچ کرتے ہیں ۔ اِن اعداد کو دیکھ کر کون کہہ سکتا ہے کہ مسلمان مخیر نہیں ہیں ، مگر صد حیف کہ یہ روپیہ بالکل ضائع ہوتا ہے ۔ اور ہمارے تمام قومی کام جو حد سے زیادہ مفید ہیں اسی خیرات کی بدولت نامکمل ہیں ۔ اگر یہی روپیہ یا اس کا کچھ حصہ بھی تعلیمی و دیگر مفید کاموں میں صرف ہو تو یہ شکایتیں جو آج سننے میں آتی ہیں جلد دُور ہوجائیں ، اور ہماری قوم کے ہزاروں غریب آدمی بھی تعلیم پاسکیں ۔

مروجہ خیرات کی اصلاح

چونکہ یہ ظاہر ہوگیا کہ ہماری خیرات میں اصلاح کی سخت ضرورت ہے ۔ اب میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ وہ اصلاح کیونکر ہوسکتی ہے ۔

(۱) سب سے پہلے اس بات کی ضرورت ہے کہ حیلہ باز صحیح و تندرست پیشہ ور گداگروں کو خیرات دینا قطعی بند کردیا جائے ۔ اور اُنکو سمجھایا جاوے کہ تم اس کے مستحق نہیں ہو ، اس طرح مجبور ہوکر یہ لوگ رفتہ رفتہ (یعنی جب ذرائع آمدنی بند ہوجائیں گے) محنت و مشقت کے ذریعہ سے کمانے کی طرف جھکیں گے اور ملک کی دولت جسے وہ اب تک گھٹا رہے ہیں اُسکو بڑھانے کا باعث ہونگے ۔ اور جو روپیہ اُن کو رائگاں دیا جاتا تھا وہ بجائے حقیقی مستحقوں کی بہبودی میں صرف ہوگا ۔ یہ وہ اصلاح ہے جس پر

شخص بہت آسانی سے عمل کر سکتا ہے ، اور صرف مضبوط دل اور پکے ارادے کی ضرورت ہے ،

(۲) اپاہج محض ضعیف العمر اور کمزور لوگ جو اپنی محنت و مزدوری سے گزارہ کرنیکے ناقابل ہیں انکی مدد کے واسطے مختلف مقامات پر زنانے و مردانے محتاج خانے کھولے جائیں ، جنمیں اُن کے خورد و نوش اور اسباب آسائش کا پورا بندوبست کیا جائے - انکو مناسب عزت کے ساتھ رکھا جاوے ، اور انکی اولاد کی تعلیم و تربیت کا مناسب انتظام کیا جائے تاکہ وہ بھی گداگری پر کمر نہ باندھ لیں ،

(۳) بعض لوگ محض اس وجہ سے کہ وہ مزدوری تلاش کرتے ہیں اور وقت پر نہ ملنے سے مجبور ہو کر بھیک مانگنے لگتے ہیں - اگرچہ شروع میں وہ مجبوری کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں لیکن تھوڑے عرصہ کے بعد اُن کو بھیک کا ایسا مزہ پڑ جاتا ہے کہ وہ اپنا یہی پیشہ قرار دے لیتے ہیں - ایسے لوگوں کے واسطے مختلف قسم کے کارخانے کھولے جائیں اور انکو ترغیب دیجائے کہ ان میں کام کریں اور مختلف پیشے و حرفے سیکھیں - لیکن اس قسم کے کارخانے ہر جگہ قائم کرنے ذرا مشکل ہیں - اس لیے اس بات کی ذرا کوشش کرنی چاہیے کہ ان کو ترغیب و تحریص دلا کر بڑے بڑے مقامات میں جہاں مزدوری بکثرت ہے بھیجدیا جائے ،

(۴) اکثر بچے یتیم رہ جاتے ہیں اور کوئی انکی نگرانی و پرورش کرنے والا نہیں رہتا جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ فقیر اور چور بنجاتے ہیں ، اور لڑکیاں اکثر بازاری عورتوں کے پھندے میں پڑ کر بدترین کام کے لیے پرورش کی جاتی ہیں ، سخت شرم و غیرت کی بات ہے کہ ہمارے اہل ملک دیکھتے ہیں اور کچھ انتظام نہیں کرتے اور معصوم بچوں کو گناہ کی زندگی میں پڑنے سے نہیں بچاتے - آفریں ہے عیسائی مشنریوں کو کہ انکی کوشش سے لاکھوں یتیم قحط کی سختی اور ہزاروں عیوب سے بچے ہیں ، لیکن کیا یہ کم شرم کی بات ہے کہ دوسرے مذہب و قوم کے لوگ ہمارے بچوں کی پرورش کریں ، اتنے بڑے ملک میں دو چار چھوٹے یتیم خانے ہیں بھی تو وہ

کس گنتی میں ، اِن بچوں کی پرورش اور تعلیم و تربیت کے واسطے ضرور ہے کہ بڑے بڑے مقامات پر یتیم خانے کھولے جائیں اور ان کی پوری پوری نگہداشت کی جاوے ، اِن یتیم خانوں میں تعلیم و تربیت کے ساتھ صنعت و حرفت بھی سکھائی جاوے ؛ تاکہ بڑے ہو کر وہ مثل دیگر اہلِ ملک کے عزت و آبرو کے ساتھ زندگی بسر کر سکیں ،

(۵) ضرورت مندوں کی مدد کے علاوہ خیرات کے روپیہ کا مصرف ملک و قوم کے بچوں کی تعلیم بھی ہے ، کیونکہ جسقدر خرابیاں ہیں ان سب کا سرچشمہ جہالت ہے۔ اس واسطے ضرور ہے کہ کثرت سے مدارس جاری کیئے جائیں جنمیں ضروریات زمانہ کے موافق علوم و فنون کے علاوہ مختلف قسم کے پیشے بھی بطورِ علم کے سکھائے جائیں ،

(۶) بہت سے ذہین اور محنتی طلبا اس وجہ سے تعلیم سے محروم رہ جاتے ہیں کہ وہ تعلیم کے بھاری اخراجات برداشت نہیں کر سکتے ۔ ایسے طالب علموں کے واسطے وظائف مقرر کیئے جائیں تاکہ وہ عزت و آسائش کے ساتھ تعلیم حاصل کر سکیں اور عربی مدارس میں بھی طلبا ر کی امداد کا یہی طریقہ جاری ہونا چاہیئے ،

(۷) علما ر کا گروہ ایسا ہی ضروری ہے جیسے جسم کے لیئے جان کا ہونا ۔ لیکن ان میں سے بعض کافی وجہ معاش نہ رکھنے کی وجہ سے اپنے فرائض ادا نہیں کر سکتے ۔ اس گروہ کی امداد کا یہ طریقہ ٹھیک نہیں ہے کہ وعظ کہلوا لیا اور ایک ایک آنہ ، دو دو آنے چندہ کر دیا ۔ بلکہ مستقل تنخواہ مقرر کی جائے تاکہ وہ اطمینان کے ساتھ تبلیغ احکام شریعت کر سکیں

خیرات کے روپیہ کے جائز مصرف کی صرف چند صورتیں بیان کی گئی ہیں ، اس کے علاوہ اور بھی بہت سی ہو سکتی ہیں ، اور مقامی انجمنیں یہ روپیہ جمع کر کے کافی اہتمام کے ساتھ جائز طریقے سے صرف کرنے کی تدبیریں کر سکتی ہیں ،

تعلیم کی ضرورت

میں یہ وضاحت کے ساتھ بیان کرنا چاہتا ہوں کہ آج کل مسلمانوں کو سب سے زیادہ جس بات کی ضرورت ہے وہ تعلیم ہے

اور تعلیم ہی ایسی چیز ہے جو انکو تباہی و بربادی سے نجات دلا سکتی ہے ، اگر مسلمان جاہل تو بقول ہز ہائنس سر آغا خاں اگر ہندوستان کے تمام فوجی مصارف بند کر دیے جائیں اور تمام افریقہ و امریکا کی دولت ہندوستان میں آجائے اور تعلیم نہ ہو تو فوجی مصارف کا روپیہ آسمان کو اڑجائیگا اور یورپ و امریکا کی دولت زمین میں سماجائیگی - اور ہم کو اس سے کچھ بھی فائدہ نہ ہوگا ، غرضکہ ان کا دینی یا دنیوی کوئی کام بھی ٹھیک نہیں ہوگا لہذا ایک نہایت عمدہ مصرف یہ ہے کہ خیرات و زکوۃ کا روپیہ زیادہ تر مسلمانوں کی تعلیم میں صرف کیا جاوے اور وظائف و عطیات کے ذریعہ سے طلبار و مدارس کی امداد کی جاوے ، بہت سے اعلی درجہ کے کالج و مدارس جو قوم کے حق میں نہایت ہی مفید سمجھے گئے ہیں ہماری امداد کے محتاج ہیں - اور جنکا قیام قوم کے لیے باعث فخر و مباہات ہے - کیا وجہ ہے کہ روپیہ رائگاں صرف کرنے کے بجائے ہم انکی امداد نہ کریں ، اور حضور سرور عالم جناب رسالت مآب کے ارشاد طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم و مسلمۃ میں لفظ علم سے کوئی خاص زبان یا علم مراد نہیں ہے بلکہ ہم کو ہر قسم کے حصول علم کی ہدایت ہوتی ہے - اگر یہ ارشاد صرف زبان عربی اور علم دین ہی کے متعلق ہوتا تو وہ اطلب العلم و لو کان بالصین کے موافق آنحضرت کے زمانے میں چین میں کہاں تھا -

بھیک مانگنے کی ممانعت اسلام میں

بھیک مانگنے کی مذمت جسقدر اسلام میں کی گئی ہے شاید ہی کسی مذہب میں اسکی اسقدر مذمت کی گئی ہو ، کچھ کم ڈیڑھ سو روائتیں سوال کی مذمت میں حدیث کی مختلف کتابوں سے کنز العمال میں نقل کی گئی ہیں - سوال کے انسداد کو رسول خدا صلعم اسقدر مہتم بالشان تصور فرماتے تھے کہ جس طرح آپ توحید اور نماز پنجگانہ کی تعلیم کو ضروری

سمجھتے تھے اسیطرح لوگوں کو سوال سے باز رکھنے میں ہمت عالی میں مصروف رکھتے تھے، چنانچہ عبدالرحمٰن بن عوف بن مالک اشجعی سے روایت ہے کہ ہم نو یا آٹھ یا سات آدمی آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر تھے کہ آپ نے ہم سے فرمایا "کیا تم خدا کے رسول سے بیعت نہیں کرتے" ہم نے فوراً ہاتھ بڑھایا، مگر چونکہ ہم چند ہی روز پہلے بیعت کر چکے تھے ہم نے عرض کیا "یا رسول اللہ" ہم تو ابھی بیعت کر چکے ہیں۔ اب آپ ہم سے کس بات پر بیعت لیتے ہیں؟ آپنے فرمایا "اس بات پر کہ خدا کی عبادت کرو، اُسکے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، اور احکام الٰہی بجالاؤ، اور پھر آہستہ ارشاد فرمایا، وَلَا تَسْأَلُوا النَّاسَ شَيْئًا۔ (یعنی لوگوں سے کچھ نہ مانگو) اس روایت کے بعد عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ میں نے اس کے بعد اُن لوگوں میں سے (جنھوں نے بیعت کی تھی) بعض کو دیکھا کہ اگر کسی کے ہاتھ سے سواری کی حالت میں کوڑا گر جاتا تھا تو وہ اس خیال سے کہ یہ بھی کہیں سوال میں نہ داخل ہو کسی راہ چلتے سے اپنا کوڑا نہ مانگتا تھا،

اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ بیعت مذکورہ کا اصل مقصد خاصکر سوال کرنے کی برائی اُن کے ذہن نشین کرنی تھی۔ اور جن باتوں کی تصریح پہلی بیعت میں فرما چکے تھے انکی تکرار اس موقعہ پر صرف بطور یاد دہانی کے تھی نہ کہ اصل مقصود، نیز بیعت کرنے والوں کا بعد بیعت کے سوال سے اس قدر بچنا بھی اسی بات پر دلالت کرتا ہے کہ بیعت کا اصل مقصد صرف سوال کرنے کی ممانعت تھی اور بس،

بے شمار روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم سائل سے نہایت نفرت کرتے اور جو شخص بغیر اضطراری حالت کے سوال کے ذریعہ سے کچھ وصول کرتا تھا اُسکو اس کے حق میں حرام سمجھتے تھے اور جو شخص ایک وقت کی خوراک موجود ہونے پر سوال کرے اس کی نسبت فرماتے تھے کہ وہ اپنے لیئے کثرت سے آتشِ دوزخ طلب کرتا ہے اور بار بار آپ نے فرمایا ہے کہ تم میں سے جو شخص اپنی رسی لیکر پہاڑ پر جائے اور وہاں سے

لکڑیوں کا گٹھا باندھکر اپنی پشت پر لائے اور اسکو فروخت کرے تاکہ خداتعالیٰ اسکی حاجت رفع کردے یہ اُس کے حق میں بہت بہتر ہے بہ نسبت اِس کے کہ وہ لوگوں سے بھیک مانگے، پھر وہ اُسکو کچھ دیں یا دھتکار دیں،

عائذ ابن عمرو سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا "اگر تم لوگ جانو کہ سوال کرنے کے کیا نتائج ہیں کوئی شخص سوال کرنے کے لیئے دوسرے شخص کی طرف رُخ نہ کرے"۔ اگر کوئی فلاسفر یا اکونسٹ اس مطلب کو بیان کرتا تو زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتا تھا کہ جسقدر قوم میں بھیک مانگنے والونکی کثرت زیادہ ہوتی ہو۔ قوم کی دولت میں، محنت وجفاکشی میں، غیرت وحمیت میں، ہمت اور اولوالعزمی میں گھاٹا ہوتا ہے؛ مفلسوں کو کاہلی اور بے غیرتی کی ترغیب ہوتی ہے، اور دولتمندوں کا بہت سا روپیہ ایسی جماعت کی تعداد بڑھانے اور تقویت دینے میں صرف ہوتا ہے۔ جنکا وجود سوسائٹی کے حق میں سم قاتل کا حکم رکھتا ہے، مگر جو جامعیت مذکورہ بالا حدیث نبوی کے مختصر لفظوں میں پائی جاتی ہے وہ اُس فلاسفر یا اکونمٹ کے اس لمبے چوڑے بیان میں بھی ہرگز نہیں پائی جاتی۔ حدیث کے الفاظ جس طرح مذکورہ بالا سوشل اور مورل خرابیوں کو شامل ہیں اسیطرح ان تمام روحانی آفتوں اور بیماریوں پر حاوی ہیں جو سوال عادت سے سائل کی رُوح کو عارض ہوتی ہیں۔ وہ خداکو صرف بھیک مانگنے کا ایک اوزار جانتا ہے۔ جسکی نسبت آنحضرت صلعم نے فرمایا ہو کہ "ملعونٌ مِن سال بوجہ اللہ، اس کے دلمیں نبی کی عظمت اُس سے زیادہ نہیں ہوتی کہ جب خداکے ساتھ رسول کا واسطہ بھی دیا جاتا ہو تو ایک مسلمان آدمی کو خواہ مخواہ کچھ نہ کچھ دینا پڑتا ہے، وہ قیامت کے معنی شاید اِس کے سوا کچھ نہیں سمجھتا کہ خیرات دینے والے کو وہاں ایک کے عوض ستر ملیں گے، وہ اپنے اندوختہ کو جو بھیک کے ذریعہ سے اُس نے پیدا کیا ہو چھپاتا ہو۔ اور باوجود استطاعت کے اپنی ناداری کا اظہار کرتا ہے اور

اسطرح کفرانِ نعمت، دروغگوئی، اور مکاری کے سخت ترین گناہوں کو اپنی کامیابی کا ذریعہ گردانتا ہے۔ پس جن جامع الفاظ میں رسول خدا صلعم نے بھیک مانگنے کی مذمت فرمائی ہے، اس سے زیادہ جامع الفاظ تصور میں نہیں آسکتے۔

یہاں ایک بات قابلِ غور ہے کہ بیشمار مرفوع حدیثیں سوال کی مذمت کے متعلق کتب احادیث میں موجود ہیں۔ مگر غیر مستحق سائلوں کا سوال پورا کرنے والوں کی مدح یا ذم کہیں صراحت کے ساتھ نہیں فرمائی، مگر اس کی وجہ ادنی تامل سے معلوم ہوسکتی ہے، آنحضرت صلعم کی تعلیمات (جیسا کہ محققین نے بیان کیا ہے) دو قسم کی تھیں ایک وہ تعلیم تھی جسکی نسبت آپ کو حکم تھا کہ بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ۔ (یعنی اے رسول پہونچادے لوگوں کو وہ احکام جو خدا کی طرف سے تجھپر نازل ہوئے ہیں۔ اور اگر تو نے انکو نہ پہنچایا تو خدا کے پیغام کی کچھ تبلیغ نہ کی) یہ تعلیم تو ایسی ضروری اور لابدی تھی کہ کسی حالت یا کسی مصلحت کے مقتضا سے اسمیں سکوت یا تاخیر یا کوتاہی نہیں ہوسکتی تھی، دوسری تعلیم وہ تھی جو دنیوی مصالح سے علاقہ رکھتی تھی، اور جسکی نسبت آپ نے فرمایا تھا کہ انتم اعلم بامور دنیاکم (یعنی تم اپنے دنیوی معاملات کو مجھ سے زیادہ جانتے ہو) اس تعلیم میں ملکی اور قومی مصلحتوں کے لحاظ سے ممکن تھا کہ سکوت یا تاخیر کی جائے یا بجائے تصریح کے کنایۃً ادا کی جائے، چونکہ غیر مستحق سائلوں کا سوال پورا کرنا زیادہ تر سوشل خرابیوں کا باعث تھا، اور سوال پورا کرنے والوں کی مدح یا ذم تبلیغ رسالت سے کچھ علاقہ نہ رکھتی تھی اس لیئے رسول خدا صلعم نے جس صراحت کے ساتھ سوال کی مذمت فرمائی ویسی صراحت کے ساتھ غیر مستحق سائلوں کا سوال پورا کرنے والوں کی مذمت نہیں فرمائی، کیونکہ اسوقت عرب کے عام خیالات کے موافق سائل کا سوال رد کرنا (خواہ وہ مستحق ہو اور خواہ غیر مستحق) غایت درجہ کی دنارت سمجھی جاتی تھی،

اور یہ بات نبوت کی شان سے بعید تھی کہ جو امر قدم میں اسقدر حقارت کی نظر سے دیکھا جاتا ہو اور اُس کے متعلق کچھ کہنا یا نہ کرنا تبلیغ رسالت سے کچھ علاقہ نہ رکھتا ہو، قوم کو علی الاعلان غیر مستحق سائلوں کا سوال رد کرنے کی تاکید نہیں فرمائی لیکن خود سوال کرنے کی اسقدر مذمت کرنے سے صاف پایا جاتا ہے کہ آپ ملک میں سائلوں کی تعداد بڑھنے کو نہایت مکروہ جانتے تھے۔ اور کوئی چیز اُن کی تعداد بڑھانے والی ایسی نہیں ہے جیسے ہر مستحق و غیر مستحق سائل کا سوال پورا کرنا، اس کے سوا متعدد روایتوں کے فحوائے کلام سے پایا جاتا ہے کہ آپ غیر مستحق سائلوں کا سوال پورا کرنے سے خوش نہ ہوتے تھے چنانچہ ابو سعید سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا قسم ہے خدا کی جو سائل میرے پاس سے اپنا مطلب حاصل کرکے لیجاتا ہے وہ مطلب نہیں ہے اس کے حق میں مگر ایک آگ، یہ سُنکر حضرت عمرؓ نے عرض کیا آپ کیوں اُس کا مطلب پورا کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کیا کیا جائے لوگ تو مانتے نہیں اور خدا تعالیٰ ردِّ سوال کو مجھ سے پسند نہیں کرتا۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ کسی کا سوال رد نہ کرنے کو آپ اپنے خصوصیات میں شمار کرتے تھے، اور قرآن کی متعدد آیتیں بھی جیسے وَاَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ، اور اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ" اور فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ" اس خصوصیت پر دلالت کرتی ہیں۔ پس عامہ امت کو اس خاص معاملہ میں آپ کا اتباع کرنا گویا اپنے تئیں آنحضرت صلعم کی خصوصیات میں شریک گردانتا ہے،

لیکن اس باب میں سب سے عمدہ مشکوٰۃ کی وہ حدیث ہے جس میں آنحضرت صلعم نے سائل کے ساتھ برتاؤ کرنے کا طریقہ تعلیم فرمایا ہے۔ یعنی انصار میں سے ایک شخص آپ کی خدمت میں کچھ مانگنے کو حاضر ہوا، آپ نے پوچھا کیا تیرے گھر میں کچھ نہیں

ہو، اُس نے عرض کیا کیوں نہیں، ایک موٹی سی کملی ہے اُسے کچھ اوڑھتا ہوں کچھ بچھاتا ہوں، اور ایک پیالہ ہے جسمیں پانی پیتا ہوں۔ آپ نے فرمایا دونوں میرے پاس لے آ۔ وہ دونوں لیکر حاضر ہوا، آپ نے انکو ہاتھ میں لیکر لوگوں سے فرمایا، ان کو کوئی خریدتا ہے؟ ایک شخص بولا میں ایک درہم کو خریدتا ہوں، پھر آپ نے دو یا تین بار فرمایا کوئی ایک درہم سے زیادہ دے سکتا ہے؟ ایک شخص نے کہا میں دو درہم دیتا ہوں، آپ نے کملی اور پیالہ اس کو دیکر اُس سے دو درہم لے لیے اور اُس انصاری کو فرمایا کہ ایک درہم کا تو کھانا لیکر اپنے گھر میں پہنچا اور دوسرے درہم کی کلہاڑی خرید کر میرے پاس لا۔ وہ کلہاڑی خرید لایا، آپ نے دست مبارک سے ایک لکڑی کا دستہ اُسمیں ٹھوک دیا، اور فرمایا جا اور لکڑیاں کاٹ اور بیچ۔ اب میں تجھ کو پندرہ دن تک نہ دیکھوں، وہ شخص چلا گیا اور لکڑیاں کاٹ کاٹ کر بیچنے لگا، پھر جب آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس کے پاس دس درہم جمع ہوگئے تھے، اُس نے کچھ تو اپنے کپڑا خریدا، اور کچھ کھانے کا سامان مول لیا۔ آپ نے فرمایا یہ تیرے لیئے اس سے بہتر ہے کہ جب تو قیامت کے دن آئے تو تیرے چہرہ پر بھیک مانگنے کا داغ ہو۔ دیکھ سوال کرنا صرف اُس شخص کو حلال ہے جو سخت محتاج ہو، یا جس کے ذمہ بھاری تاوان ہو، یا جسکی گردن پر خونبہا ہو،

اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جہاں تک ممکن ہو سائل کو سوال کرنے سے روکا جائے، اور سوال کرنے کی بُرائی اور محنت و مشقت کرنے کی خوبی اُس کے ذہن نشین کی جائے۔ مگر چونکہ اس زمانہ کے سائلوں کی بے غیرتی اور ڈھٹائی اس حد سے گزر گئی ہے کہ کسی کی فہمائش یا ممانعت کا انکو کچھ اثر ہو۔ اور نیز عام آدمیوں کی فہمائش میں وہ تاثیر پیدا ہونی محالات سے جو رسولِ مقبول کی دلسوزی و شفقت بھری نصیحتیں اثر کرتی تھیں اس لیئے ہم کو اس کے سوا کچھ چارہ نہیں کہ غیر مستحق سائلوں

داد و دہش سے یک قلم ہاتھ روک لیا جائے۔ اور جہاں تک ہو سکے مستحقین کی امداد کی جائے جو باوجود استحقاق کے کسی حالت میں سوال نہیں کرتے یا جو سخت مجبوری و ناداری کی حالت میں سوال کرتے ہیں۔ کیونکہ غیر مستحق سائلوں کے ساتھ کوئی سلوک اور کوئی بھلائی اس سے بڑھ کر نہیں ہو سکتی کہ انکو اس بیغیرتی و بے شرمی کے پیشہ سے باز رکھا جائے، اور ملک و قوم کے حق میں اس سے زیادہ کوئی احسان نہیں ہو سکتا کہ بھیک مانگنے کا بدترین پیشہ جو مرض متعدی کی طرح افراد قوم میں سرایت کرتا جاتا ہے، اور جس سے روز بروز بھیک منگوں کی تعداد ملک میں زیادہ ہوتی جاتی ہے۔ رفتہ رفتہ اُسکی بیخ کنی کی جائے،

معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد مدت دراز تک ممالک اسلامیہ میں سوال کرنا نہایت مذموم سمجھا جاتا تھا۔ اور طرح طرح سے اس کا انسداد کیا جاتا تھا۔

روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک سائل کی آواز سنی، اور یہ سمجھکر کہ بھوکا ہے اسکو کھانا کھلانے کا حکم دیا، تھوڑی دیر میں اُسکی آواز پھر سنائی دی معلوم ہوا کہ یہ وہی سائل ہے اور کھانا کھانے کے بعد اب پھر مانگتا ہے، آپنے اُسکو بلوایا اور دیکھا کہ اسکی جھولی روٹیوں سے بھری ہوئی ہے، آپ نے جھولی کا ایک سرا کھینچکر اُس کو اونٹوں کے آگے جھاڑ دیا اور فرمایا کہ تو سائل نہیں تاجر ہے۔

علامہ مقری تاریخ اندلس میں لکھتے ہیں کہ اندلس میں جس سائل کو تندرست اور کام کے لائق دیکھتے ہیں اُسکو نہایت ذلیل کرتے اور سخت و سست کہتے ہیں اور اسی کا یہ نتیجہ ہے کہ یہاں اپاہج اور معذور آدمی کے سوا کوئی سائل نظر نہیں آتا،

مگر افسوس اور نہایت افسوس ہے کہ اس زمانہ میں ہر ایک جگہ جسقدر مسلمان بھیک مانگتے نظر آتے ہیں اسقدر اور کسی قوم میں نظر نہیں آتے، پس سب سے پہلے مسلمانوں کا فرض ہے کہ اپنے اپنے حدود اختیار میں جہاں تک انکی دسترس ہو اس نالائق اور کمینہ

رسم کا انسداد کریں اور خاصکر ہمارے علمار و واعظین کو لازم ہے کہ نہایت آزادی اور بیباکی کے ساتھ وعظ کی مجلسوں میں سوال کی مذمت جو حدیثوں میں وارد ہوئی ہے اور جو مضر نتیجے سائلوں کی کثرت سے قوم کے حق میں پیدا ہوتے ہیں اور اسراف و فضول خرچی کی بُرائی جو قرآن مجید میں جا بجا بیان ہوئی ہے عام مسلمانوں کے ذہن نشین کریں ، اور خاصکر عورتوں کو جو ہر فقیر کو مستجاب الدعوات اور انکی آواز کو غیب کی آواز سمجھتی ہیں ، ان لوگوں کے مکر و فریب سے آگاہ کریں ، اور اُن کے دلوں میں بٹھادیں کہ ہٹے کٹے بھیک مانگنے والوں کو کچھ دینا بجائے نیکی اور بھلائی کرنے کے الٹا گناہ کا مرتکب ہونا ہے ، کیونکہ جسقدر ایسے لوگوں کو دیا جاتا ہے اُسیقدر مستحق بیواؤں ، یتیموں اور ہمسایوں کی حق تلفی ہوتی ہے ، اسیقدر بھیک مانگنے کا ناپسند طریقہ زیادہ رواج پاتا ہے ، اور اُسیقدر قوم میں کام کے آدمیوں کی کمی ہوتی ہے ،

اسلامی زندگی کے مطالعہ سے پہلے

اگر آپ نے فلاح دین و دنیا کا مطالعہ نہیں کیا ہے تو آپ کی مذہبی معلومات نامکمل رہجاتی ہے کیونکہ اسلامی زندگی فلاح دین و دنیا کا دوسرا حصہ ہے۔ کتاب

فلاح دین و دنیا

قیمت مجلد للعمہ

قیمت غیر مجلد عسہ

تمام دینی مسائل پر حاوی ہے۔ مذہب کی انسائیکلوپیڈیا ہے۔ یہ آپ کو وہ تمام باتیں بتائیگی جنکی مسلمانوں کو ہر وقت ضرورت رہتی ہے۔ یہ کتاب نہایت مستند عربی فارسی کتب کا عطر ہے اور ایک نہایت زبردست عالم کی تصنیف ہے جسمیں تمام مسائل نہایت تصدیق اور تحقیق کے بعد درج کئے گئے ہیں یہ کتاب اگر آپ کے پاس ہوگی تو آپ کو ایسا معلوم ہوگا کہ ایک متبحر عالم آپکے گھر میں موجود ہے۔ اسلامی زندگی کا مطالعہ کر کے اب فلاح دین و دنیا کی فہرست مضامین دیکھکر اندازہ کیجئے کہ یہ کتاب آپکے لئے کتنی ضروری ہے

فہرست مضامین

باب اول عقائد اہل سنت والجماعت۔ ذات و صفات الٰہی کا بیان

- عرش
- کرسی
- لوح محفوظ
- قلم
- آسمان
- زمین
- فرشتے
- حضرت جبرئیل میکائیل واسرافیل
- و عزرائیل ع
- حضرت اسرافیل ع
- حضرت میکائیل ع
- حضرت جبرئیل ع
- حضرت عزرائیل ع
- اقسام احکام قرآن شریف
- بیان متعلق قبر
- جمعہ یا شب جمعہ میں دفن ہونیسے قیامت تک سوال نکیرین سے معفو رہتا ہے۔
- سجین کا حال
- علیین کا حال
- جو شخص جنگل میں یا آگ میں جلکر یا دریا میں ڈوب کر مرگیا ہو اسکا بیان۔
- مسلمان کے بچوں سے سوال نکیرین
- مشرکوں کے بچوں سے سوال نکیرین
- نبیوں سے سوال قبر ہوگا
- شہیدوں سے سوال قبر نہ ہوگا
- قیامت کا بیان
- حضرت امام مہدی علیہ السلام
- دجال
- حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول
- یاجوج و ماجوج
- خسف
- دخان
- مغرب کی طرف سے طلوع آفتاب
- دابۃ الارض
- ہوا کا بیان جس سے ہر مومن مرجائیگا
- حبشہ
- آتش
- علامات صغریٰ
- علامات کبریٰ
- اول مرتبہ صور پھونکنے کا ذکر
- بعض کے نزدیک سات چیزوں کو فنا نہوگی۔
- دوبارہ صور پھونکنا۔ سبکا زندہ ہونا اور میدان حشر کا بیان
- بعث و نشر
- لوائے حمد
- صحابہ کے جھنڈوں کا حال
- شفاعت
- حساب و کتاب
- ترازو۔
- جانوروں کا حساب و کتاب

باب دوم عبادات

مضمون

باب چہارم جانوران حلال و حرام و ذبح شکار

مضمون

باب پنجم حقوق

مضمون

باب ششم۔ معاشرت

مضمون

باب ہفتم۔ حیات وممات

باب ہشتم ضروری باتیں اور نصائح

باب نہم متعلق حفظ صحت

خاتمہ قرآن شریف اور تہلیل اور تسبیح واستغفار کے فضائل میں درود لاحول اور دعا۔ دعا کے آداب اور قبولیت کے مکان اور اوقات اور جن لوگوں کی دعا مقبول ہوتی ہے مع بعض ادعیہ ماثورہ وآیات قرآن مجید ورد برائے حاجات وغیرہ